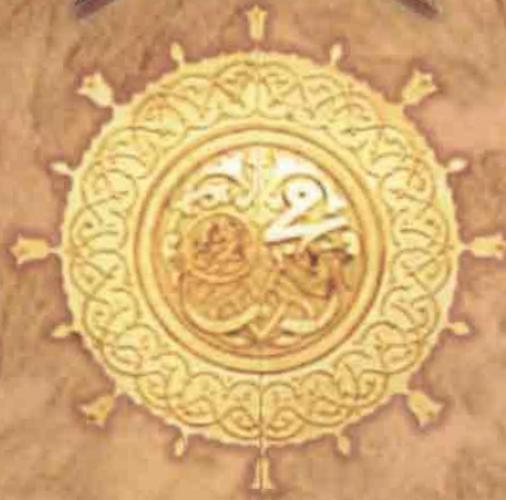


جدید اضافہ شدہ چٹا ایڈیشن



حدیث کی اہمیت اور ضرورت

خلیل الرحمن چشتی

سلسلہ تعلیماتِ قرآن و سنت : 12

- انفرادی اور اجتماعی سنتیں
- قرآن و سنت کا باہمی تعلق
- سنت کا قانونی اور آئینی مقام
- علمِ حدیث کی بنیادی اصطلاحات
- مختصر تاریخِ روایتِ حدیث
- منکرینِ حدیث کے اعتراضات کے جوابات

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس
پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com



کتاب و سنت کی خالص ، ٹھوس ، مستند اور اساسی تعلیمات ، جدید طریقہ ہائے تدریس کے ذریعے ، تعلیم یافتہ افراد تک پہنچانا ہے۔

الفوز اکیڈمی ، ایک غیر سیاسی اسلامی تربیت گاہ ہے۔ یہاں قرآن کی زبان ، اور قرآنی علوم کے علاوہ ، اصول حدیث ، اصول فقہ اور متفرق موضوعات پر فہم دین کے لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اکیڈمی ، مختلف کورسز کے ذریعے ، جدید تعلیم یافتہ طبقے کی فکری ، اور عملی تربیت کرتی ہے تاکہ وہ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر ، دین حنیف کی تبلیغ کریں اور دعوت دین کو ، اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ اکیڈمی اسلامی تعلیمات اخوت سے ، لسانی ، نسلی ، صوبائی اور دیگر گروہی تعصبات کا خاتمہ کر کے ، باہمی اسلامی رواداری اور یکجہتی کی فضا قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

Al-Fawz Academy

Between Golra & Police Foundation

Street 15, E-11/4, Golra, Islamabad

Tel 051-210-6783

Tel 051-211-2650

Fax 051-210-6366

Fax 051-211-2651

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث کی اہمیت اور ضرورت

علم حدیث کے ابتدائی طالب علموں کے لیے نہایت مفید کتاب

مُرتَّب : خلیل الرحمن چشتی

الفوز اکیڈمی

Street# 15, Police Foundation, E-11/4, Islamabad

Tel: 051-210-67 83 Tel: 051-211-26 50

Fax: 051-211-26 51

Email:chishti@apollo.net.pk

فہرست مضامین

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	ابتدائیہ	11
پہلا باب	حدیث و سنت کا دائرہ کار	21
	صحیح البخاری کے ابواب کی فہرست	23
	انفرادی سنتیں	24
	انفرادی سنتوں سے اجتماعی سنتیں افضل ہیں	27
	حلال و حرام میں سنت (حدیث) کا مقام	28
	سنت کی رو سے، کم نشہ آور چیز بھی حرام ہے	28
	مردوں کے لیے ریشم اور سونا، سنت کی رو سے حرام ہے	29
	اجتماعی سنتیں	29
	قانون تعزیرات میں سنت کا مقام	30
	ضروریات خمسہ (مقاصد شریعت) اور اسلامی سزائیں	31
	سنت (حدیث) کی آئینی حیثیت	31
	معاشرت میں سنت (حدیث) کا مقام	34
دوسرا باب	رسول اللہ کی سنت میں توازن اور اعتدال لازمی ہے	37
	توازن کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ملے	40
	سنت میں اصول خمسہ کو پیش نظر رکھیے	42

42	سننوں میں رخصت سے فائدہ اٹھائیے	
43	رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی بننے کی کوشش نہ کیجیے۔	
47	حدیث اور قرآن کے باہمی تعلق کی مختلف صورتیں	تیسرا باب
58	قرآن نہی کے مستند ذرائع	
58	قرآن نہی کے مختلف ذرائع	
59	قرآن نہی کی راہ میں دو بڑی رکاوٹیں	
59	قرآن نہی کے غیر مستند ذرائع	
61	حدیث اور کتابت حدیث	چوتھا باب
62	حدیث کے مختلف معانی	
62	سنت کے مختلف معانی	
63	سنت کا فقہی مفہوم	
67	کتابت حدیث	
67	رسول اللہ ﷺ کا ابتدائی حکم	
68	رسول اللہ ﷺ کا آخری حکم	
68	ابتدا میں رسول اللہ ﷺ نے کیوں منع کیا تھا؟	
71	نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں	پانچواں باب
72	حدیث قولی	
73	حدیث فعلی	
73	حدیث تقریری	

77	علمِ روایت اور علمِ درایت	چھٹا باب
78	حدیث کے اجزائے ترکیبی	
79	السُّنَد	
80	الْمَتْن	
81	ایک متن اور اٹھائیس (28) حدیثیں	
83	آٹھ صحابہؓ کے شجرہ ہائے روایت	ساتواں باب
84	1- حضرت ابو ہریرہؓ	
88	2- حضرت عبداللہ بن عمرؓ	
90	3- حضرت انسؓ بن مالک	
92	4- ام المومنین حضرت عائشہؓ	
94	5- حضرت عبداللہ بن عباسؓ	
96	6- حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ	
98	7- حضرت ابوسعید خدریؓ	
100	8- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	
102	اصح الاسانید کا چارٹ	
105	تَعَدُّدِ طُرُقِ كے اعتبار سے حدیث کی قسمیں	آٹھواں باب
106	اخبار متواترہ	
107	اخبار آحاد	
108	تَعَدُّدِ طُرُقِ كے اعتبار سے حدیث کی قسمیں (چارٹ)	

109	اخبار آحاد کی پہلی قسم: حدیث مشہور	
110	اخبار آحاد کی دوسری قسم: حدیث عزیز	
111	اخبار آحاد کی تیسری قسم: حدیث غریب	
113	نسبت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم	نواں باب
114	حدیث قدسی ، حدیث مرفوع	
119	حدیث مقوف ، حدیث مقطوع	
121	قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی قسمیں	دسواں باب
123	خبر کی قسمیں (چارٹ)	
124	حدیث صحیح: حدیث مقبول کی پہلی قسم	
125	علت کا کیا مطلب ہے؟	
126	شدوذ	
128	حدیث حسن: حدیث مقبول کی دوسری قسم	
129	حدیث ضعیف (مردود) کی تعریف	
129	حدیث حسن اور حدیث ضعیف کا فرق	
130	فضائل اعمال میں بھی ضعیف حدیث پر عمل جائز نہیں ہے	
131	ڈاکٹر سحیحی صالح کی رائے	
131	ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے	
136	اسلام کے تین بنیادی مآخذ اور ان کی صحیح ترتیب	

139	احادیثِ ضعیفہ	گیارہواں باب
140	سقوطِ سند کے سبب مردود (ضعیف) احادیث (چارٹ)	
141	سقوطِ ظاہری کے سبب ضعیف حدیثیں	
141	المعلق ، المرسل	
142	المعضل ، المنقطع	
143	سقوطِ خفی کے سبب ضعیف حدیثیں	
143	المُدَّلس ، تدلیس کی تین بنیادی اقسام	
144	سقوطِ سند ، المرسل الخفی	
144	حدیثٌ مُعَنَّعٌ ، حدیثٌ مؤنن	
145	طعنِ راوی کے سبب مردود (ضعیف) احادیث	
145	حدیثٌ معطل ، حدیثٌ موضوع	
146	حدیثٌ منکر ، حدیثٌ متروک	
147	ثقة راویوں سے اختلاف کے سبب مردود (ضعیف) احادیث	
147	حدیثٌ شاذ ، حدیثٌ مدرج	
148	حدیثٌ مقلوب ، المزید فی متصل الاسانید	
148	حدیثٌ مصحف ، حدیثٌ مضطرب	
149	احادیث کی مشترک اقسام: عالیٰ اسناد اور نازل اسناد	
149	چند تفرق اصطلاحات	

151	احادیث موضوعہ (جھوٹی حدیثیں)	بارہواں باب
152	جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا عذاب	
153	جھوٹی حدیثوں کی مثالیں	
154	وضع حدیث کے اسباب و محرکات	
155	چند مشہور وضعین حدیث	
177	صحت کے اعتبار سے کتب حدیث کے طبقات	تیرہواں باب
180	کتب حدیث کی قسمیں	
182	صحیح احادیث کہاں مل سکتی ہیں؟	
183	صحیح بخاری۔ صحیح مسلم	
184	موطا امام مالکؒ	
186	سنن نسائی۔ سنن ترمذی	
188	سنن ابی داؤد۔ سنن ابن ماجہ	
190	دیگر کتب احادیث	
193	صحیح احادیث کے مراتب	
194	حضرت امام بخاریؒ۔ حضرت امام مسلمؒ	
198	حضرت امام مالکؒ بن انس	
201	راویوں کے مراتب	چودھواں باب
202	تعدیل کے مراتب اور ان کے الفاظ	
205	جرح کے مراتب	

211	تاریخ روایت احادیث	پندرہواں باب
212	رسول اللہ ﷺ کی زندگی۔ ایک نظر میں	
213	حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زندگی۔ ایک نظر میں	
215	حضرت عمر فاروقؓ کی زندگی۔ ایک نظر میں	
217	حضرت عثمان غنیؓ کی زندگی۔ ایک نظر میں	
218	حضرت علیؓ کی زندگی۔ ایک نظر میں	
219	خلفاء ، فقہاء اور محدثین۔ ایک نظر میں (چارٹ)	
223	اسمائے رواۃ بہ ترتیب تاریخ وفات	
255	علمائے اہل حدیث اور شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ روایت حدیث	
256	حنفی علمائے دیوبند اور شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ روایت حدیث	
261	پندرہویں صدی ہجری کے عظیم محدث۔ ناصر الدین البانیؒ	
262	علم حدیث اور عصر حاضر کے تقاضے	
265	منکرین حدیث کے چند اعتراضات کے جوابات	سولواں باب

فَمَنْ رَغِبَ عَنِ شَيْئِي فَلَيْسَ مِنِّي

(بہارِ نبوی، کتاب النکاح، باب 1، حدیث 5118)

حضور ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میری سنت سے منہ موڑا، وہ مجھ میں سے نہیں۔“

ابتدائیہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ
وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا .
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا ، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ
وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

دین اسلام کا سارا دارومدار، نبی کریم ﷺ پر اتارنے والی ”وحی“ پر ہے۔

وحی کی دو قسمیں ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

تَزَكُّتٌ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ،

كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ . (موطا امام مالک، کتاب القدر، باب 1، حدیث 1628)

”میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لو گے تو

کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔“

قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ یہ ایک

ہی منبع سے نکلنے والی دو نہریں ہیں۔ قرآن وحی حلی ہے اور حدیث وحی خفی۔ قرآن کے الفاظ اور مفہوم

دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ جبکہ احادیث کا مفہوم بھی من جانب اللہ ہے۔ لیکن الفاظ

رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے سنت کو سمجھنا لازمی ہے۔

حدیث کے بارے میں افراط و تفریط:

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں حدیث کے بارے میں دو انتہا پسندانہ رجحانات پائے جاتے

ہیں۔ پہلا گروہ اس قدر سادہ، کم فہم اور علم حدیث سے لاعلم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہر بات کو حدیث گردانتا ہے، چاہے وہ علم روایت اور علم درایت کے اعتبار سے جھوٹی اور من گھڑت ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا گروہ سادہ تو نہیں ہے، لیکن مغربی نظریات، مغربی تہذیب اور اشتراکیت سے حد درجہ مرعوب ہو کر دین اسلام کی ہر چیز کو اپنی عقل خام کے پیمانے پر پرکھنا چاہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ اعتزال کی ایک جدید شکل ہے۔ یہ گروہ پورے ذخیرہ علم حدیث پر ہاتھ پھیر کر قرآن کی من مانی تاویل کرنا چاہتا ہے۔ قرآن کی تفسیر و تاویل میں اس کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ حدیث ہی ہے۔ ترک حدیث کے بعد اس کے ہاتھ میں صرف لغت کی دولت رہ جاتی ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے فاسد ارادوں کو من مانی طور پر پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔ منکرین حدیث کا یہ گروہ کسی حدیث کو علم حدیث اور محدثین عظام کے منفقہ اصولوں کی روشنی میں جانچنے کے بجائے (جن کی بنیاد پر روایتیں قبول اور مسترد کی جاتی ہیں) محض اپنی فاسد اور خام عقل کی بنیاد پر صحیح اور حسن احادیث کو بھی مشکوک ٹھہراتا ہے۔ برصغیر میں صحیح اور ثابت شدہ احادیث کو مسترد کرنے کا فتنہ انیسویں صدی عیسوی میں مغرب کی مادی ترقی اور سائنسی ایجادات کا شاخسانہ تھا۔ چنانچہ حیات اور ملائکہ وغیرہ کا انکار کیا گیا۔

بیسویں صدی عیسوی میں جب اشتراکیت اور سوشلزم کو فروغ حاصل ہوا، اور ان باطل نظریات پر مبنی طاقتور حکومتیں قائم ہوئیں تو اسلام کو اشتراکیت کے مطابق ڈھالنے کا مسوم عمل شروع ہوا۔ شخصی ملکیت کے حق سے محروم کرنے کے لیے نظام سوسیٹ کا فلسفہ تراشا گیا۔ اس کام میں سب سے بڑی رکاوٹ حدیث تھی چنانچہ صحیح البخاری اور صحیح المسلم کی حدیثوں کے بارے میں شکوک کے بیج بوئے گئے۔ قرآن کی تاویل باطل کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ استغفار کا مطلب ان منکرین حدیث کے نزدیک مغفرت طلب کرنا نہیں ہے، بلکہ کاشت کاری کرنا ہے۔

وَالْمُسْتَفْهِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (آل عمران: 17) کا مفہوم ان کے نزدیک صحیح سورے اٹھ کر اپنے بلوں کو لے کر زمین میں بیج چھپانے کے لیے کھیتوں میں نکل جانا ہے۔ (نعوذ باللہ)

امت کے اندر جو بگاڑ پیدا ہوا، اس کے علمی اور عملی اسباب و وجوہات کا جائزہ لینے کے بعد، اللہ کے ایک نیک بندے اور اس کی کتاب کے ایک بہت بڑے خادم مولانا صدر الدین اصلاحی رَحْمَہُ اللہ نے، دین اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کو، احادیث کے سلسلے میں، دو غلطیوں سے بچنے کا مشورہ دیا۔ آپ اتفاق کریں گے کہ یہ دونوں باتیں کس قدر ضروری اور صحیح ہیں۔

احادیث کے مطالعہ کے سلسلے میں دو غلطیوں سے بچنا ضروری ہے:

1- غلط اور غیر مستند روایتوں کو کسی بھی مصلحت سے قبول کرنے کی غلطی نہ کیجیے

”آپ سے غلط اور غیر مستند روایتوں کو نیک نیتی سے بھی قبول کرنے کی غلطی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ ایسی روایتوں کے پڑھنے پڑھانے سے فائدہ کم اور نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ فضائل میں جھوٹی اور ضعیف روایات کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ صحیح اور حسن احادیث کی ایک کثیر تعداد کی موجودگی میں، کسی ضعیف یا جھوٹی روایت کو قبول کرنے کے لیے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ ایسا کرنا نبی ﷺ کی صریح ہدایات اور سخت ترین تنبیہات کے بھی خلاف ہے۔“

2- حدیث کے ذوقی انتخاب کی غلطی نہ کیجیے

”جس طرح مطالعہ اور درس کے لیے قرآن حکیم میں سے، اپنی پسند کے مطابق انتخاب صحیح نہیں، اسی طرح احادیث میں سے بھی، من مانا انتخاب صحیح نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ’پورا قرآن‘ کلام الہی ہے۔ اسی طرح ساری احادیث بھی کلام رسول ﷺ اور عمل رسول ﷺ ہیں۔ ’خَيْرُ الْهَدْيِ‘ اور ’عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي‘ کی وصیت رسول ﷺ کے دائرے سے ان کا کوئی حصہ باہر نہیں ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے ذوقی انتخاب اور فکری عملی کوششوں کو اسی حد تک محدود کر دینے پر اللہ تعالیٰ کی وعید ہے۔

أَفْتَوْا مَنْ بَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ - (البقرة: 85)

”کیا تم لوگ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصے کا انکار کرتے ہو؟“

بالکل اسی طرح احادیث کے ذوقی انتخاب کو بھی ”ترک سنت کے جرم کا ارتکاب“ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا حل مجموعہ رشد و ہدایت میں سے، اپنے ذوق کے مطابق کچھ خاص ابواب کا انتخاب اور صرف ان کا مطالعہ، بڑی محرومی کی بات ہے۔ اس ذوقی انتخاب کا ایک اور نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے نتیجے میں دین کا جامع اور ہمہ رخ تصور ’یک رخا‘ اور محدود رہ جائے گا۔“ (دین کا مطالعہ کیسے کریں۔ مولانا ناصر الدین اصلاحی)

دین اسلام کے مخلص طالب علم کو، اپنے ذاتی ذوق کے مطابق ”دین“ کو ہموار کرنے کے بجائے ”دین کے مطابق“ اپنے ”ذوق“ کو استوار کرنا چاہیے۔

ذوقی انتخاب کی مثالیں:

مثال کے طور پر ایک شخص سیاسی مزاج رکھتا ہے اور وہ صرف سیاست سے متعلق احادیث و آیات کا مطالعہ کرتا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، صوم اور حج سے متعلق احادیث سے لاعلم رہتا ہے۔ نماز وغیرہ کا باقاعدہ اہتمام نہیں کرتا۔ تو ایسا شخص اپنے اخلاص کے باوجود، دین کی اساسی چیزوں سے لاعلمی کے سبب گمراہ ہے۔ اسی طرح ایک اور شخص جو راہبانہ مزاج رکھتا ہے، وہ صرف عبادات اور ذکر سے متعلق احادیث کا مطالعہ کرتا ہے۔ معاشرت، معاملات، حکومت، سیاست، جہاد اور دیگر اجتماعی امور کا علم نہیں رکھتا تو اس کا تصور دین بھی ناقص رہے گا۔ اور وہ بھی گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لیے راستہ نہ پاسکے گا۔ اس لیے کہ خود اس نے، وحی کی تعلیمات کے ایک بڑے حصے سے خود کو لاتعلق، لاعلم اور بے خبر رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

علم حدیث سے لاعلمی:

بزرگ صغیر ہندو پاک میں مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ 1054ھ (1551-1640ء) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی 1176ھ (1703-1763ء) سے علم حدیث کی تحصیل کا شوق علماء میں عام ہوا۔ ورنہ لوگ قرآن مجید کو صرف ثواب اور تبرک کے لیے پڑھتے تھے اور حدیث کی بہ نسبت فقہی مسائل کی طرف زیادہ رجحان تھا۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں غور و فکر اور تدبیر بہت حد تک مقفوف تھا۔ قرآن و سنت سے بے نیاز تصوف کی گرم بازاری تھی، جس کے کچھ بچ کچھ خط و خال آج بھی کہیں کہیں آپ کو مل جاتے ہیں۔ تصوف اور فقہ کی کتابوں میں قرآن اور حدیث سے بہت کم استدلال کیا جاتا۔ اور اگر کہیں کہیں کچھ احادیث پائی جاتیں، تو ان میں بھی زیادہ تر ضعیف اور موضوع ہوتیں۔

اصول حدیث اور اصطلاحات حدیث سے دینی طبقے کو کوئی خاص رغبت نہ تھی۔ سند اور راویوں کے حالات کا علم حاصل کرنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ محدثین کے عظیم الشان کارناموں سے عوام الناس زیادہ باخبر نہ تھے اور حدیث کی بنیادی کتابیں عام نہ تھیں۔

آج ہم جس دور میں زندہ ہیں دوریاں سمٹ رہی ہیں۔ کتابیں عام ہو رہی ہیں۔ حدیث اور اصول حدیث کی بنیادی کتابیں نئی تزئین و تدوین کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ مسند احمد جیسی ضخیم کتاب جس میں تیس ہزار سے زائد احادیث ہیں، ایک چھوٹی سی ڈسک (Disk) میں سما گئی ہے۔ اس دور کے سب سے بڑے محدث علامہ محمد ناصر الدین البانسیؒ (1420ھ) نے فقہ، تصوف، کلام اور

عقیدے کی کتابوں کی تخریج کر کے تحقیق کرنے والوں کے لیے نئی راہیں کھول دی ہیں۔ فاصلے سمٹ رہے ہیں۔ عالم عرب کے علماء اور ہمارے علماء کے درمیان حائل مکانی اور علمی خلیج کم ہو رہی ہے۔ لوگ روزگار کے سلسلے میں کثرت سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ خفی اور شامی، مالکی اور حنبلی ایک دوسرے سے ملتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے کے طریقوں سے آگاہی بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دلائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ گھڑی کتنی مبارک تھی، جب خدا کے ایک نیک بندے کی کوششوں کی وجہ سے خانہ کعبہ جیسے مرکز اتفاق و اتحاد میں چار مختلف فقہی مذاہب کے الگ الگ مصلوں کا خاتمہ ہوا۔ اور اب ساری دنیا کے مسلمان خانہ کعبہ میں، چار اماموں کے بجائے، ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے لگے ہیں۔

انٹرنیٹ کی دنیا نے امت مسلمہ کے باہمی اختلاف و تعاون کے نئے امکانات پیدا کر دیے ہیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں وہ دور دکھائے، جب نہ چار مشہور فقہی مذاہب کے اختلافات ہوں گے اور نہ اعتقادی اور کلامی گروہ بندیاں۔ قرآن و سنت کی اساسی اور بنیادی تعلیمات پر اس امت کا عملاً اتفاق ہوگا۔

ایک طرف تو یہ امکانات اور خوش آئند تصاویر ہیں اور دوسری طرف یہ عالم کہ ہمارے ہاں ٹیلی ویژن پر بھی غدیر خم کی جھوٹی حدیث کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ہمارے نصابی کتابوں میں اُطْلُبِ الْعِلْمَ وَتَوَّ بِالصِّمَنِ (علم حاصل کرو چاہے چین جا کر ہی کیوں نہ ہو) جیسی بے اصل حدیثیں درج ہیں۔ (چین والی حدیث کو علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ نے باطل ٹھہرایا ہے اور سات آٹھ صفحات پر مشتمل طویل بحث کی ہے۔ دیکھیے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، المجلد الأول، حدیث نمبر 416)

علم حدیث سے بے خبر ہمارے دانشور، ارسطو اور افلاطون کے اقوال تک حدیث بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے میں عوام لئاس کی کیا شکایت کیجیے اگر وہ سنی سنائی باتوں کو حدیث نبوی ﷺ کے طور پر پیش کریں۔

مولانا محمد سعود عالم قاسمی کے ساتھ ایک واقعہ:

مولانا محمد سعود عالم قاسمی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنی کتاب ”فتنۃ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان“ میں ایک واقعہ درج کیا ہے، جس سے ہمارے معاشرے کے طرز عمل کی

تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

”متصوفین، میلاد خواں، واعظین، مبلغین اور دینی جذبہ رکھنے والے بعض مسلمان فضائل و رذائل کے نام سے ایسی حدیثیں خوب سناتے ہیں اور عوام کی دلچسپی بھی اس میں بہت ہوتی ہے اور اگر ان کو اس سے روکا جائے، تو ان میں تسلیم و انقیاد اور اصلاح کے بجائے، ردِ عمل کا جذبہ ابھرتا ہے اور بعض حالات میں خیر خواہی کرنے والا ان کے تیر غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ایک عزیز کسی نوجوان کو نماز کی فضیلت اور ترک نماز کی وعید پر فضائل کی ایک معروف کتاب پڑھ کر سنا رہے تھے، میں بھی وہاں آ پہنچا۔ اس وقت وہ یہ روایت بیان کر رہے تھے۔

”ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ قیامت کے روز اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، چوتھے یہ کہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا، پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے، پانچ طرح سے دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔۔۔۔۔۔“ (تبلیغی نصاب، فضائل نماز)

یہی روایت سن کر میں ضبط نہ کر سکا اور میں نے کہا یہ روایت موضوع ہے، (تحذیر المسلمین

عن الاحادیث الموضوعۃ علی سید المرسلین، میزان الاعتدال 160/2 علامہ ذہبی)

اسے حدیثِ رسول ﷺ کہہ کر بیان کرنا درست نہیں، اس پر ہمارے بزرگ سخت برہم ہوئے اور بولے اگر ”کسی کو اس سے نماز کی توفیق مل جاتی ہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے؟“ میں نے کہا۔ ”فضائل نماز کے سلسلے میں دوسری صحیح احادیث موجود ہیں، ان کے ہوتے ہوئے جعلی روایت بیان کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ جھوٹی حدیث بیان کرنا ایسا جرم ہے، جس کی سزا جہنم ہے۔ اس پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر ان کی خفگی دور نہ ہوئی۔“

(فتنہ وضع حدیث، مولانا سعود عالم قاسمی)

یہ کتابچہ دراصل، میرے ان نو (9) لیکچرز کے ابتدائی دو تین لیکچرز پر مشتمل ہے، جو میں نے الفوز اکیڈمی کے زیر اہتمام معرفتِ علم حدیث کے سلسلے میں دیے تھے۔ مکمل لیکچرز پر مبنی کتاب،

ان شاء اللہ بہت جلد شائع کی جائے گی۔

ان لیکچرز کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دین و شریعت کے اس اہم ماخذ کے بارے میں، تعلیم یافتہ افراد کو انتہائی سائنٹیفک (Scientific) لیکن سہل اور آسان انداز میں متعارف کرایا جائے۔ ان لیکچرز کے بعد بے شمار افراد نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ ہمیں بتایا کہ علم حدیث کے اس بحرِ ذخار کے بارے میں ہماری ابتدائی معلومات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان لیکچرز سے پہلے ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ روایتیں کتنے سخت معیاروں پر جانچے اور پرکھے جانے کے بعد صحیح کہلاتی ہیں اور نہ ہمیں یہ معلوم تھا کہ روایات میں ضعیف اور موضوع (یعنی جھوٹی اور گھڑی ہوئی) روایتوں کا بھی ایک جم غفیر موجود ہے۔ طلبہ کی آسانی کے لیے میں نے بہت سے چارٹس (Charts) بنا دیے ہیں، تاکہ وہ اصطلاحات کے مشکل اسباق کو ذہن نشین کرنے میں آسانی محسوس کر سکیں۔

الفوز اکیڈمی نے یہ مناسب سمجھا کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کو حدیث، تاریخ حدیث، تدوین حدیث، اصطلاحات حدیث، کتب حدیث اور دیگر متعلقہ علوم سے واقفیت بہم پہنچائے۔ تاکہ ہمارا یہ ذی شعور طبقہ افراد و تفریط سے بچتے ہوئے، امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے فکری اور عملی اسلحہ سے لیس ہو کر سرگرم عمل ہو جائے۔ مولانا (ڈاکٹر) سہیل حسن صاحب، مولانا حکیم اللہ صاحب اور کچھ دیگر اصحاب نے تصحیح اور نظر ثانی کے فرائض انجام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ مولانا سہیل حسن صاحب نے، ترتیب ابواب اور سہیل مضامین کے سلسلے میں مسلسل رہنمائی کی۔ ان کی رہنمائی اور سرپرستی ان شاء اللہ مستقبل میں بھی حاصل رہے گی۔

الفوز اکیڈمی کے لیے زمین خرید لی گئی ہے۔ محترم میجر (ر) غلام محی الدین اعوان کے ہاتھوں اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے اور تعمیرات کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہاں تعلیم یافتہ افراد کچھ دنوں کے لیے آ کر قیام کر سکیں گے۔ اور اپنی فکری اور عملی تربیت کا سامان کر سکیں گے۔ یہ منصوبے ہیں۔ لیکن وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا۔

وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

طالب دعائے خیر

خلیل الرحمن چشتی

25 شعبان 1420ھ

مطابق 3 دسمبر 1999ء

کچھ تیسرے ایڈیشن کے بارے میں

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری اس ترتیب کردہ کتاب کو بڑی پذیرائی ملی۔ اب تک پانچ ہزار نسخے فروخت ہو چکے ہیں اور یہ تیسرا ایڈیشن حاضر خدمت ہے۔

بیسویں صدی عیسوی سے پہلے کا دور، عالم اسلام اور علوم اسلامیہ کے لیے زیادہ تر 'فقہ و تصوف' ہی کے عنوان سے معنون ہے۔ برصغیر ہندو پاک میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد احیائے علوم اور جہاد کی نئی آوازیں سننے کو ملیں، جن کے لیے اہل ایمان کے قلوب و اذہان منتظر تھے۔

بیسویں صدی عیسوی کو اگر کم از کم برصغیر ہندو پاک کے حوالے سے 'قرآن مجید کی صدی' کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ اس دور میں اردو زبان میں 50 سے زیادہ تفسیریں لکھی گئیں۔ تعلیم یافتہ طبقے کا خالق کائنات کے کلام سے رابطہ استوار ہوا۔ تفسیر حقانی، بیان القرآن، تفہیم القرآن، تدریس القرآن، معارف القرآن، دعوت القرآن، تفسیر ماہدی، ترجمان القرآن، تیسیر القرآن وغیرہ منظر عام پر آئیں۔ اس خاکسار کا خیال ہے کہ موجودہ اکیسویں صدی عیسوی ان شاء اللہ 'حدیث کی صدی' ہوگی۔ اس دور کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ اب لوگ محض سنی سنائی باتوں اور اقوال پر اس وقت تک اعتبار نہیں کرتے جب تک کہ سند اور حوالہ فراہم نہ کیا جائے۔ ہر طرف اَقْرَبُ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ کی جستجو ہے۔

ان شاء اللہ حدیث کی بنیادی کتابوں بالخصوص بخاری و مسلم کی نئی شرحیں لکھی جائیں گی۔ عصر حاضر کے تمام فتنوں کا سد باب فقہ الحدیث سے کیا جائے گا۔ مغربی تہذیب اور مغربی علوم کی مرعوبیت کا خاتمہ ہوگا۔ مسلمان اپنے اصل سرمائے پر، معذرت خواہی اور پشیمانی کے جذبات کے بغیر غور و تدبر سے کام لیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ عظیم امت، ایمانی اور جہادی روح سے سرشار ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ طاغوت سے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑی ہوگی۔

علماء کی ایک بڑی تعداد کو بھی اس کا احساس ہو گیا ہے۔ اب فقہ کی عام کتابیں بھی صرف مسائل کے ذکر تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ ہر مسئلے کو کسی آیت یا کسی حدیث سے مدلل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

تفسیر و فقہ کی جدید کتابوں میں اب، اپنی فقہ کے علاوہ دوسرے مذاہب کے مسائل بھی درج کیے جانے لگے ہیں۔ عوامی تبدیلی سے پہلے، فکری انقلاب اور اس انقلاب کے لیے یکسوئی کے ساتھ کام کرنے والے مخلص، صاحب ایمان، صاحب تقویٰ اور وسعت قلب و نظر رکھنے والے افراد کی ایک بڑی ٹیم کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ ایسی تبدیلیاں جو اپنی جگہ خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں، عوام میں شرف قبولیت اور پذیرائی حاصل نہیں کر سکتیں۔

اگر یہ کتاب، ہمارے تعلیم یافتہ طبقے میں صحیح اور مستند احادیث پر اعتماد حاصل کرنے، غلط، موضوع اور گھڑی ہوئی چیزوں سے بچے رہنے، رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ چیزوں پر بلا تردد ایمان لانے اور محدثین کرام کی کوششوں پر بھرپور توجہ دینے کی خواہش پیدا کر دے، تو مرتب یہ سمجھے گا کہ اس کی آرزو پوری ہو گئی۔

الفوز اکیڈمی کی عمارت کی تعمیر کا ایک مرحلہ مکمل ہو گیا ہے۔ دوسری منزل کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اکیڈمی کو کتاب و سنت کے علم کی اشاعت کا ایک موثر ذریعہ بنا دے۔

طالب دعائے خیر

۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

خلیل الرحمن چشتی

۱۱ اگست ۲۰۰۱ء، اسلام آباد

(الحمد للہ، تا حال فروری 2005ء اکیڈمی کی عمارت کی تین منزلوں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور مختلف اقامتی اور غیر اقامتی کورسز کا آغاز ہو چکا ہے)

جدید ایڈیشن 2007ء کے اضافے

چھٹا ایڈیشن 2007ء حاضر خدمت ہے۔

بارہویں باب میں اب جمہونی حدیثوں سے متعلق مباحث کی تفصیل آگئی ہے۔

پندرہویں باب میں اُن صحابہؓ اور تابعینؓ کے بارے میں مزید معلومات فراہم کی گئی ہیں، جو کتابت حدیث سے متعلق رہے ہیں۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ اور بعد کے امداد کے علمائے حدیث اور فقہاء کے امداد اور اُن کی تاریخ و وفات کو زبانی یاد کر لیں۔

سولہویں باب کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مگرہین حدیث کے اہم اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اہل علم اور طلبہ جہاں کہیں اشکال محسوس کریں، مرتب کو مطلع فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں مناسب اصلاح اور اضافہ کیا جاسکے۔

منکرین حدیث کے لیے تنبیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا الْفَيْنِ أَحَدَكُمْ مُتَكِنًا عَلَىٰ أَرِيكَتِهِ

”میں تمہارے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے

يَأْتِيهِ إِلَّا مَرُّ مِنْ أَمْرِي

اس کے پاس میرے احکامات میں سے کوئی حکم آتا ہے

مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ

جس میں، میں نے کسی چیز کا حکم دیا، یا کسی چیز سے منع کیا ہے۔

فَيَقُولُ: لَا نَذْرِي!

اور وہ شخص کہے ”ہم اس حکم کو نہیں جانتے“۔

مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ

ہم نے اللہ کی کتاب میں جو پایا، اسی پر عمل کر لیا۔

(یعنی ہمارے لیے قرآن کافی ہے، رسول ﷺ کے حکم کی (نعوذ باللہ) کیا حیثیت ہے؟ اور کیا ضرورت ہے؟)

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب 6، حدیث 4607)

● پہلا باب

حدیث و سنت

کا

دائرہ کار

حدیث و سنت کا دائرہ کار

سنت کا مقام ، صرف انفرادی زندگی ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک وسیع اور ہمہ گیر دائرہ ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ' صرف ' ذاتی زندگی کے کچھ اچھے آداب ، سنت سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کھانے پینے ، پہننے اوڑھنے وغیرہ جیسے معاملات ہی میں ہمیں سنت سے ہدایت ملتی ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ سنت اور حدیث کا دائرہ کار ، انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر تمام اجتماعی معاملات پر محیط ہے۔ جن میں معاشرت، تجارت، زراعت ، عدلیہ، قانون، وصیت، وراثت، حلال و حرام، حدود، تعزیرات، حکومت اور سیاست وغیرہ سبھی کچھ شامل ہیں۔

اگلے صفحے پر حدیث کی سب سے مستند کتاب صحیح البخاری کے مختلف ابواب (کتاب) کے عنوانات ملاحظہ فرمائیے۔ وحی، ایمان، اور علم کے بعد طہارت اور نماز کا ذکر ہے۔ پھر زکوٰۃ ، حج اور روزے کا۔ اس کے بعد خرید و فروخت اور اس سے متعلقہ چیزوں کا ذکر آیا ہے۔ آپ کی سہولت کے لیے ہم نے ان کو ، چند بڑے بڑے عنوانات میں تقسیم کر دیا ہے ، تاکہ اس سے آپ کو احادیث کی ہمہ گیریت کا اندازہ ہو سکے ۔

سنت کے سلسلے میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ محض کسی ایک حدیث کی بنیاد پر کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی، جب تک اس موضوع پر ، قرآن مجید اور دیگر تمام احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ جس طرح صرف ایک آیت کا مفہوم ، بقیہ قرآن سے الگ کر کے برآمد نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ہر حدیث اور ہر سنت بھی ، دین کے ایک مجموعی نظام کا حصہ ہوتی ہے۔

صحیح البخاری کے ابواب کی فہرست

83- فقہوں کا بیان	آداب	شراکت	زکوٰۃ	1- آٹا زوی
84- احکام حکومت	62- کھانے کے آداب	43- رہن	حج	2- ایمان
85- تنہا	63- عقیقہ	44- حق	24- عمرہ	3- علم
86- اخبار اللاحاد	64- شکار اور ذبیحہ	45- مکاتب	25- محصر	طہارت
87- قرآن اور سنت سے چھٹنے کا بیان	65- قربانی	ہبہ	26- حج میں شکار	4- وضو
توحید	66- پینے کے آداب	46- گواہیاں	27- حدیث کی فضیلت	5- غسل
	67- بیماری اور علاج	47- صلح	روزہ	6- حیض
	68- لباس	48- شردط	28- نماز تراویح	7- تیمم
	69- ادب	49- وصیت	29- شب قدر	نماز
	70- اجازت	جہاد	30- اعکاف	8- نماز کے اوقات
	71- رتاق	50- فحس	معاہلات	9- اذان
	72- تقدیر	51- جزیرہ	31- خرید و فروخت	10- نماز کا طریقہ
	73- ایمان اور نذر	کتاب الانبیاء	32- سلم	11- نماز جمعہ
	74- قسم	52- مناقب	33- شفعہ	12- نماز خوف
	75- میراث	53- صحابہ کی فضیلت	34- کرایہ داری	13- عیدین کی نماز
	قضا	54- انصار کی فضیلت	35- حوالات	14- وتر کی نماز
	76- حدود	55- غزوات کا بیان	36- کفالت	15- بارش کی نماز
	77- عمارتیں (کافر اور مرتد)	56- تفسیر القرآن	37- دکالت	16- کسوف کی نماز
	78- وصیت	57- فضائل قرآن	مزارعت	17- سجدہ عطاوت
	79- استتار	معاشرت	38- مساقات	18- مسافر کی نماز
	80- مرتد کی توبہ	58- نکاح	39- قرض	19- تہجد کی نماز
	81- حیلے بہانے	59- طلاق	40- نزاع	20- نماز کی فضیلت
	82- خواب کی تعبیر	60- عدت	41- لفظ	21- نماز میں عمل کثیر
		61- نفقہ	42- ظلم اور غصب	22- سجدہ سہو
				23- نماز جنازہ

انفرادی سنتیں

مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کیجیے۔ یہ سنتیں فرد کی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں یا ان باتوں سے، جنہیں ہم آداب کہتے ہیں۔

1- سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا سنت ہے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **كُلْ بِيَمِينِكَ** (مسلم، کتاب الأشربة، باب 13، حدیث 5387)
 ”اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔“

2- سنت سے اعمال کی قبولیت اور عدم قبولیت معلوم ہوتی ہے:

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ

(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب 2، حدیث 557)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”طہارت کے بغیر نماز قبول ہوتی ہے، نہ حرام مال سے خیرات۔“

3- ہر نماز سے پہلے، مسواک کرنا سنت ہے:

لَوْلَا أَنِ اشْتَقُّ عَلَىٰ أُمَّتِي (أَوْ عَلَىٰ النَّاسِ) لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ
 ”اگر میں اپنی امت پر (یا فرمایا لوگوں پر) گراں محسوس نہ کرتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔“ (بخاری، کتاب الجمعة، باب 8، حدیث 895)

4- پریشانی میں نفل نماز پڑھنا سنت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطوع، باب 23، حدیث 1321)
 ”رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی مصیبت یا تکلیف پیش آتی تو آپ نماز پڑھتے۔“

5- عیدین کی نماز کے بعد خطبہ دینا سنت ہے: (جبکہ نماز جمعہ میں خطبہ پہلے ہوتا ہے)

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

(بخاری، کتاب العیدین، باب 8، حدیث 971)

”رسول اللہ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ عیدین کی نمازیں، خطبہ دینے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔“

6- عید کے دن مختلف راستے اختیار کرنا سنت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ

(بخاری، کتاب العیدین، باب 24، حدیث 994)

”عید کے دن رسول اللہ ﷺ (عید گاہ آتے اور جاتے ہوئے) مختلف راستے اختیار کرتے تھے۔“

7- پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنا سنت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ

(النسائی، کتاب الصیام، باب 70، حدیث 2376)

”رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔“

8- کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے: (کھانے کے آداب)

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذَكَّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

(مسلم، کتاب الأشربة، باب 13، حدیث 5378)

”شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔“

9- ٹیک لگا کر کھانا خلاف سنت ہے:

لَا أَكُلُ مُتَّكِمًا

(بخاری، کتاب الأطعمة، باب 13، حدیث 5453)

”میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔“

10- میٹھی اشیاء اور شہد کھانا سنت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلُ

(بخاری، کتاب الأطعمة، باب 32، حدیث 5486)

”رسول اللہ ﷺ میٹھی چیزیں اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔“

11- تین سانسوں میں پینا سنت ہے (پینے کے آداب):

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا

(مسلم، کتاب الأشربة، باب 16، حدیث 5406)

”پیتے وقت رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔“

12- اونچا پانچا ہمہ پہننا سنت ہے: (لباس کے آداب)

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلَاءَ ، لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(بخاری، کتاب اللباس، باب 2، حدیث 5843)

”جو شخص بھی تکبر سے اپنے کپڑے نیچے لٹکائے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔“

13- ہر شناسا اور اجنبی کو سلام کرنا سنت ہے:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ

السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ (بخاری، کتاب الایمان، باب 6، حدیث 12)

”ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”(لوگوں کو) کھانا کھلانا، اور ہر شناسا اور ہر اجنبی کو سلام کرنا۔“

14- چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنا سنت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا
مِنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی، کتاب المناقب، باب 10، حدیث 4002)
عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت ہے ”میں نے نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔“

انفرادی سنتوں سے اجتماعی سنتیں افضل ہیں

یہ تو انفرادی سنتوں کا ذکر تھا۔ آگے اجتماعی سنتوں کی مثالیں آ رہی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے
بطور تمہیدیہ بات سمجھ لیجیے کہ انفرادی سنتوں کے مقابلے میں، اجتماعی سنتیں افضل ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی دو سنتوں میں سے ایک کا انتخاب کرنے کے لیے، اہم اور غیر اہم سنتوں کا تعین کرنا
ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک مجلس صحابی تھے۔ وہ جمعے کی نماز، مسجد نبوی ﷺ میں پڑھ کر زیادہ
ثواب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ رسول اللہ ﷺ کے خطبے سے بھی مستفید ہونا چاہتے تھے۔ لیکن اس
نیک نیتی کے باوجود، ایک اہم اور اجتماعی سنت اور فریضے پر، بروقت عمل کرنے کی سعادت سے محروم رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے علی الصبح جس مشن پر آپؐ کو مامور کیا تھا، وہ مشن انفرادی سنت
اور اس کے ثواب سے کہیں زیادہ عظیم تھا۔ اس واقعے کی تفصیل، ترمذی کی اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ
فِي سَرِيَّةٍ ، فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَعَدَا أَصْحَابَهُ ، فَقَالَ : اتَّخَلَّفُ فَأُصَلِّيَ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ أَحَقَّهُمْ ، فَلَمَّا صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَاهُ ،
فَقَالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَقَالَ : أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ
أَحَقَّهُمْ فَقَالَ : لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ .

(ترمذی، کتاب الصلاة، باب 268، حدیث 5304)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے، حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ایک چھوٹے

لشکر کے ساتھ، جہاد پر جانے کا حکم دیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عبداللہؓ کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق صبح صبح روانہ ہو گئے، لیکن عبداللہ بن رواحہؓ نے سوچا ” میں جمعہ کی نماز نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں پڑھنے کے لیے، رک جاتا ہوں اور پھر جلدی جلدی آگے لشکر سے جا ملوں گا۔ جب عبداللہ بن رواحہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی، تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ لیا اور پوچھا: ”عبداللہ! تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح صبح سفر پر کیوں نہیں نکلے؟ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا ”میں نے سوچا نماز جمعہ آپ ﷺ کے ساتھ پڑھ لوں (تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو جائے) پھر ان سے جا ملوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عبداللہ! اب اگر دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر دو تو صبح صبح نکلنے والے لوگوں کے درجے کو نہ پاسکو گے۔“

حلال و حرام میں سنت (حدیث) کا مقام

Status of Hadith in Lawful & Unlawful

شریعت میں، جس طرح قرآن سے کوئی چیز حرام ہو سکتی ہے، سنت سے بھی حرام ہو سکتی ہے۔ حلال و حرام کا تعلق، انسان کی انفرادی زندگی سے بھی ہے اور اجتماعی زندگی سے بھی۔ مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کیجیے۔ یہاں سنت، آداب سے بڑھ کر قانون کے دائرے میں داخل ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر:

سنت کی رو سے، کم نشہ آور چیز بھی حرام ہے

مَا سَكَّرَ كَثِيرُهُ ، فَاقْلِيلُهُ حَرَامٌ .

(سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب 5، حدیث 3683)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جس چیز کی بڑی مقدار نشے میں مبتلا کرے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے“

مردوں کے لیے ریشم اور سونا، سنت کی رو سے حرام ہے

إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ ، وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ : إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي .

(سنن ابی داؤد ، کتاب اللباس ، باب 13 ، حدیث 4059)

نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں 'ریشم' اور بائیں ہاتھ میں 'سونا' لے کر فرمایا:
”یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“

مندرجہ بالا دو حدیثیں بطور مثال پیش کی گئی ہیں ورنہ یہ ایک طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ حلال و حرام کے معاملات میں ، سنت کی کتنی اہمیت ہے۔

اجتماعی سنتیں

سنت (حدیث) کی قانونی حیثیت (Legal Status)

عدالتی فیصلوں میں سنت کے مقام کا تعین بے شمار احادیث سے ہوتا ہے۔ عدالت ، ایک اجتماعی ادارہ ہے۔ جو حکومت کی طرف سے قائم کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت ، اس اہم ادارے کی تشکیل میں بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وہ نہ صرف قانون دیتی ہے ، بلکہ قانون کے صحیح نفاذ کو یقینی بناتی ہے ، اور عدالت کے آداب کی وضاحت بھی کرتی ہے۔ ایک مثال درج ذیل ہے۔

فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ ، فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ ، كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ ، فَإِنَّهُ آخَرَى أَنْ يُتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ .

(سنن ابی داؤد ، کتاب الأفضیة ، باب 6 ، حدیث 3584)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ” جب آپ کے سامنے دو فریق اپنا معاملہ لے کر بیٹھیں ، تو ان کا فیصلہ اس

وقت تک نہ کرنا جب تک کہ آپ دوسرے فریق کی بات نہ سن لیں، جس طرح آپ نے پہلے فریق کی سنی ہے کیونکہ فیصلے کے نفاذ کے لیے تمام پہلوؤں کا تمہارے سامنے واضح ہونا ضروری ہے۔“

چوتھائی دینار سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹنا سنت ہے

تُقَطَّعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبْعِ دِينَارٍ. (بخاری، کتاب الحدود، باب 14، حدیث 6877)

”ایک چوتھائی دینار کی چوری میں، چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔“

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنت کی قانونی حیثیت بھی ہے۔ ورنہ

مخض قرآنی آیت وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (المائدہ: 38)

”اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔“

سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چوری پر، چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا چاہے وہ ایک روپے،

ایک روٹی اور ایک پھل ہی کی کیوں نہ ہو۔

قرآن کی اس آیت میں، ”ید“ (ہاتھ) کاٹنے کا حکم ہے۔ عربی زبان میں ”ید“ کا اطلاق مہو نچہ،

کہنی اور پورے بازو پر ہو سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ کی سنت صراحت کرتی ہے کہ اس سے مراد ”مہو نچہ“ ہے۔

قانون تعزیرات میں سنت کی اہمیت

(Status of Hadith in Discretionary punishment Law)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلْدَاتٍ إِلَّا فِي حَدِّ مِّنْ حُدُودِ اللَّهِ

(بخاری، کتاب المحاربین، باب 29، حدیث 6933)

”کسی شخص کو حدود اللہ کی سزاؤں کے علاوہ کسی اور جرم میں، دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہیں دی جائے گی“

’حدود‘، اسلام میں درج ذیل جرائم پر نافذ کی جاتی ہیں:

- | | |
|--------------------|---------------------------------|
| 1- زنا (حدِ رجم) | 2- قتل عمد (حدِ قصاص) |
| 3- بہتان (حدِ قذف) | 4- چوری اور ڈاکوئی (حدِ قطع ید) |

5- شراب نوشی (حد جلد) 6- ارتداد (حد قتل)

7- اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت (حد قتل یا جلا وطنی)

اللہ کی مقرر کردہ سزائیں 'حدود' کہلاتی ہیں۔ اور اسلامی عدالت کا جج بعض کم تر جرائم پر جو سزا دیتا ہے اسے 'تعزیر' کہتے ہیں۔ تعزیرات میں دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ حدود کی ساری سزائیں ضروریاتِ خمسہ کے تحفظ کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔

ضروریاتِ خمسہ (مقاصدِ شریعت) اور اسلامی سزائیں

مقاصدِ شریعت پانچ (5) ہیں۔ انہیں ضروریاتِ خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔ شریعت کے تمام احکام کے مقاصد ان پانچ میں سے ہی ہوں گے۔ اسلامی سزائیں بھی ان احکام میں شامل ہیں۔ اسلامی سزاؤں کی ایک ایک مثال نیچے دی جا رہی ہے۔

- 1- حفظ جان: اس مقصد کے لیے، قتل کی صورت میں "قصاص" کی سزا رکھی گئی ہے۔
- 2- تحفظ مال: اس مقصد کے لیے، چوری اور ڈاکوئی کی صورت میں "قطع ید" کی سزا رکھی گئی ہے۔
- 3- تحفظ عزت و نسب: اس مقصد کے لیے، زنا اور بہتان طرازی کی صورت میں "رجم اور جلد" کی سزائیں رکھی گئی ہیں۔
- 4- تحفظ عقل: اس مقصد کے تحفظ کے لیے، شراب نوشی وغیرہ کی صورت میں "کوڑوں" کی سزا رکھی گئی ہے۔
- 5- حفظ دین: اس مقصد کے لیے، ارتداد اور بغاوت کی صورت میں "قتل" کی سزا رکھی گئی ہے۔

سنت (حدیث) کی آئینی حیثیت (Constitutional Status)

دستوری اور آئینی اعتبار سے دیکھیے۔ سنت سے ریاست (State) کی اور شہریوں کی ذمہ داریوں کی تفصیل ملتی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں کا اعلان فرمایا تو ارشاد ہوا۔

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ،

کُحْرَمَةٌ يَوْمِكُمْ هَذَا . (بخاری ، کتاب الحج ، باب 133 ، حدیث 1766)

"یقیناً تم پر تمہاری جان ، مال اور عزت اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن"

اس حدیث اور آگے آنے والی حدیث سے انسانوں اور مسلمانوں کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کا تعین ہوتا ہے۔

فَقَدْ حَرَمْتُ عَلَيْنَا دِمَاؤَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَ حَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

(بخاری، کتاب الصلاة، باب 28، حدیث 394)

”پس (شہریوں کی) جان و مال ہم پر (ریاست پر) حرام ہے۔ الا یہ کہ جان و مال ہی کا کوئی حق ان پر قائم ہو اور ان کے باطن کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔“

حکومت کی ذمے داریوں کا تعین بھی سنت کر سکتی ہے۔ بخاری اور مسلم میں زکوٰۃ کے سلسلے میں روایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکومت کا کام ہے کہ ”وہ امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور اپنے غریب شہریوں میں تقسیم کرے۔“ (اسی سے ملتی جلتی حدیث آگے ملاحظہ فرمائیں)

زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کا تقسیم کرنا سنت ہے

إِنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً، تَتَّخِذُ مِنْ أَعْيَاءِهِمْ فُتْرًا عَلَىٰ فُقَرَاءِهِمْ

(بخاری، کتاب الزکاة، باب 64، حدیث 1521)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے مسلمانوں پر ایک صدقہ (زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے مال داروں سے لیا جائے گا اور اُن کے حاجت مندوں پر لوٹایا جائے گا۔“

بے سہارا لوگوں کی حکومتی سرپرستی سنت ہے

فَالسُّلْطَانُ وَلِيٌّ مِّنْ لَاَ وِلِيٍّ لَهُ (ترمذی، کتاب النکاح، باب 14، حدیث 1125)

”حکمران (حکومت) ہر اس شخص کا سرپرست ہے، جس کا کوئی سرپرست نہیں۔“

مَنْ تَرَكَ مَالًا، فَلِيُورَثْتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَلْيُنَا.

(بخاری، کتاب الاستقراض، باب 11، حدیث 2437)

”جو شخص (مرنے کے بعد) مال چھوڑے، تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔ اور اگر وہ ذمے

داریوں (قرض وغیرہ) کا بار چھوڑ جائے تو وہ ہمارے (یعنی حکومت کے) ذمے ہے۔“

مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا سنت ہے

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَهَا (الْجِزْيَةَ) مِنْ مَجُوسِ هَجْرٍ .

(بخاری ، کتاب الجزية ، باب 1 ، حدیث 3193)

”رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔“

سنت کے ذریعے، ذمیوں کے حقوق کو قانونی ضمانت دی گئی ہے

Rights & Privileges of Non-Muslims in Hadith

اسلامی ریاست میں سنت کے ذریعے، ذمیوں کے حقوق کو قانونی ضمانت دی گئی ہے۔ مندرجہ

ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت غیر مسلموں کے لیے بھی ایک رحمت ہے۔

مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الدِّمَةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا

لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا (نسائی ، کتاب القسامة ، باب 14 ، حدیث 4766)

”جو کوئی ذمی کا قتل کرے گا وہ شخص جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا حالانکہ اس کی

خوشبو ستر (70) سال کی مسافت تک پائی جائے گی۔“

وراثت میں دادی کو چھٹا حصہ دینا سنت ہے

أَعْطَاهَا (الْجَدَّةُ) السُّدُسَ .

(موطا امام مالک ، کتاب الفرائض ، باب 8 ، حدیث 1080)

”رسول اللہ ﷺ نے (دادی کو میت کی وراثت میں سے) چھٹا حصہ عطا فرمایا۔“

معاشرت میں سنت (حدیث) کا مقام

اب ذرا معاشرت کے دائرے میں دیکھیے۔ خواتین کا اصل دائرہ کار ان کا اپنا گھر ہے۔ سنت، معاشرت کے احکام کی بھی تشریح کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل دد اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

ضروریات کے لیے عورت کا گھر سے نکلنا سنت کی رو سے جائز ہے

قَدْ اَذِنَ (اللَّهُ) لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ

(بخاری، کتاب النکاح، باب 116، حدیث 5292)

”یقیناً (اللہ تعالیٰ) نے تم عورتوں کو اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت

دے دی ہے۔“

عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا سنت سے ثابت ہے

اِذَا اسْتَاذَنْتْ امْرَاَةٌ اَحَدِكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعُهَا .

(بخاری، کتاب الاذان، باب 166، حدیث 881)

”اگر تم میں سے کسی کی بیوی تم سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو تمہیں چاہیے کہ

تم اس کو منع نہ کرو۔“

ظاہر ہے عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا ایک اجتماعی معاملہ ہے۔

خلاصہ..... حدیث و سنت کا دائرہ کار

- 1- حدیث و سنت کا دائرہ کار ، انفرادی زندگی میں بھی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی۔
- 2- وجی پر مشتمل اسلامی تعلیمات کے دو (2) بنیادی مآخذ (Source) ہیں۔
(a) قرآن مجید - (b) صحیح اور حسن احادیث۔
- 3- حدیث اور سنت کے سلسلے میں ، بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر حدیث اور ہر سنت ، قرآن و سنت کے مجموعی نظام کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ صرف ایک قرآنی آیت ، ایک حدیث اور ایک سنت کی بنیاد پر ، دین یا کسی دینی حکم کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔
- 4- حدیث کی بیشتر کتابوں میں ، زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں احادیث ملتی ہیں۔
- 5- انفرادی معاملات اور آدابِ زندگی میں بھی ، حدیث یا سنت ، سند اور حُجَّت ہوتی ہے۔
- 6- حلال و حرام کے معاملات میں بھی ، حدیث یا سنت ، دلیل اور حُجَّت ہوتی ہے۔
- 7- وصیت اور وراثت کے معاملات میں بھی ، حدیث حُجَّت ہوتی ہے۔
- 8- حُدُودُ اللّٰہ (اسلامی سزاؤں) اور قانونِ تعزیرات میں بھی ، حدیث یا سنت ، حُجَّت ہوتی ہے۔
- 9- عدالتی معاملات میں بھی ، حدیث حُجَّت ہوتی ہے۔
- 10- دستوری اور آئینی معاملات میں بھی ، حدیث یا سنت حُجَّت (Authority) ہوتی ہے۔

سوالات / مشق

- 1- صحیح مسلم کے عنوانات کا جائزہ لیجیے اور اپنی کاپی پر تمام کتب اور ابواب کے نام لکھیے ، تاکہ آپ کے ذہن میں احادیث کے دائرہ کار کے بارے میں اجمالی تصور قائم ہو جائے۔
- 2- مشکاة المصابیح کے عنوانات کا جائزہ لیجیے اور اپنی کاپی پر تمام کتب اور ابواب کے نام لکھیے ، تاکہ آپ کے ذہن میں احادیث کے دائرہ کار کے بارے میں اجمالی تصور قائم ہو جائے۔
- 3- دین اسلام کے انفرادی احکام اور اجتماعی احکام کی دس دس مثالیں ایک تقابلی جدول (Comparative Table) کے ذریعے بیان کیجیے۔



• دوسرا باب

سنت میں توازن

اور

اعتدال

رسول اللہ ﷺ کی سنت میں توازن اور اعتدال لازمی ہے

سنت کے سلسلے میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت میں خیر ہی خیر ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جس سنت کو جتنا درجہ دیا ہے اسے اتنا ہی درجہ دیا جانا چاہیے۔ اپنے ذاتی ذوق کی بنیاد پر رسول ﷺ کی بعض سنتوں کی حدودِ اعتدال کو پامال کرتے ہوئے نہ تو انہیں بہت زیادہ بڑھایا جاسکتا ہے۔ جس سے بعض دیگر ضروری سنتوں پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے اور نہ ہی نیک نیتی سے بعض سنتوں کو غیر ممکن العمل سمجھ کر ترک کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حدیث پر غور کیجیے۔

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ أَبِي حُمَيْدِ الطَّوِيلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ
جَاءَ ثَلَاثُهُ رَهْطًا إِلَى بَيْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، يَسْتَلُونَ عَنْ
عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَهُمْ تَقَالُوهَا،
فَقَالُوا: وَإَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غَفِرَ لَهُ، مَا تَقَدَّمَ مِنْ
ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ،

قَالَ أَحَدُهُمْ ”أَمَا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا“

وَقَالَ الْآخَرُ: ”أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ“

وَقَالَ الْآخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوِّجُ أَبَدًا

فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ :

أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذًا وَكَذًا ، أَمَا وَاللَّهِ !

إِنِّي لَا خَشَاكُمْ لِلَّهِ ، وَاتَّقِكُمْ لَهُ ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأَفِطْرُ ،

وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنِّي

سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي . (بخاری ، کتاب النکاح ، باب 1 ، حدیث 5118)

حضرت حمید بن ابی حمید الطویل سے روایت ہے انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو فرماتے

ہوئے: سنا: تین صحابی ، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس حاضر ہوئے اور

نبی کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں دریافت کیا جب انہیں بتایا گیا ، تو انہوں نے آپؐ

کی عبادت کو کم سمجھا اور آپس میں کہا: نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں ہمارا کیا مقام ہے

؟ ان کی تو اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف کر دی گئی ہیں۔ (لہذا ہمیں آپ ﷺ سے زیادہ

عبادت کرنی چاہیے) ان میں سے ایک نے کہا: ”میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔“

(آرام نہیں کروں گا) دوسرے نے کہا: ”میں عمر بھر روزے رکھوں گا اور کبھی ترک نہیں

کروں گا۔“ تیسرے نے کہا: ”میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔“

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان سے پوچھا ”کیا واقعی تم نے ایسا اور ایسا کہا

ہے؟ (ان کے اقرار پر) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”خبردار! اللہ کی قسم! میں تم

سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں ، لیکن میں کبھی

(نفل) روزہ رکھتا ہوں اور کبھی ترک بھی کر دیتا ہوں ، رات کو قیام بھی کرتا ہوں

اور آرام بھی کرتا ہوں ، میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ (یاد رکھو) جس

نے میری سنت سے منہ موڑا ، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“

دینِ اسلام ، جس توازن اور اعتدال کا سبق دیتا ہے ، اس کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل

حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

دین صرف یہی نہیں ہے کہ سنت پر عمل کیا جائے، بلکہ سنت پر توازن و اعتدال کے ساتھ عمل کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ میں کچھ لوگ دین کا فہم اور تفقہ زیادہ رکھتے تھے۔ اور کچھ کم۔ رسول اللہؐ نے حضرت سلمانؓ کی تائید اور تصویب فرما کر، بعض غیر معتدل رجحانات کی اصلاح فرمائی۔

توازن کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ملے

صحیح البخاری کی مندرجہ ذیل حدیث پر غور کیجیے۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : أَخَى النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَرَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَدِّلَةً فَقَالَ لَهَا : " مَا شَأْنُكَ ؟ " . قَالَتْ : " أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا " . فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا ، فَقَالَ : " كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ " قَالَ : مَا أَنَا بِأَكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ " فَأَكَلَ . فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ ، قَالَ : " نَمْ " فَنَامَ . ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ . فَقَالَ " نَمْ " . فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ : " قُمْ الْآنَ " قَالَ : فَصَلِّ يَا سَلْمَانُ : " إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِلْأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقِّ حَقَّهُ " . فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " صَدَقَ سَلْمَانُ "

(بخاری، کتاب الأدب، باب 86، حدیث 6209)

حضرت عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت

سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو درداءؓ کے درمیان مواخات کی (حضرت سلمانؓ مہاجر تھے اور حضرت ابو درداءؓ مدینے کے مقامی انصار)۔ ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ (جب وہ الگ رہنے لگے) حضرت ابو درداءؓ سے ملنے ان کے گھر گئے۔ انھوں نے اُمّ درداءؓ کو غمگین پایا۔ تو دریافت کیا: یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ اُمّ درداءؓ نے کہا: ”تمہارے بھائی ابو درداءؓ کو اب دنیا سے کوئی رغبت نہیں رہی“ (حضرت سلمانؓ نے بھانپ لیا کہ ان کے شوہر پر، درویشی اور رہبانیت کا غلبہ ہے)۔ اتنے میں ابو درداءؓ بھی آپہنچے۔ ابو درداءؓ نے حضرت سلمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا اور کہا: ”چلیے! آپ شروع کیجیے! میں تو روزے سے ہوں۔“ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ”میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک آپ بھی نہ کھائیں گے۔“ (حضرت سلمانؓ کے اصرار پر حضرت ابو درداءؓ نے نقلی روزہ توڑ کر) کھانا کھایا۔ پھر جب رات میں ابو درداءؓ نماز کے لیے اٹھنے لگے تو حضرت سلمانؓ نے کہا: ”سو جائیے۔“ وہ سو گئے۔ پھر وہ کچھ وقفے کے بعد نماز کے لیے اٹھنے لگے۔ کہا: ”سو جائیے۔“ پھر جب رات کا آخری حصہ آیا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ ”اب اٹھ جائیے۔“ راوی کہتے ہیں: پھر دونوں نے مل کر نماز تہجد ادا کی۔

پھر حضرت سلمانؓ نے، حضرت ابو درداءؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ،

وَلِلْأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ“

”یقیناً تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہارے نفس کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ اور تمہارے اہل و عیال کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ تمہیں (انتہا پسندی اور رہبانیت سے بچتے ہوئے، اور توازن اور اعتدال سے کام لیتے ہوئے) ہر حق دار کو اس کا حق دینا چاہیے۔“

حضرت ابو درداءؓ ، نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعے کا ذکر کیا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے

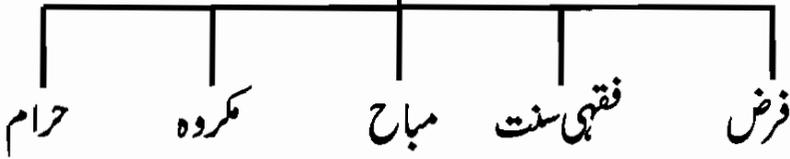
ارشاد فرمایا۔ ”سلمانؓ نے سچ کہا“

سنت میں اصولِ خمسہ کو پیش نظر رکھیے

سنت پر عمل کرنے کی نیت کے ساتھ ساتھ، آدی کے پاس حکمت اور دانائی بھی ہونی چاہیے۔ ورنہ وہ اخلاصِ نیت کے باوجود راہِ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بے شمار سنتوں میں سے اُسے یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ کون سی سنت، فرض کا درجہ رکھتی ہے۔ اور کون سی اس سے کم درجہ۔

اہمیت کے اعتبار سے اوامر و نواہی کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ شریعت میں، تمام احکام دین (اوامر و نواہی) کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انہیں اصولِ خمسہ یا احکامِ خمسہ کہتے ہیں۔

احکامِ خمسہ



فرض : وہ عمل جس کا کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس کے مقابل میں **حرام** ہے۔
فقہی سنت : وہ عمل، جس کا کرنا بہتر ہے اس کے مقابل **مکروہ** ہے۔
مباح : وہ عمل جس کے کرنے میں نہ ثواب ہے اور نہ گناہ۔
مکروہ : وہ عمل جس سے بچنا بہتر ہے۔ اس کے مقابل میں **فقہی سنت** ہے۔
حرام : وہ عمل جس سے بچنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس کے مقابل میں **فرض** ہے۔

سنت میں رخصت سے فائدہ اٹھائیے

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی گئی سہولتوں اور رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کو تقویٰ کے اعلیٰ معیار سے کم تر سمجھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث سے اس رویے کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : صَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا ، فَرَخَّصَ فِيهِ ، فَتَنَزَّرَ عَنْهُ قَوْمٌ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ : مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ ، فَوَ اللَّهُ ! إِنِّي لَا أَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ ، خَشِيئَةً . (بخاری ، کتاب الأدب ، باب 72 ، حدیث 6168)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا پھر لوگوں کو اس کی رخصت دے دی۔ لیکن کچھ لوگوں نے اُس رخصت اور سہولت کو اختیار کرنے سے گریز کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا !

” کیا وجہ ہے کہ جو کام میں کرتا ہوں ، کچھ لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں؟

اللہ کی قسم! میں لوگوں کی نسبت، اللہ کی منشا اور مرضی سے زیادہ واقف ہوں۔

اور لوگوں کی نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔“

(یعنی تم لوگ نہ تو مجھ سے زیادہ اللہ کے احکامات سے واقف ہو سکتے ہو۔ اور نہ ہی مجھ سے

زیادہ متقی بن سکتے ہو۔ تمہیں بھی اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہیے)

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی بننے کی کوشش نہ کیجیے

بعض درویش صفت لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رخصت کے بجائے عزیمت اختیار کرنے کے معاملے میں انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور انہیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھ جانے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن کی زندگی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ (کامل نمونے) کا درجہ رکھتی ہے۔ ایسے افراد کے لیے یہ حدیث اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ ، فَصَامَ النَّاسُ ، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ

مَاءٍ فَرَفَعَهُ، حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ، ثُمَّ شَرِبَ،
فَقِيلَ لَهُ، بَعْدَ ذَلِكَ : إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ ،
فَقَالَ : ” أَوْلَيْكَ الْعُصَاةُ ، أَوْلَيْكَ الْعُصَاةُ “ .

(مسلم ، کتاب الصیام ، باب 15 ، حدیث 2666)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینے میں فتح مکہ کے لیے (مدینہ سے) مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ نے روزہ بھی رکھا۔ لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ جب کراغ غمیم کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے (روزہ توڑنے کے لیے) پانی کا پیالہ منگوا کر اونچا کیا۔ یہاں تک کے لوگوں نے اس (پیالے) کو دیکھ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی پی لیا۔ کچھ دیر بعد ، آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے ابھی تک روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

” یہ لوگ نافرمان ہیں، یہ لوگ نافرمان ہیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی بعض افراد ایسے پائے جاتے تھے، جو اپنے آپ کو زیادہ مضبوط اور اپنے نفس پر زیادہ قدرت رکھنے والے سمجھتے تھے۔ سفر کی حالت میں اسلام ہم کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار دیتا ہے۔ گرمی کی ہدایت میں ، جب خیر البشر اور خیر الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے روزہ توڑ دیا تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کی سنت پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ یہ لوگ عتاب نبوی ﷺ کے مستحق بنے اور ’نافرمان‘ کہلائے۔

مندرجہ بالا حدیث ، قرآنی حکم:

لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعَهَا (البقرة: 286)

” اللہ تعالیٰ کسی نفس پر ، اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا “

کی عملی تفسیر ہے۔

خلاصہ.....سنت میں توازن اور اعتدال

- 1- احادیث اور سنت کی پیروی میں ، اعتدال اور توازن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ، ایسا نہ ہو کہ آدمی صرف عبادات میں مشغول ہو جائے اور بیوی بچوں سے غافل ہو جائے ، یا پھر ملازمت ، کاروبار اور رزقِ حلال سے غافل ہو جائے۔
- 2- اعتدال اور توازن کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہر مقدار کو اُس کا حق ملے۔ مسلمان کو اللہ کا حق بھی ادا کرنا چاہیے ، اپنے نفس کے حقوق بھی پورے کرنے چاہئیں۔ اپنے اہل و عیال ، رشتے دار ، پڑوسی وغیرہ سب کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔
- 3- اسلام پر توازن و اعتدال کے ساتھ عمل کرنے کے لیے اصولِ خمسہ کی معرفت ضروری ہے۔
اصولِ خمسہ یہ ہیں :
- (1) فرض (2) فقہی سنت (3) مباح (4) مکروہ (5) حرام
- 4- رسول اللہ ﷺ اگر کسی معاملے میں رخصت عطا کریں تو سنتِ رسول کی پیروی میں ، خوشدلی سے اس رخصت کو قبول کرنا چاہئے۔
- 5- رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہماری عافیت ہے اور سنت کی مخالفت میں ہمارا خسارہ۔
- 6- رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی بننے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے ، آپ رُوئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے ، اس طرح کے بعض غیر معتدل لوگوں کو آپ ﷺ نے ”نافرمان“ فرمایا ہے۔
(صحیح مسلم ، 2,666)



سوالات

- 1- عقیدے اور فکر کے توازن کا ، عملی توازن و اعتدال سے کیا تعلق ہے؟
- 2- امت مسلمہ کو أُمَّتٌ وَاسِطَةٌ (البقرة: 243) کہا گیا ہے۔ اس آیت کا مطلب مختلف تفسیروں سے معلوم کیجیے اور اس کی روشنی میں ، توازن و اعتدال پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
- 3- آپ اپنے چوبیس (24) گھنٹوں کو کس طرح تقسیم کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی اپنے وقت کی

منصوبہ بندی کی؟ (Time Management)

- (a) ذاتی آرام ، نیند ، حاجات وغیرہ کے لیے وقت؟
- (b) عبادات کے لیے وقت؟
- (c) اہل و عیال کے لیے وقت؟
- (d) تعلیم اور مطالعے کے لیے وقت؟
- (e) دعوت و تبلیغ اور خدمتِ خلق کے لیے وقت؟



• تیسرا باب

حدیث اور قرآن

کا

باہمی تعلق

حدیث اور قرآن کے باہمی تعلق کی مختلف صورتیں

اب ایک اور پہلو سے سنت کا مطالعہ کیجیے۔ کیا ہم سنت کے بغیر قرآن مجید کے احکام سمجھ سکتے ہیں؟ کیا وحی الہی پر مبنی اس اہم دولت کو نظر انداز کر کے قرآن مجید کی تفسیر کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ قرآن اور سنت ایک ہی منبع کی دو نہریں ہیں۔ اور دونوں میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن رکعتوں کی تعداد اور طریقہ نماز کا تعین سنت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں زکوٰۃ کا حکم ہے۔ لیکن شرح زکوٰۃ کا تعین سنت سے ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کے باہمی تعلق کی مختلف نوعیتوں اور صورتوں کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ کے افادات سے مندرجہ ذیل نکات ملاحظہ فرمائیے۔

1- بعض اوقات ، حدیث اور قرآن میں کلی معنوی مطابقت ہوتی ہے:

جیسے بخاری اور مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث میں، رسول اللہ ﷺ نے جو تین باتیں بتائیں ، ان کی تصدیق اور مطابقت سورۃ فرقان کی آیات سے ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

(a) أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ؟ قَالَ : أَنْ تَدْعُوَ لِلَّهِ نِدَاءً وَهُوَ خَلَقَكَ

(b) قَالَ : ثُمَّ أَيُّ ؟ قَالَ : أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ

(c) قَالَ ثُمَّ أَيُّ ؟ قَالَ : أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ .

فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَهَا

(a) ” وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

(b) وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

(c) وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا .“

(مسلم، کتاب الایمان، باب 39، حدیث 268)

- (a) ”اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟“
 فرمایا: ”تم اللہ کے ساتھ کسی نِدَ (مَدِّ مقابل) کو پکارو، جب کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔“
 (b) اس نے پوچھا۔ پھر کون سا گناہ؟
 فرمایا: ”شرکتِ طعام کے خوف سے تم اولاد کو قتل کرو۔“
 (c) پوچھا ”پھر کون سا گناہ؟“
 فرمایا: ”پڑوسی کی بیوی سے بدکاری“

ان ارشادات کی تصدیق میں سورۃ الفرقان کی ان آیات کا نزول ہوا۔

- (a) ”جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے“
 (b) ”اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے“
 (c) ”اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔“

2- بعض اوقات حدیث، قرآنی الفاظ کے کئی ممکنہ معانی میں سے، ایک مخصوص

معنی کا تعین کرتی ہے:

مثلاً تیسری طلاق کے بعد بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. (البقرة: 230)

”پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی، تو وہ

عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی، الا یہ کہ اس کا ”نکاح“ کسی دوسرے شخص سے ہو۔“

عربی زبان میں نکاح کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس آیت میں ”نکاح“ سے

مراد جنسی تعلق ہے۔ اسی قسم کے ایک واقعے میں رسول اللہ نے ایک عورت سے فرمایا:

حَتَّى تَذُوقِي غُسَيْلَتَهُ. (بخاری، کتاب الشهادات، باب 3، حدیث 2678)

”یہاں تک کہ تو اس (دوسرے شوہر) کا شہد نہ چکھ لے (پہلا شوہر تجھے حلال نہ ہوگا)“

3- بعض اوقات حدیث، بعض قرآنی افعال کے ”فَاعِل“ کا تعین کرتی ہے:

مثلاً عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى . (عبس 2-1)

” ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آ گیا۔“

اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون ترش رو ہوا؟ اور اعْمَى (اندھا) کون ہے؟ سنت

سے عَبَسَ وَتَوَلَّى کے ”فَاعِل“ کی صراحت ہوتی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور

”اعْمَى“ (اندھے) حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ ہیں۔

4- بعض اوقات حدیث، قرآن کے عام قاعدے کا استثناء (Exception) بیان کرتی ہے:

جیسے قرآن میں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ . (المائدہ: 3)

” تم پر حرام کیا گیا ہے مُردار “ (یعنی ہر مردار جانور حرام ہے)

لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عام قاعدے کے دو مستثنیات ہیں۔

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَاتِنِ ، الْخَوْتُ وَالْجَرَادُ .

(سنن ابن ماجہ ، کتاب الصيد ، باب 9 ، حدیث 3339)

” ہمارے لیے دو (2) مردار حلال کیے گئے ہیں۔ مردہ مچھلی اور مردہ نڈی (Locusts)۔

5- بعض اوقات حدیث، کسی قرآنی قانونی شق میں، ضمنی شق

(sub-clause) کا اضافہ کرتی ہے:

مثال کے طور پر قرآن کہتا ہے:

A- تربیت یافتہ شکاری کتے کا شکار حلال ہے۔ (المائدہ: 5)

B- اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر تربیت یافتہ شکاری کتے کا شکار ، حرام ہوگا۔

C- لیکن ان دو باتوں کے درمیان ایک تیسری صورت بھی ہو سکتی ہے۔ تربیت یافتہ کتا، اگر شکار میں سے، خود کچھ کھالے تو کیا ایسا شکار حلال ہوگا یا حرام؟ اس درمیانی صورت کا کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت قرآن سے نہیں ملتی۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی حرام ہوگا۔

عَنْ عِدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ قُلْتُ: إِنَّا نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ لِي: إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ، وَإِنْ قَتَلَ، إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَاتَا كُلُّ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَنَّ إِنَّمَا أَمْسَكُهُ عَلَى نَفْسِهِ. (سنن ابی داؤد، کتاب الصيد، باب 2، حدیث 2850)

”حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہم ان کتوں کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو، اس پر اللہ کا نام لے کر چھوڑ دو تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑ رکھے اسے کھا سکتے ہو۔ اگر چوہ شکار مرچکا ہو، لیکن اگر کتا اس شکار کو کھالے تو پھر اس شکار کا گوشت نہ کھانا! کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں کتے نے اس شکار کو اپنے لیے شکار نہ کیا ہو۔

سنت کے ذریعے ضمنی شق کے اضافے کی ایک اور مثال

قرآن کہتا ہے: مُحْرِمٍ (حاجی) کے لیے، شکار ممنوع ہے اور ”عمداً“ (جان بوجھ کر) شکار کرنے پر جرمانہ واجب ہے۔ (المائدہ: 96)

لیکن یہ نہیں معلوم کہ اگر کوئی آدمی ”غلطی سے“ شکار کرے تو کیا حکم ہے؟ حدیث نبوی ﷺ اس درمیانی صورت کی وضاحت کرتی ہے کہ اگر کوئی آدمی غلطی سے شکار کرے، تب بھی اس پر جرمانہ واجب ہو جائے گا۔

بعض اوقات حدیث، قرآنی حکم کی علت (سبب Cause) بیان کرتی ہے: -6

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ . (النساء: 23)

”اور یہ بھی تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو (بیک وقت) جمع کرو“
یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اسے کیوں حرام کیا ہے؟ اس کی کیا علت ہے؟ سنت اس
علت کی صراحت کرتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

(ابن حبان)

وَإِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَطَعْنْتُمْ أَرْحَامَكُمْ .

”جب تم ایسا کرو گے تو اپنی قرابتیں کاٹ ڈالو گے۔“

7- بعض اوقات حدیث، قرآنی حکم کی توسیع کرتی ہے:

قرآن کہتا ہے کہ دو سگی بہنوں کو، بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں رکھنا حرام ہے (النساء: 23)
حدیث اس حکم میں اضافہ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ خالہ اور سگی بھانجی کو بیک وقت اور اسی
طرح پھوپھی اور سگی بھتیجی کو بھی بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رکھا جا سکتا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا

وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا . (بخاری، کتاب النکاح، باب 28، حدیث 5165)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کو اس کی پھوپھی کے
ساتھ، اسی طرح کسی عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ، بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

8- بعض اوقات حدیث، کسی قرآنی حکم کی علت (سبب) بیان کرتی ہے اور پھر

عِلَّتْ كِي مَقْدَارِ كَابِهِي تَعِين كرتي هے:

”قرآن نے شراب (خمر) کو حرام ٹھہرایا “ إِنَّمَا الْخَمْرُ (المائدہ: 90-91)

سوال یہ ہے کہ ”خمر“ کی تعریف کیا ہے؟

حدیث اس کی تشریح کرتی ہے۔ اور شراب کی حرمت کی علت (سبب) بیان کرتی ہے۔

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ (مسلم، كتاب الاشرية، باب 7، حدیث 5339)

”ہر نشہ آور چیز ”خمر“ ہے، اور ہر خمر حرام ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ عِلَّتْ یعنی سبب نشہ ہے۔ اب ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نشہ ہی حرام ہے، تو تھوڑی بہت پینے میں کیا مضائقہ ہے؟ سنت اس کا جواب دیتی ہے، اور نہ صرف یہ کہ علت بیان کرتی ہے، بلکہ علت کی مقدار کا تعین بھی کرتی ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا: مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَفَلِيلُهُ حَرَامٌ۔

(سنن نسائی، کتاب الأشربة، باب 25، حدیث 5628)

”جس شے کی کثیر مقدار نشہ کا باعث بنے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔“

9۔ بعض اوقات حدیث، قرآن کے ظاہری حکمِ اِبَاحَتِ کو ”واجب“ قرار دیتی ہے:

مندرجہ ذیل دو آیتوں پر غور کیجیے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں ہمیں اجازت دے دی گئی ہے کہ ہم دل چاہے تو کریں دل چاہے نہ کریں۔ (فرض یا واجب نہیں ہے) لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر عمل کرنا ”واجب“ اور ضروری ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا . (البقرة: 159)

”یقیناً صفا اور مردہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں، اگر وہ ان دونوں کے درمیان طواف کر لے۔“

لیکن بخاری اور مسلم کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ”سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ، واجب ہے۔“

(بخاری، کتاب الحج، باب 79، حدیث 1668)

دوسری مثال دیکھیے، قرآن کہتا ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ

”کوئی مضائقہ نہیں، اگر تم نماز میں اختصار کرو،

إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا . (النساء: 101)

جب تمہیں خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔“

یہاں ”لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ“ کے الفاظ سے غلط فہمی نہ ہو کہ قصر کرنے کی اجازت ہے، قصر کرنا فرض نہیں ہے۔

حدیث وضاحت کرتی ہے کہ نہ صرف حالت خوف، بلکہ ”حالت سفر“ میں بھی، قصر کرنا چاہیے (بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک، قصر کرنا واجب ہے)۔

10- بعض اوقات حدیث، قرآن کے بظاہر خاص، کو عام کر دیتی ہے:

قرآن کہتا ہے:

﴿وَرَبَّائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ﴾ (النساء: 23)

”بیوی کے پہلے خاندن کی (لاڑکیاں) نئے شوہر کے لیے حرام ہیں (جو تمہاری نگرانی میں پرورش پاری ہیں“

قرآن کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف ”زیر تربیت“ (فی حُجُورِكُمْ) (

سوتیلی بیٹیاں حرام ہیں۔ لیکن حدیث وضاحت کرتی ہے کہ سوتیلی بیٹیاں، والد کے لیے

حرام ہیں۔ چاہے وہ اس کے زیر تربیت ہوں یا نہ ہوں۔

11- بعض اوقات حدیث، قرآن کے دو احکامات کے درمیان پائی جانے والی

درمیانی صورت کا حکم بیان کرتی ہے:

قصاص کے سلسلے میں قرآن کا ارشاد ہے:

﴿الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأَنْثَى﴾ (البقرہ: 178)

”آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس ”آزاد“ ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ ”غلام“

ہی قتل کیا جائے، اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس ”عورت“ ہی سے قصاص لیا جائے۔“

اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اگر عورت مرد کو قتل کر دے یا کوئی مرد عورت کو قتل کر دے، تو ایسی

صورتوں میں قصاص کی سزا نافذ ہوگی یا نہیں؟ سنت اس درمیانی صورت کا حکم بھی بتاتی ہے۔

حدیث میں ہے:

الْمُؤْمِنُونَ تَكَافُؤًا دِمَاؤُهُمْ . (نسائی ، کتاب القسامۃ ، باب 13 ، حدیث 4763)

”تمام مسلمان خون میں یکساں ہیں (مرد اور عورت کو قتل کرے تب بھی وہ قتل کیا جائے گا)۔“

12- بعض اوقات حدیث، قرآنی حرمت کے حکم میں توسیع کرتی ہے:

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرِّضَاعَةِ﴾ (النساء: 23)

”اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (بھی تمہارے لیے حرام ہیں)۔“

اس آیت سے صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن حرام ٹھہرتی ہے، لیکن سنت، اس حکم کی توسیع کرتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوا:

يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (مسلم، کتاب الرضاع، باب 2، حدیث 3652)

”جو رشتے نسب سے حرام ہو جاتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔“

یعنی دودھ پینے والے بچے کے لیے، دودھ پلانے والی خاتون کی نند (بچے کی پھوپھی)، خاتون کی بہن (بچے کی خالہ)، خاتون کی پوتی (بچے کی بھتیجی) خاتون کی نواسی (بچے کی بھانجی) بھی (ماں اور بہن کے علاوہ) حرام ہو جاتی ہیں اور ان سے نکاح حرام ہے۔

13- بعض اوقات، حدیث، قرآنی حکم کا نصاب مقرر کرتی ہے:

قرآن کہتا ہے:

﴿وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدہ: 38)

”اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو“

بظاہر قرآن کے اس حکم سے معمولی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ چوری کی سزا کا نصاب مقرر کرتی ہے چنانچہ فرمایا گیا:

لَا تَقْطَعُ يَدَ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا.

(مسلم، کتاب الحدود، باب 1، حدیث 4494)

”ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر، ہاتھ کاٹا جائے گا۔“

14- حدیث، قرآنی حکم کے فرض اور مستحب صورتوں کا تعین کرتی ہے:

قرآن کہتا ہے:

﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ (المائدہ: 6)

”جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ کو دھولو۔“

قرآن کے اس حکم سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو فرض ہے۔ لیکن حدیث نبوی ﷺ بتاتی ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو فرض نہیں ہے۔ صرف بے وضو کے لیے فرض ہے اور با وضو آدمی، اگر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرے گا تو، یہ اس کے لیے باعثِ ثواب ہوگا۔

﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قُلْتُ: فَأَنْتُمْ، مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ،

قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي الصَّلَاةَ كُلَّهَا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ مَا لَمْ نُحَدِّثْ﴾

(ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب 44، حدیث 60)

”عمرو بن عامر انصاری سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ کو فرماتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے: میں (راوی) نے پوچھا: آپ خود کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تک ہم بے وضو نہیں ہوتے تھے، اس وقت تک ایک ہی وضو سے تمام نمازیں پڑھ لیا کرتے تھے۔“

15- حدیث، قرآنی نواقض وضو میں اضافہ کرتی ہے:

قرآن کہتا ہے:

﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنَ الْغَائِطِ﴾ (المائدہ: 6)

”یا تم میں سے کوئی شخص رنج حاجت کر کے آئے (تو اس پر بھی وضو فرض ہے)۔“

اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ صرف ”رفع حاجت“ (پیشاب اور پاخانے) سے وضو ٹوٹتا ہے، لیکن حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ”نیند“ اور ”ہوا کے اخراج“ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسرے معنوں میں حدیث نبوی کی وجہ سے، دوسرے نواقض وضو کا اضافہ ہوا ہے۔

a- لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا .

(بخاری، کتاب الوضوء، باب 36، حدیث 177)

” (نمازی) جب تک آواز یا بدبو نہ پائے، نماز کو توڑ کر نہ پھرے (یعنی وضو کے لیے نہ جائے)۔“

b- إِنَّ الْوُضُوءَ لَا يَجِبُ إِلَّا عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا ، فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ

اسْتَرْخَتْ مَقَاصِلُهُ . (ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب 57، حدیث 77)

”وضو صرف اسی نیند پر واجب ہے، جس میں (انسان) لیٹ جائے، کیونکہ جب وہ لیٹ کر سو جاتا ہے تو اس کے اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔“

16- بظاہر مخالف قرآن احادیث، کی تطبیق کے مختلف طریقے:

قرآن اور حدیث دونوں چونکہ وحی الہی پر مبنی ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان تصادم و تناقض کا ہونا ایک امر محال ہے۔ البتہ بعض اوقات، تناقض ظاہری کا شبہ ہو سکتا ہے، حالانکہ فی الواقع تناقض موجود نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں علمائے قرآن و سنت ایسی تاویل کرتے ہیں، جس سے تناقض دور ہو جاتا ہے۔ اسے تطبیق کہتے ہیں۔ مثلاً حدیث کہتی ہے:

إِنَّ الْمَيِّتَ لِيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ . (بخاری، کتاب الجنائز، باب 32، حدیث 1298)

”یقیناً اہل خانہ کے رونے پینے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔“

جب کہ قرآن کہتا ہے:

﴿الَّذِينَ تَرَوْنَ وَآزْرَةً﴾ وَرَزَّ أُخْرَى ﴿ (النجم 38)

”کوئی (نفس) دوسرے (نفس) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا“

یہاں حدیث، بظاہر قرآن کے خلاف نظر آ رہی ہے۔

- پہلی تاویل : امام بخاری نے اس کی بہت خوبصورت توجیہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔
”یہ اس صورت میں ہو گا جب (میت یعنی) مرنے والا ، نوحہ و ماتم پر عمل پیرا رہا ہو اور اسی طرح اس نے اہل و عیال کی بھی تربیت کی ہو۔“
- دوسری تاویل : حضرت عائشہؓ نے اس حدیث کو، راوی کا وہم، قرار دیا اور قرآن سے استدلال کیا۔
- تیسری تاویل : امام قرطبیؒ نے مندرجہ ذیل آیت پیش کی۔
﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لِّاتُّصِبِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال : 25)
”اس فتنے سے ڈرو، جو خاص، صرف ظلم کرنے والوں سے نہیں چپے گا بلکہ عام فتنہ ہوگا“
یعنی بعض اوقات ایسے فتنے برپا ہو جاتے ہیں۔ جس کی سزا ، ظالموں کے علاوہ ، دیگر لوگوں کو بھی دی جاتی ہے۔
امام ابن القیمؒ کا ارشاد ہے ”صحیح احادیث کا ، مخالف قرآن ہونا محال ہے۔“

قرآن فہمی کے مستند ذرائع (Authentic Sources)

مندرجہ بالا امور سے واضح ہو گیا کہ قرآن اور سنت کو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جاسکتا۔ سنت کے بغیر، قرآن کی تفسیر ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی اس طرح کی مذموم کوشش کرے گا تو وہ خود بھی بھٹکے گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ اور دنیا و آخرت کی رسوائی حاصل کرے گا۔ اس جگہ مناسب ہوگا کہ قرآن فہمی کے مستند ذرائع اور غیر مستند ذرائع کا ذکر کر دیا جائے، تاکہ ترجیحات کا واضح تعین ہو جائے۔ مولانا عبدالغفار حسن نے ایک جگہ تفسیر قرآن کے مختلف ذریعوں کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن فہمی کے مختلف ذرائع

- 1- قرآن کو قرآن ہی سے سمجھا جائے (الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا)
- 2- قرآن کا اپنا سیاق و سباق
- 3- روایات یعنی تعاملی اُمت
- 4- اخبارِ آحاد۔ صحیح اور حسن روایات

- 5- صحابہؓ بالخصوص عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ کے آثار
- 6- عربی زبان کی مہارت 7- عربوں کے تمدن اور ان کے حالات سے واقفیت
- 8- کتبِ سماوی

قرآن فہمی کی راہ میں دو بڑی رکاوٹیں

- 1- جو شخص قرآن سمجھنا چاہتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالی الذہن ہو۔ اپنے مخصوص نظریات کے لیے، قرآن میں نظائر ڈھونڈنا ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ اسے چاہیے کہ قرآن کے مطابق، اپنے نظریات کو بدلتا رہے۔ اپنے نظریات کے مطابق، قرآن کو نہ ڈھالے۔ اپنے نظریات پر قائم رہ کر، قرآن کی تاویل کرنا فہم قرآن کی راہ میں پہلی رکاوٹ ہے۔
- 2- قرآن فہمی کی راہ میں، دوسری رکاوٹ قرآن کو محض تبرک کے لیے پڑھنا ہے۔ اور یہ سمجھنا ہے کہ ہمارے لیے تلاوت ہی کافی ہے۔ جو شخص، پہلے سے ہی یہ طے کر لے کہ میں تو محض ثواب اور تبرک کے لیے قرآن پڑھ رہا ہوں، وہ کبھی قرآن فہمی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ یہ دوسری رکاوٹ ہے۔

قرآن فہمی کے غیر مستند ذرائع

(Unauthentic Sources)

- یہاں یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن فہمی کے غیر مستند ذرائعوں کا بھی مختصر ذکر کر دیا جائے۔
- 1- ضعیف حدیثیں
 - 2- موضوع (جھوٹی) حدیثیں
 - 3- کشف اور خواب
 - 4- پچھلی آسمانی کتابوں کی محرف آیات
 - 5- اسرائیلیات (تلمود وغیرہ کی داستانیں)

خلاصہ..... حدیث اور قرآن کا باہمی تعلق

- 1- آسمانی وحی دو (2) چیزوں پر مشتمل ہے۔ قرآن اور سنت۔
- 2- قرآن اور سنت میں ایک گہرا باہمی تعلق ہوتا ہے، ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

- 3- صحیح اور مستند احادیث کے بغیر ، قرآن کو سمجھنا ناممکن ہے۔
- 4- حدیث یا تو قرآنی الفاظ کا مطلب بتاتی ہے ، یا فاعل کا تعین کرتی ہے یا استثنائی قانون بیان کرتی ہے ، یا ضمنی شق کا اضافہ کرتی ہے ، یا قرآنی حکم کی علت بیان کرتی ہے ، یا علت کا سبب بیان کرتی ہے ، یا حکم کی اباحت یا وجوب کی وضاحت کرتی ہے ، یا خاص کو عام کرتی ہے یا کسی حکم میں توسیع کرتی ہے۔
- 5- کوئی صحیح اور مستند حدیث ، کبھی قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ یہ امر محال ہے۔ بالفرض کبھی طالب علم کو ظاہری طور پر قرآن و سنت میں تضاد اور تناقض (Contradiction) محسوس ہوتا اسے کسی بڑے عالم سے رجوع کرنا چاہیے۔ اس پر بھی تشفی نہ ہو تو توقف کرتے ہوئے غور و فکر کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے ، ایک نہ ایک دن تطابق کی کوئی صورت ضرور سامنے آجائے گی۔
- 6- قرآن فہمی کی راہ میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ (a) پہلے سے قائم کردہ نظریات۔ (b) قرآن کو محض تبرک کے طور پر پڑھنا اور اس میں غور و فکر سے اجتناب کرنا۔
- 7- قرآن فہمی کے لیے مستند ذرائع حسب ذیل ہیں۔ خود قرآن ، اُس کا سیاق و سباق ، تعامل اُمت ، اخبار آحاد ، اقوال صحابہؓ ، عربی زبان کی مہارت ، عربوں کا تمدن اور کتب سماوی۔
- 8- قرآن فہمی کے لیے غیر مستند ذرائع حسب ذیل ہیں۔ ضعیف حدیثیں ، جھوٹی حدیثیں ، کشف اور خواب ، بچھلی کتابوں کی مُحَوَّف آیات اور اسرائیلیات۔

سوالات

- 1- منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ہمارے لیے قرآن کافی ہے۔ ایک مختصر مضمون سے وضاحت کیجیے کہ حدیث کے بغیر ، کیا صرف قرآنی احکام پر انحصار کیا جاسکتا ہے؟
- 2- بعض لوگ ضعیف اور جھوٹی احادیث کی بنیاد پر ، تشکیک کا شکار ہو کر ، صحیح اور حسن احادیث کو بھی مسترد کر دیتے ہیں۔ دین کے کے مستند اور غیر مستند ذرائع کی روشنی میں ، ان کے طرز عمل پر روشنی ڈالیے۔
- 3- قرآن فہمی کے راستے میں کون کون سی رکاوٹیں اور مشکلات ہیں؟ آپ کے اپنے تجربات کیا ہیں؟

● چوتھا باب

حدیث
اور
کتابتِ حدیث

حدیث اور کتابتِ حدیث

حدیث کے مختلف معانی

1- حدیث کا لغوی معنی:

حدیث کا لغوی معنی جدید یا نئی چیز ہے۔

2- حدیث کا اصطلاحی معنی:

لیکن ایک اصطلاح کی حیثیت سے، حدیث سے مراد ہر وہ خبر ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی گئی ہو۔ جو رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، یا تقریر پر مبنی ہو۔ حدیث کی جمع مُکسَّر "أحادیث" ہے۔ نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں۔

1- حدیثِ قولی 2- حدیثِ فعلی 3- حدیثِ تقریری،

(ان کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔)

سنت کے مختلف معانی

1- سنت کا لغوی معنی:

سنت کا لغوی مفہوم، راستہ، طریقہ یا قاعدہ ہے۔

2- سنت کا شرعی معنی:

شریعت میں، جب سنت کا لفظ، قرآن کے ساتھ (قرآن و سنت) استعمال کیا جائے تو ایک ماخذِ قانون (Source of Law) کی حیثیت سے اس کا معنی "حدیث" کا ہوگا۔ یعنی قرآن، وحیِ جلی اور سنت، وحیِ خفی ہے۔ اور "حدیث" کا لفظ "سنت" کا مترادف ہوگا۔

3- سنت اور حدیث :

عموماً ”سنت“ اور ”حدیث“ کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن بعض علماء، سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے ثابت شدہ اقوال، افعال اور تقریر لیتے ہیں۔ اور حدیث سے مراد رسول اللہ ﷺ سے منسوب اقوال، افعال اور تقریر لیتے ہیں۔ چاہے وہ ثابت شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک ”حدیث“ عام ہے اور ”سنت“ خاص۔

4- سنت اور بدعت :

بعض اوقات ”سنت“ کا لفظ ”بدعت“ کے مقابل (بطور متضاد) استعمال کیا جاتا ہے ایسی صورت میں ”سنت“ سے مراد، عبادات کے وہ مشروع طریقے یا وہ خاص بیختمیں ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ اور ”بدعت“ سے مراد ، وہ غیر مشروع عبادات اور نو ایجاد کردہ طور طریقے ہیں ، جو گمراہ لوگوں نے دین کے نام پر جاری کیے ہیں اور جو سنت سے ثابت نہیں ہیں، لیکن لوگ سنت سمجھ کر ان پر عمل کرتے ہیں۔

سنت کا فقہی مفہوم

علم فقہ کی اصطلاح میں ”سنت“ سے مراد ”غیر فرض“ مشروع اعمال ہیں۔

(a) ”فرض“ سے مراد وہ فعل ہے ، جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہے۔ جس کے بجالانے میں ثواب اور چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔ فرض وہ حکم ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور جس کا منکر کافر ہو جاتا ہے

(b) ”سنت راجحہ (Regular)“ (سنت مؤکدہ، Emphasized, Asserted)

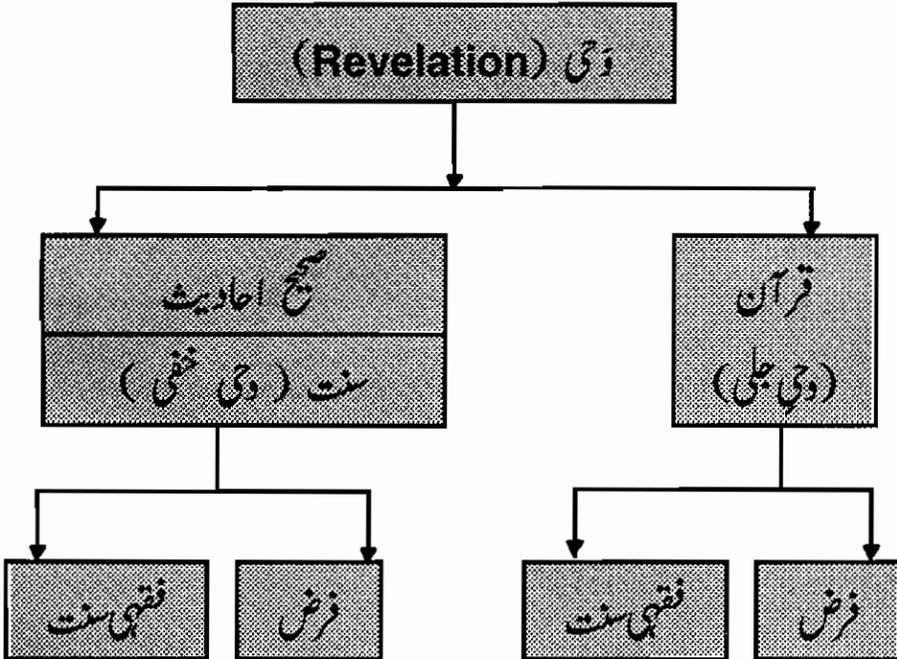
سے مراد ، رسول اللہ ﷺ کا وہ عمل ہے ، جو آپ نے اکثر کیا ہو۔ لیکن کبھی کبھار چھوڑ بھی دیا ہے۔ جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔ البتہ اس عمل کو بلا عذر ترک کرنے پر ملامت

اور باز پرس کا اندیشہ ہے۔

(c) ”سنت غیر راتبہ (Irregular)“ (سنت غیر مؤکدہ) سے مراد رسول اللہ ﷺ کا وہ عمل ہے، جو آپ نے کبھی کبھار کیا ہے اور اکثر چھوڑ دیا ہے۔ جس کے کرنے میں ثواب ہے، اور نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔ یہ وہ سنت ہے جو بلا عذر بھی ترک کی جاسکتی ہے۔ اس بات کو البتہ ذہن نشین کر لیجیے کہ سنت کا ترک کرنا اور چیز ہے اور سنت کی تخفیف اور بے توقیری دوسری چیز ہے۔ حدیث اور سنت کی بے توقیری، انسان کو کفر کی حد تک لے جاسکتی ہے۔

فرض حکم، کبھی قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی سنت سے۔ اسی طرح غیر فرض حکم (فقہی سنت) بھی، قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہو سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چارٹ پر غور کیجیے اور اگلے صفحہ پر مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔



قرآن سے فرض اور واجب حکم کی مثال

علم فقہ کی رو سے، جو شخص کھڑا ہو سکتا ہو، اس کے لیے نماز میں کھڑا ہونا ”فرض“ ہے۔ نماز میں ”قیام“ کی فرضیت پر پوری امت کا ”إجماع“ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ . (البقرة: 238)

”نماز کے لیے (خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔“

قرآن کا ہر حکم، فرضیت کا درجہ نہیں رکھتا

قرآن کا ہر حکم فرضیت کا درجہ نہیں رکھتا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدة: 2)

”اور جب تم (فراغتِ حج کے بعد) احرام اتار دو تو شکار کرو“

اس آیت سے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احرام اتارنے کے بعد شکار کرنے کا حکم فرض کر دیا

گیا ہے۔ لیکن یہ حکم فرضیت کا درجہ نہیں رکھتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اگر تم چاہو تو شکار کر

سکتے ہو۔ یعنی احرام کی حالت میں شکار پر جو پابندی لگائی گئی تھی وہ اب ختم ہو چکی ہے۔ دراصل، یہ

قرآنی حکم، مباح کا درجہ رکھتا ہے۔ یعنی اس کے کرنے میں نہ تو ثواب ہے اور نہ ہی اس کے نہ

کرنے میں گناہ۔

سنت سے ایک فرض حکم کی مثال

مثلاً سنت سے یہ حکم ثابت ہے کہ:

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ -

(بخاری ، کتاب الفرائض ، باب 26 ، حدیث 6850)

”مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔“

لیکن فقہی اعتبار سے یہ حکم فرض کے دائرے میں ہے ، محض کوئی سفارش نہیں ہے۔

سنت (یعنی حدیث) سے ایک غیر فرض حکم (یعنی سنت) کی مثال

صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا

النَّاسُ سُنَّةً (بخاری ، کتاب الاعتصام بالكتاب ، باب 28 ، حدیث 7456)

”مغرب (کی فرض نماز) سے پہلے (دور کعتیں نماز) ادا کرو!۔“

دو دفعہ فرمانے کے بعد تیسری بار لوگوں کے اسے سنت بنا لینے کے خدشے کی وجہ سے فرمایا: جس کا دل چاہے

اس حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے وہ ”فرض“ کا درجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ”فقہی سنت“ کا درجہ رکھتا ہے۔

اصطلاحی سنت کی مختلف قسموں کا خلاصہ

1- محدثین کی اصطلاح میں ، سنت کا لفظ عموماً ”حدیث“ کا مترادف ہے ، بلکہ اس میں

وہ سیرت کو بھی شامل سمجھتے ہیں ۔

2- فقہاء کی اصطلاح میں ، سنت کا لفظ ، غیر فرض مشروع عمل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

3- اصولیین کی اصطلاح میں ، سنت کا لفظ ، رسول ﷺ کے اس قول فعل اور تقریر کے لیے

مخصوص ہے۔ جو آپ ﷺ سے بحیثیت نبی صادر ہوا ہو ۔

کتابت حدیث

یہاں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مختصراً ، کتابت حدیث کے سلسلے میں چند باتیں لکھ دی جائیں تاکہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے۔ حدیث کی کتابت کے بارے میں ، صحابہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا کہ احادیث نبوی ﷺ لکھی جائیں یا نہ لکھی جائیں۔ کیوں کہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں اقوال موجود تھے۔ دراصل ، رسول اللہ ﷺ نے پہلے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی ، اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ابتدائی حکم :

رسول اللہ ﷺ نے ، ابتداء میں احادیث کو صرف بیان کرنے کا حکم دیا اور کتابت سے منع فرمایا۔ مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے :

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : "لَا تَكْتُبُوا عَنِّي . وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ ، وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ (قَالَ هَمَامٌ "أَحْسِبُهُ قَالَ) مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ."

(مسلم ، کتاب الزهد و الرقائق ، باب 17 ، حدیث 7702)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

”میری طرف سے کچھ نہ لکھو! اگر کسی نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے مٹا دے۔ مجھ سے حدیث بیان کرو! کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ جس نے مجھ پر (راوی ہمام کے خیال میں آپ نے فرمایا) جانتے بوجھے جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“

رسول اللہ ﷺ کا آخری حکم :

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ، بعد میں احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔
اس سلسلے میں ، ہمیں مندرجہ ذیل حدیثیں ملتی ہیں۔

1. عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَصْرَ اللَّهِ إِمْرًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا - (ترمذی ، کتاب العلم ، باب 7 ، حدیث 2870)

”اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ اور خوش و غم رکھے! جس نے میری بات سنی ، اسے یاد کیا اور محفوظ رکھا اور پھر دوسروں تک اسے پہنچایا۔“

2. اَيْتُونِي بِكِتَابٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ .

(بخاری ، کتاب العلم ، باب 38 ، حدیث 214)

”میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ کہ میں تمہیں ایک ایسی بات لکھوادوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔“

ابتدا میں رسول اللہ ﷺ نے کیوں منع کیا تھا ؟

رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں ، اس لیے منع فرمایا تھا کہ کہیں یہ قرآن اور کتبِ قرآن سے خلط ملط نہ ہو جائے۔ بعد میں ، جب یہ اندیشہ باقی نہ رہا تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس بارے میں علماء کی تحقیق یہ ہے۔

1- ممانعت ابتدائی حکم ہے اور اجازت اس کی ناسخ ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری)

2- رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں منع فرمایا پھر کتب کی اجازت دی۔ (ابن جوزئی۔ رسالۃ الناسخ والمنسوخ)

- 3- رسول اللہ نے ابتدا میں ”کتابت“ سے منع فرمایا، پھر ”مکتابت و تَقْفِید“ کی اجازت دے دی۔
(ابن قتیبہؒ - تاویل مختلف الحدیث)

حاصل کلام:

ابتدا میں ، صرف ’بیان‘ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اس میں یہ احتیاط بھی برتی گئی کہ کوئی غلط اور جھوٹی بات آپ سے منسوب نہ ہو جائے۔ چنانچہ تنبیہ کی گئی کہ جو رسول اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا ، اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ ان ارشادات کی روشنی میں ، پہلے پہل احادیث روایت کی گئیں اور نہایت احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ روایت کی گئیں۔ پھر وہ دور آیا جب ان روایت کردہ احادیث کو ’مکتابت‘ کے ذریعے محفوظ کر لیا گیا۔

خلاصہ..... حدیث اور کتابت حدیث

- 1- علم حدیث کی اصطلاح میں ، رسول اللہ ﷺ کے قول ، فعل ، یا تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔
- 2- سنت کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے ، لیکن علم حدیث میں اس سے مراد حدیث ہی ہے۔
- 3- علم حدیث میں سنت کا مطلب ، رسول اللہ ﷺ کا قول ، عمل یا تقریر ہے ، جبکہ علم فقہ میں سنت سے مراد ، غیر فرض عمل (Non-Obligatory) ہے۔
- 4- علم فقہ میں ، قرآن کا ہر حکم ، فرض کا درجہ نہیں رکھتا۔ قرآن کے بعض احکامات فرض ہوتے ہیں ، بعض مستحب اور بعض مباح۔
- 5- قرآن کی طرح ، حدیث کے احکامات کی بھی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں۔ بعض حدیثیں فرض کا درجہ رکھتی ہیں۔ بعض نفل اور مستحب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور بعض مباح حکم کی نشاندہی کرتی ہیں۔

کتابت حدیث:

- 1- ابتداء میں رسول اللہ ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع کر دیا ، صرف زبانی روایت کی اجازت دی تھی۔
- 2- جب قرآن مجید کی کتابت مکمل ہو گئی تو حدیث کی زبانی روایت کے علاوہ ، کتابت کی بھی اجازت دے دی گئی۔ متعدد صحابہؓ نے احادیث لکھیں۔

سوالات

- 1- قرآن مجید سے ، ڈھونڈ کر پانچ (5) ایسے احکام بتائیے ، جو فرض نہیں ہیں ، بلکہ مستحب ہیں۔
- 2- صحیح احادیث سے ، ڈھونڈ کر پانچ (5) ایسے احکام بتائیے ، جو فرض ہیں۔

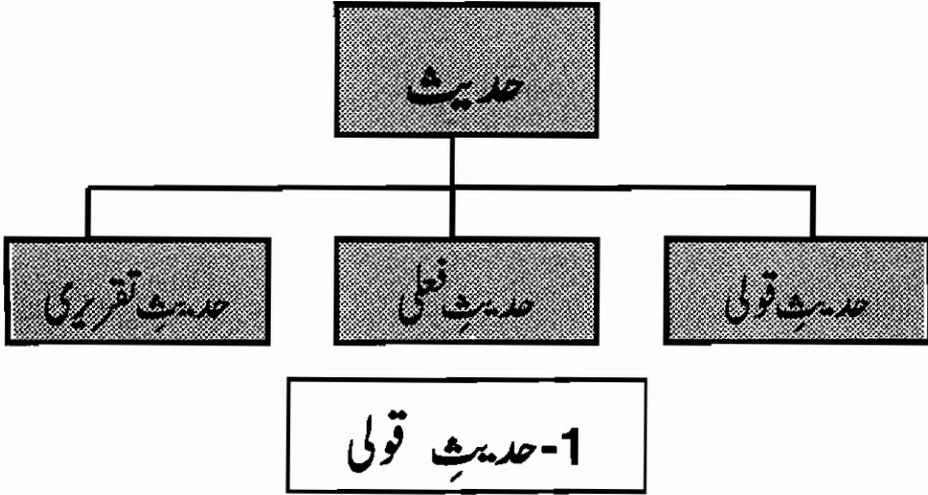


• پانچواں باب

نوعیت کے اعتبار
سے
حدیث کی قسمیں

نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

نوعیت کے اعتبار سے ، حدیث کی تین (3) قسمیں ہیں - قوی ، فعلی اور تقریری



حدیث قوی ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ کے قول پر مبنی ہو۔

حدیث قوی کی مثال

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: "صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا، خَيْرٌ مِنْ

أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ." (بخاری، کتاب فضل الصلاة، باب 1،

حدیث 1199)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنا ، مسجد حرام (مکہ المکرمہ) کے

علاوہ ، دوسری تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے (ثواب کے اعتبار سے) ایک ہزار گنا

افضل ہے۔"

2- حدیثِ فعلی

حدیثِ فعلی ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ کے عمل پر مبنی ہو۔

حدیثِ فعلی کی مثال

عَنْ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا .
حضرت ابن ابی اوفیٰ سے روایت ہے ، انہوں نے کہا: ” ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
چھ یا سات لڑائیوں میں حصہ لیا۔

كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ . (بخاری ، كتاب الزبائح ، باب 13 ، حدیث 5557)
ہم آپ کے ساتھ بڈی (Locust) کھایا کرتے تھے۔“

3- حدیثِ تقریری

حدیثِ تقریری ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ کا قول یا عمل نہ ہو، بلکہ صحابہؓ کا
قول یا عمل ہو ، جو آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوا۔ اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ یا آپ
کے سامنے کسی عمل کا ذکر کیا گیا اور آپ نے خاموشی اختیار فرما کر ، سند جواز فراہم کر دی۔ دوسرے
لفظوں میں ، وہ عمل یا قول ، جسے آپ ﷺ نے گوارا فرمایا اور برقرار رکھا ، سنتِ تقریری یا حدیثِ
تقریری کہلاتا ہے۔

حدیثِ تقریری کی مثال

سنن ابی داؤد کی صحیح حدیث ہے:

ایک دن رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس لوٹے (تو حضرت عائشہؓ کے پاس آئے) اس وقت گھر کی الماری پر پردہ لٹک رہا تھا۔ اچانک ہوا چلی تو حضرت عائشہؓ کی پڑی ہوئی گڑیاؤں پر سے پردہ سرک گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ! مَا هَذَا؟ یہ کیا ہے؟ بَنَاتِي (یہ میری گڑیاں ہیں)

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسَطِهُنَّ؟ (ان کے درمیان میں، میں کیا دیکھ رہا ہوں)

فرمایا: فَرَسٌ (گھوڑا)، پوچھا: اس گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟

فرمایا: دوہرے ہیں۔ پوچھا: گھوڑا اور اس کے پر بھی!

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ کیا آپ نے نہیں سنا؟ حضرت سلیمان بن داؤد کے گھوڑے پر والے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب 62، حدیث 4934)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں گوجسے حرام ہیں، لیکن چھوٹے بچوں کے کھلونے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ بچوں کی گڑیاں اور گھوڑے وغیرہ کے اصنام اور تماثیل جائز ہیں۔ ان کا رسول اللہ نے نہ تو حکم دیا اور نہ ان پر عمل کیا۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے عمل کو گوارا فرمایا۔ یہ سنتِ تقریری کی ایک مثال ہے۔

حدیث تقریری کی ایک اور مثال

عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ رَكَعَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَاةِ الصُّبْحِ رَكَعَتَانِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكَعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهَا، فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ.

(سنن ابی داؤد ، کتاب التطوع ، باب 6 ، حدیث 1269)

حضرت قیس بن عمرو کہتے ہیں۔ ”نبی اکرمؐ نے ایک آدمی کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو فرمایا ”صبح کی نماز تو دو رکعت ہے“ اس آدمی نے جواب دیا ”میں نے فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں ، لہذا اب پڑھی ہیں۔ رسولؐ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے (یعنی اس کی اجازت دے دی)۔“

اس حدیث تقریری سے معلوم ہوا کہ فجر کی فرض نماز کے بعد، فجر کی سنتیں ادا کی جاسکتی ہیں۔



خلاصہ..... نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

- 1- نوعیت کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ قولی ، فعلی اور تقریری۔
- 2- قولی حدیث ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ کے قول پر مبنی ہو۔
- 3- فعلی حدیث ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو رسول اللہ ﷺ کے فعل پر مبنی ہو۔
- 4- تقریری حدیث ، اس حدیث کو کہتے ہیں ، جو نہ تو رسول اللہ ﷺ کا قول ہو اور نہ فعل ، بلکہ وہ قول اور عمل ہے ، جو آپ کے سامنے کیا گیا ہو ، اور جس پر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ، گوارا اور برداشت کیا ، جس کی نہ تو تردید کی اور نہ انکار کیا۔ ایسا قول اور عمل جائز ہوتا ہے ، اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ منع فرمادیتے۔

سوالات

- 1- صحیح مسلم میں سے تین قولی احادیث ڈھونڈیے اور اپنی کاپی پر لکھیے۔
- 2- صحیح مسلم میں سے تین فعلی احادیث ڈھونڈیے اور اپنی کاپی پر لکھیے۔
- 3- صحیح مسلم میں سے تین تقریری احادیث ڈھونڈیے اور اپنی کاپی پر لکھیے۔



● چھٹا باب

علمِ روایت
اور
علمِ درایت

علمِ روایت اور علمِ درایت

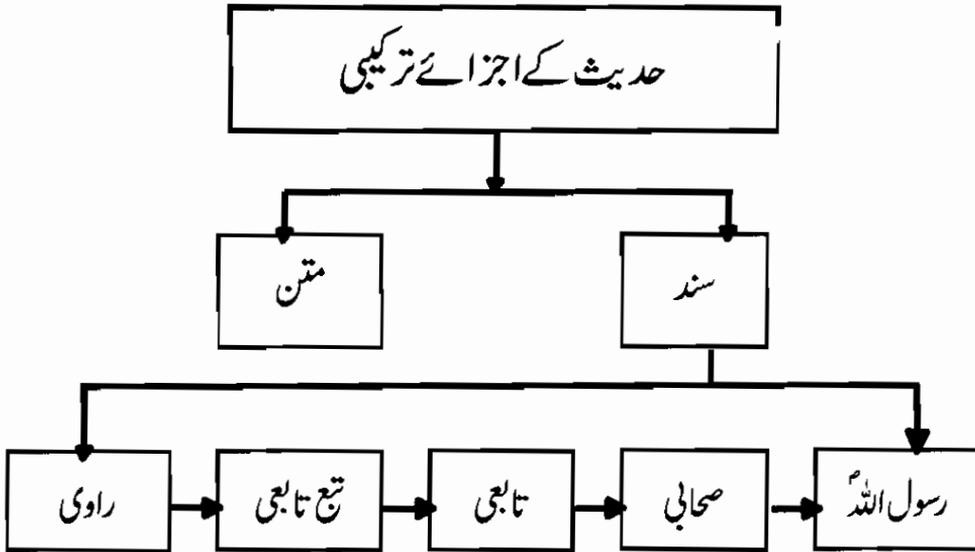
علمِ روایت: یہ علم رسول اللہ ﷺ سے منسوب (Attributed) احادیث کی نقل و روایت پر مشتمل ہوتا ہے۔

علمِ درایت: اُن مباحث پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں راوی اور مروی (حدیث) دونوں کی قبولیت اور عدم قبولیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں علمِ درایت سے،

1- راوی کی شرطیں، روایت کی قسمیں اور روایت کے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

2- مَرْوِیَّات (احادیث) کی قسموں اور اُن کے معانی کے استخراج کا علم حاصل ہوتا ہے۔

حدیث کے اجزائے ترکیبی



السَّنَدُ (Chain)

- 1- سند کا لغوی معنی : سند کے لغوی معنی ”سہارے“ کے ہیں۔
- 2- سند کا اصطلاحی معنی : اصطلاح حدیث میں ”سند“ سے مراد ، راویوں کا وہ سلسلہ ہے ، جو تابع تابعی ، تابعی صحابی سے ہو کر اس ”مُتَن“ (Text) تک پہنچتا ہے ، جو رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہے۔

سند کی مثال

”الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

ﷺ“ ایک ”سند“ ہے۔ اس سند میں

- a- حضرت أَعْمَشُ (م 147ھ) راوی ہیں ، جو اپنے استاد حضرت إِبْرَاهِيمَ نَخَعِيّ (تابعی) سے روایت کرتے ہیں۔
- b- حضرت اِبْرَاهِيمَ نَخَعِيّ (م 96ھ)، اپنے استاد حضرت عَلْقَمَةَ (تابعی) سے روایت کرتے ہیں۔
- c- حضرت عَلْقَمَةَ (م 62ھ)، اپنے استاد حضرت عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ (صحابی) سے روایت کرتے ہیں۔
- d- حضرت عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ (م 32ھ) ، رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (م 11ھ) سے روایت کرتے ہیں۔

الْمَتْنُ (Text)

- 1- متن کا لغوی معنی: متن کے لغوی معنی ، زمین کا وہ تخت حصہ ہے، جو سطح سے کچھ بلند ہو۔
 - 2- متن کا اصطلاحی معنی: علمِ حدیث کی اصطلاح میں ”مَتْن“ سے مراد کلام کا وہ حصہ ہے ، جو ”سند“ کے اختتام پر شروع ہوتا ہے۔
- (در اصل متن، رسول اللہ ﷺ سے منسوب (Attributed) الفاظ کے مجموعے کا نام ہے)۔

متن کی مثال

مندرجہ ذیل حدیث پر غور کیجیے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ :
 ” إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا “

(بخاری ، کتاب الوضوء ، باب 35 ، حدیث 172)

”جب کتا تمہارے کسی آدمی کے برتن میں سے پی لے تو اسے چاہیے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھو لے۔“

مندرجہ بالا حدیث میں ”اِذَا“ سے لے کر.... سَبْعًا تک“ کے الفاظ متن ہیں۔

ایک متن اور اٹھائیس (28) حدیثیں

محدثین کے نزدیک ، ایک ہی متن کی کئی روایتیں ، جو مختلف سندیں رکھتی ہیں ، الگ الگ حدیثیں کہلاتی ہیں۔ اگلے صفحے پر ایک متن دیا جا رہا ہے۔ اس متن کو گیارہ (11) صحابہؓ ، تیرہ (13) تابعین اور اٹھائیس (28) تبع تابعین نے روایت کیا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں یہ اٹھائیس (28) الگ الگ حدیثیں ہیں۔ حالانکہ ان سب کا متن ایک ہی ہے۔

خلاصہ علمِ روایت اور علمِ درایت

- 1- علمِ روایت ، اُس علم کا نام ہے ، جس میں احادیث کی نقل و روایت پر بحث کی جاتی ہے۔
- 2- علمِ درایت ، اُن مباحث پر مشتمل ہوتا ہے ، جس میں راوی اور مروی (حدیث) دونوں کی قبولیت اور عدم قبولیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔
- 3- حدیث ، دو حصوں سند (Chain) اور متن (Text) پر مشتمل ہوتی ہے۔
- 4- علمِ حدیث میں ، صرف متن کو حدیث نہیں کہا جاتا۔
- 5- سند ، راویوں سے ہوتے ہوئے ، اوپر کی طرف تہج تابعی ، پھر تابعی ، پھر صحابیؓ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ (Chain of Transmission)
- 5- حدیث کو صحیح ، حسن یا ضعیف یا جھوٹی (موضوع) قرار دینے سے پہلے ، سند کے ایک ایک رکن کا جائزہ لینا ضروری ہے۔
- 6- بعض اوقات ایک ہی متن (Text) کی کئی حدیثیں ہوتی ہیں ، یعنی اُن کی سندیں مختلف ہوتی ہیں۔

سوالات

- 1- صحیح البخاری سے کوئی ایسا متن تلاش کیجیے ، جس کی کم سے کم تین (3) مختلف سندیں ہوں۔
- 2- صحیح مسلم سے کوئی ایسا متن تلاش کیجیے ، جس کی کم سے کم تین مختلف سندیں ہوں۔

● ساتواں باب

آٹھ صحابہؓ

کے

شجرہ ہائے روایت

آٹھ صحابہؓ کے شجرہ ہائے روایت

مندرجہ ذیل آٹھ صحابہؓ سے، سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ انہیں کثیر الروایت کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان کے مختصر حالات اور ہر ایک کے شجرہ روایت کو ایک چارٹ (Chart) کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے، تاکہ سند کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ ہر نام کے آگے تو سین میں سن وفات دی جا رہی ہے، تاکہ ان کے زمانے کے بارے میں بھی ذہن میں ایک نقشہ قائم ہو جائے۔

1- حضرت ابو ہریرہؓ (المتوفی 57ھ)

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات سب سے زیادہ ہیں۔ ابن مخلد نے مسند میں ان سے 5,374 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابو ہریرہؓ کا اصلی نام عبدالرحمن بن صخر تھا۔ آپ قبیلہ ازد کی ایک شاخ بنو دوس بن عدنان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ 7ھ میں، جب کہ عمر 28 سال کی تھی، غزوہ خیبر والے دن، مشرف بہ اسلام ہوئے۔ 50 سال تک تعلیم و تعلم میں مشغول رہے اور 78 برس کی عمر تھی کہ 57ھ میں بمقام موضع عقیق میں فوت ہوئے۔ گویہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف 4-5 سال رہے لیکن سائے کی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے اور رسول اللہ ﷺ کی ہر بات یاد کر لیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی، جب حضرت ابو ہریرہؓ نے نسیان کی شکایت کی۔ اس دعا کا اثر تھا کہ اس کے بعد کبھی نہیں بھولے، اسی وجہ سے انہوں نے تمام صحابہؓ سے زیادہ احادیث کی روایت کی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”ابو ہریرہؓ علم کا برتن ہیں۔“ (بخاری، کتاب العلم)

بخاری ، مسلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

”میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کئی باتیں سنتا ہوں اور وہ مجھے بھول جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ذرا چادر بچھائیے! میں نے چادر بچھادی۔ اس کے بعد میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنیں اور وہ مجھے کبھی نہیں بھولیں۔“

دورِ خلافتِ فاروقی (13 تا 23ھ) میں حضرت ابو ہریرہؓ، بحرین کے عامل تھے۔ پھر حضرت امیر

معاویہؓ کے عہدِ خلافت (40 تا 60ھ) میں، حضرت ابو ہریرہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے، نبی کریم ﷺ (11ھ) ، حضرت ابو بکرؓ (13ھ) ، حضرت عمرؓ

(23ھ) ، حضرت عثمانؓ (35ھ) ، حضرت ابی بن کعب (19ھ) ، حضرت اسامہؓ بن زید (54ھ)

، حضرت عائشہؓ (57ھ) اور دیگر صحابہؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن راویوں نے حضرت ابو

ہریرہؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں ، ان کی تعداد آٹھ سو سے بھی تجاوز ہے۔ ان روایت کنندگان میں

اہم اہل علم صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن عباس (68ھ) ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ

(73ھ) ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ (74ھ) اور حضرت انسؓ بن مالک (93ھ) جیسے اکابر

شامل تھے۔ علمائے تابعین میں سے حضرت سعیدؓ بن مسیب (94ھ) ، حضرت ابن سیرینؓ (110ھ)

، حضرت عکرمہؓ (107ھ) ، حضرت عطاءؓ (114ھ) ، حضرت مجاہدؓ (107ھ) اور امام شعبیؓ

(104ھ) ، نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔

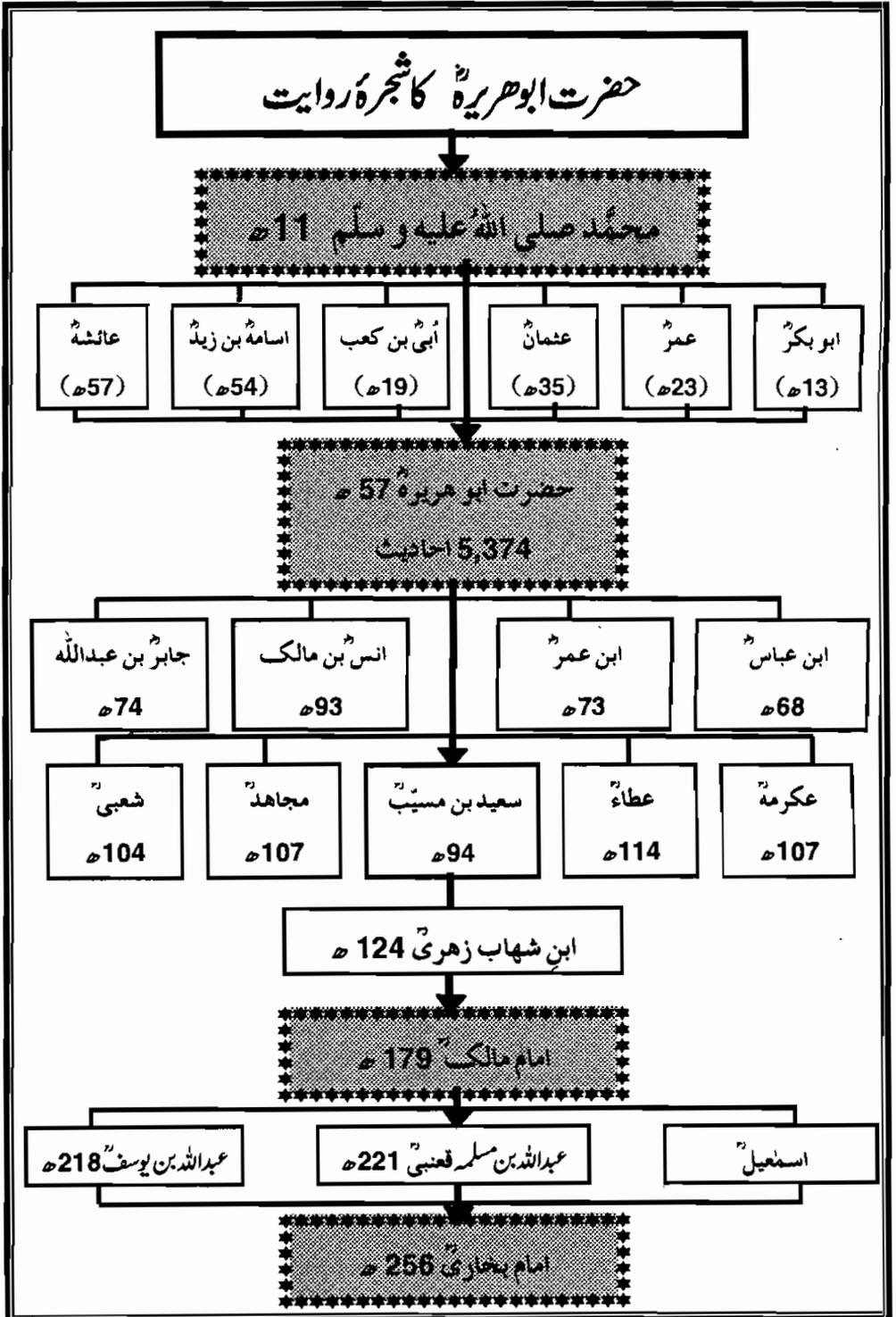
حضرت ابو ہریرہؓ تک، جو صحیح ترین سند پہنچی ہے ، وہ یہ ہے

”امام مالکؓ (179ھ)..... امام ابن شہاب زہریؓ (124ھ) ...

حضرت سعیدؓ بن مسیب (94ھ) .. حضرت ابو ہریرہؓ (57ھ) “

حضرت ابوہریرہؓ (58ھ) کے راوی تابعین اور تبع تابعین

ابوصالح سمان ذکوان 101ھ	محمد بن زیاد تابعی	سید بن السیب 93ھ	ابوسلمہ 94ھ	ابوعلقمہ تابعی	الاعرج 110ھ	ہمام بن مہبہ 132ھ	نافع 117ھ	ابویونس سليم بن جبر 123ھ	عکلمان تابعی	کعب بن زیاد تابعی	چارخ تابعی
عطاء 114ھ	شعبہ 160ھ	زهری 124ھ	فصیح 104ھ	یعقوب بن عطاء 120ھ	زهری 124ھ	معمر بن راشد 153ھ	امام مالک 179ھ	حیوة 158ھ	محمد بن عکلمان 148ھ	لیث بن ابی سلم 148ھ	ابوزیاد تابعی
سہیل بن ابی صالح 138ھ	معمر بن راشد 153ھ	علی بن زید 130ھ	امام زهری 124ھ	ابوالزناد 130ھ	زید بن اسلم 136ھ	عمرد 179ھ	عمرد 179ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابوزیاد تابعی
زید بن اسلم 136ھ	حماد بن سلمہ 167ھ	سالم الحیاط 150ھ	محمد بن عمرد 144ھ	زید بن اسلم 136ھ	عبداللہ بن سعید 140ھ	عمرد 179ھ	عمرد 179ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابوزیاد تابعی
عبداللہ بن دینار 137ھ	الربیع بن مسلم 167ھ	کبیر سليم بن حیان 167ھ	عمرد بن ابی سلمہ بن یحییٰ بن ابی شیر 129ھ	عمرد بن ابی سلمہ بن یحییٰ بن ابی شیر 129ھ	عمرد بن ابی سلمہ بن یحییٰ بن ابی شیر 129ھ	عمرد 179ھ	عمرد 179ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابن ابی ذئب 148ھ	ابوزیاد تابعی
الأمش 147ھ	شعبہ 160ھ	دہیب 165ھ	تابعی	تابعی	تابعی	تابعی	تابعی	تابعی	تابعی	تابعی	ابوزیاد تابعی



2- حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م 73ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرویات کی تعداد 2,630 ہے۔ یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے کُخت جگر اور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، بعثت نبوی کے تھوڑا عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ جب اپنے والد کے ہمراہ اسلام لائے، تو ان کی عمر دس (10) سال تھی۔ پھر اپنے والد سے پہلے مدینہ ہجرت کر گئے۔ غزوہ احد کے بعد، بہت سی لڑائیوں میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وفات نبوی ﷺ کے وقت 21 سال کے تھے۔

امام مالکؒ اور زہریؒ کا قول ہے:

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر، رسول ﷺ اور صحابہؓ کے امور سے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ (13ھ)، حضرت عثمانؓ (35ھ)، حضرت عائشہؓ (57ھ)، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (32ھ) اور اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ (45ھ) سے حدیثیں روایت کیں۔ آپ سے بھی بہت سے لوگوں نے روایات کیں مثلاً حضرت سعید بن مسیبؓ (94ھ) حضرت حسن بصریؓ (110ھ) حضرت ابن شہاب زہریؓ (124ھ) حضرت ابن سیرینؓ (110ھ) حضرت نافعؓ (117ھ) حضرت مجاہدؓ (107ھ) حضرت طاووسؓ (105ھ) اور حضرت عکرمہؓ (107ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے 73ھ میں وفات پائی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حجاج بن یوسف نے خفیہ طور پر ایک آدمی کو بھیجا جس نے اپنے نیزے کے بھالے کو زہر آلود کر کے آپ کے پاؤں پر مارا۔ اور اسی چوٹ سے آپ نے، 84 برس کی عمر میں وفات پائی۔

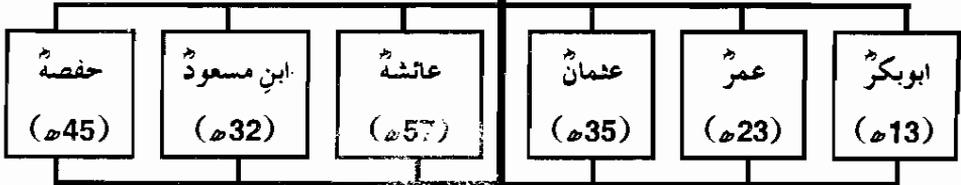
سِلْسِلَةُ الدَّهَبِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صحیح ترین سند کو ”سِلْسِلَةُ الدَّهَبِ“ کہتے ہیں۔

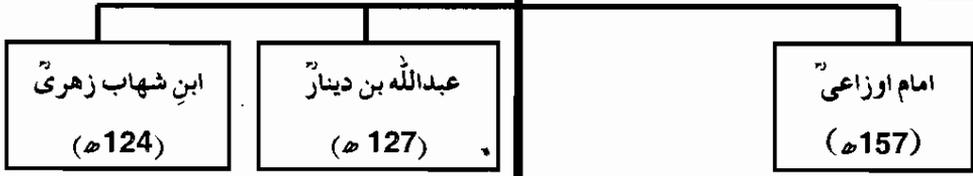
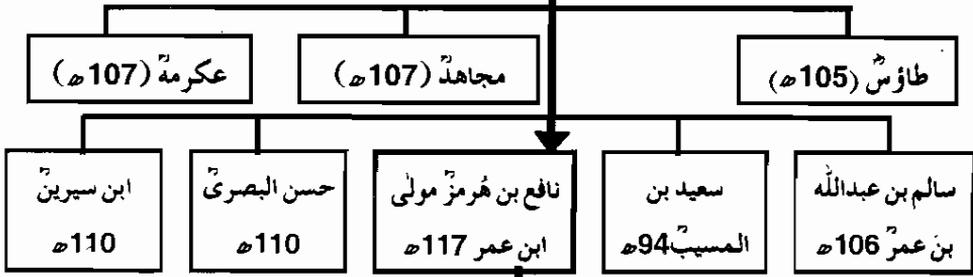
اور وہ یہ ہے، امام مالکؒ (179ھ)۔۔۔ حضرت نافعؓ (117ھ)۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (73ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا شجرہ روایت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم 11ھ



عبداللہ بن عمرؓ 73ھ
2,630 احادیث



سلسلۃ الذهب

امام مالکؓ 179ھ

عبداللہ بن یوسف

امام بخاریؓ (256ھ)

3- حضرت انس بن مالکؓ (م 93ھ)

حضرت انسؓ بن مالک کی مردیات کی تعداد ، دو ہزار دو سو چھیاسی (2,286) ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے اور دس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے تھے۔ غزوہ بدر کے زمانے میں ، حضرت انسؓ چھوٹے تھے، اس لیے اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکے۔ لیکن اس کے بعد بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ حضرت انسؓ کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ تھی۔ حاج نے ، جب آپ کو تکلیف دینی شروع کی تو مجبوراً آپ بصرہ چلے گئے۔ 103 برس کی عمر تھی کہ آپ کا انتقال ، 93ھ میں بمقام بصرہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ آخری صحابی تھے۔ آپ کثیر الادلاد تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ، حضرت انسؓ کے بارے میں کہتے ہیں : میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا ، جس کی نماز امام سلیم کے بیٹے انسؓ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سے ملتی ہو۔

حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: حضرت انسؓ حضور و سفر میں سب لوگوں سے بہتر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں مشہور اصحاب یہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن دینار	(137ھ)	،	حضرت عبدالملک بن عمیر (136ھ)
حضرت انس بن سیرین بن مالک	(110ھ)	،	حضرت حمید الطویل (142ھ)
حضرت قتادہ	(118ھ)	،	امام ابن شہاب زہری (124ھ)
حضرت حسن بصری	(110ھ)	،	حضرت ثمامہ بن عبد اللہ بن انس بن مالک
حضرت سعید بن جبیر	(95ھ)	،	حضرت ربیعۃ الرائے (133ھ)

حضرت انسؓ بن مالک کی صحیح ترین سند یہ ہے۔

امام مالک (179ھ).... امام زہری (124ھ)..... حضرت انسؓ (93ھ).... رسول اللہ (11ھ)

4۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ (م 57ھ)

حضرت عائشہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دختر تھیں۔ کم عمری میں مسلمان ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ شعر، لغت، طب، علم انساب، اور ایام العرب کی زبردست عالم تھیں۔ علاوہ ازیں ایک بہت بڑی فقیہ، مجتہد اور مستنبط مسائل بھی تھیں۔ ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2,210) ہے۔

حضرت عائشہؓ، اپنے والد حضرت ابو بکرؓ (13ھ)، حضرت عمرؓ (23ھ)، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (55ھ)، حضرت اسیدؓ بن خضیر (20ھ) اور دیگر سینئر صحابہؓ سے روایت کرتی ہیں اور آپ سے حضرت ابو ہریرہؓ (57ھ)، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (50ھ)، حضرت زیدؓ بن خالد الجہنی اور حضرت صفیہ بنت شیبہ نے روایت کی ہے۔ تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب (94ھ)، حضرت علقمہ بن قیس (62ھ)، حضرت مسروق بن اجدع (63ھ)، حضرت عائشہ بنت طلحہ، حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن (100ھ) اور حضرت حفصہ بنت سیرین (100ھ)، وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے 57ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ، حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔

حضرت عائشہؓ تک پہنچنے والی دو (2) صحیح ترین سندیں یہ ہیں:

1۔ حضرت یحییٰ بن سعید (194ھ) ... حضرت عبید اللہ بن عمر بن حفص (140ھ) ...

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر (106ھ) ... حضرت عائشہؓ (57ھ) اور

2۔ امام زہریؒ (124ھ) ... ہشام بن عروہ (144ھ) ... حضرت عروہ بن زبیرؓ (94ھ) ... حضرت

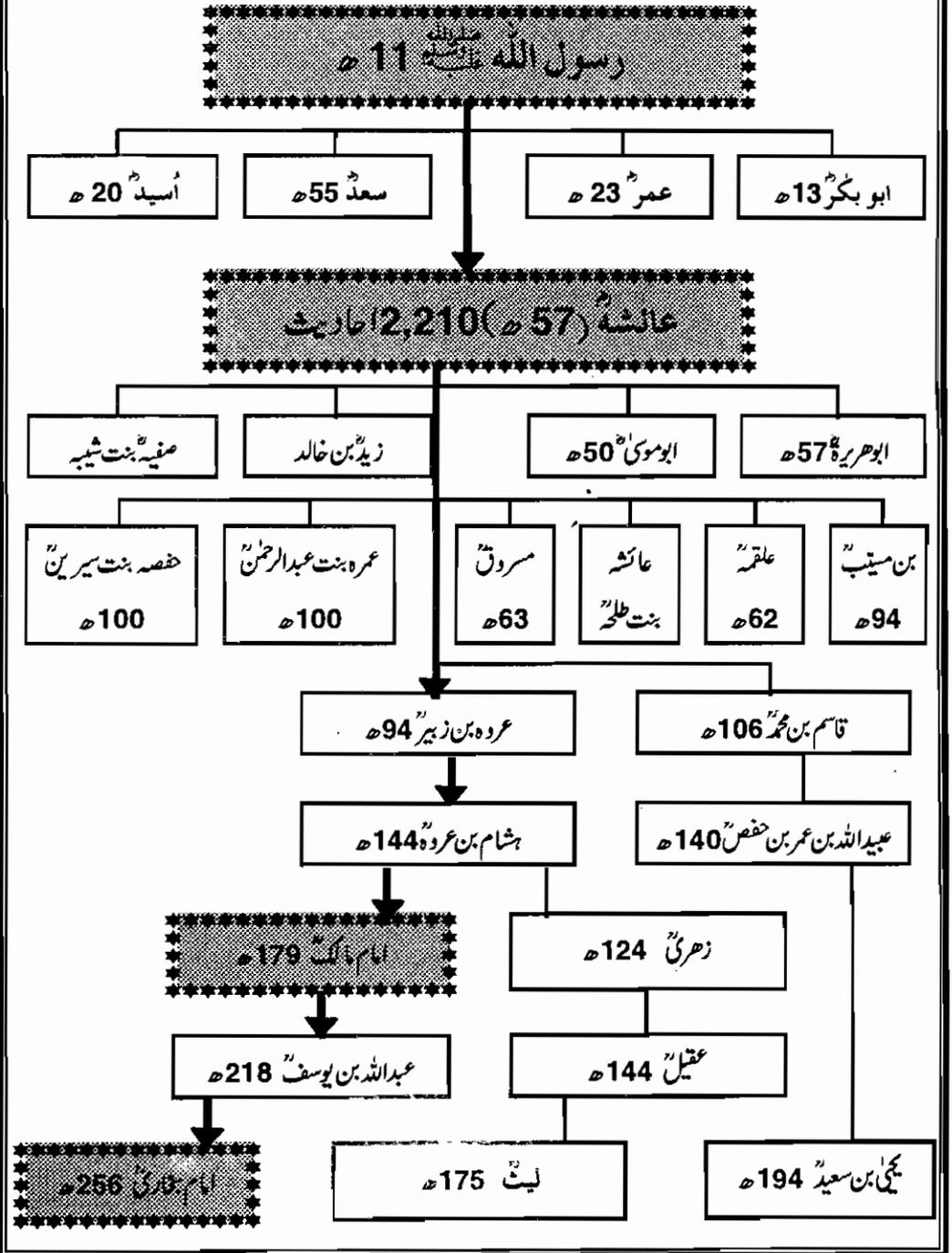
عائشہؓ (57ھ)۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ (94ھ) حضرت عائشہؓ کے بھانجے، اور حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت زبیرؓ بن عوام کے بیٹے تھے۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر (106ھ) حضرت عائشہؓ کے بھتیجے، اور حضرت ابو بکر کے

پوتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کا شجرہ روایت



5- حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م 68ھ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 1,660 ہے۔ حضرت ابن عباسؓ رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ رسول اللہؐ نے آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر 14-15 سال تھی۔ 71 برس کی عمر تھی کہ آپ نے 68ھ میں بمقام طائف وفات پائی۔ ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ (40ھ)، حضرت عمرؓ (23ھ)، حضرت ابی بن کعبؓ (19ھ)، حضرت معاذ بن جبلؓ (18ھ) اور حضرت ابو ذر غفاریؓ (32ھ) سے روایت کی ہے۔

اور آپ سے، جو نیر صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (73ھ)، حضرت انس بن مالکؓ (93ھ)، حضرت سہل بن حنیفؓ (38ھ)، اور ان کے علاوہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؓ (107ھ) نے روایت کی۔ حضرت علیؓ نے، اپنے دورِ خلافت میں، حضرت ابن عباسؓ کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، نہایت ذہین و نہیم تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شیوخ بدر کی محفل میں، ان کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی تھی، حالانکہ اس وقت حضرت ابن عباسؓ نوجوان تھے۔

تفقہ میں حضرت ابن عباسؓ یگانہ روزگار تھے۔ ان کی تفسیری روایات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، جس سے قرآن مجید کے مطالب سامنے آتے ہیں۔ حضرت مجاہدؓ (107ھ) اور حضرت سعید بن جبیرؓ (95ھ) نے آپ سے تفسیر روایت کی ہے۔

امام نسائی کے نزدیک، حضرت عبداللہ بن عباسؓ تک پہنچنے والی صحیح ترین سند یہ ہے۔

امام زہریؓ (124ھ)..... حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ (94ھ).... حضرت ابن

عباسؓ (68ھ)

6- حضرت جابرؓ بن عبد اللہ انصاری (م74ھ)

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ انصاری (خزرجی) نے ، بوقتِ عقبہ ثانیہ (بارہ نبوی) میں ، اپنے والد اور اپنے ماموں کے ساتھ شرکت کر کے ، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کے والد نے میدانِ اُحد میں شہادت پائی۔ حضرت جابرؓ نے انیس (19) غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ شرکت کی۔ حضرت جابرؓ نے ، مصر و شام کا بھی سفر کیا۔ وہاں آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ مسجد نبوی میں ایک خاص حلقہ ہوتا تھا ، جس میں لوگ جمع ہوتے تھے۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ کے علم و تقویٰ سے مستفید ہوتے تھے۔ وفاتِ رسول ﷺ کے وقت عمر 31 سال تھی۔ 37ھ میں حضرت علیؓ کی طرف سے جنگِ صفین میں شرکت کی۔ آخری عمر میں حجاج بن یوسف کے ظلم و ستم کا شکار رہے۔ 94 برس کی عمر تھی کہ 74ھ میں آپؓ نے انتقال کیا۔ آپ سے مروی حدیثوں کی تعداد 1,540 ہے۔ حضرت جابرؓ کے شاگردوں میں یہ تابعین شامل ہیں۔

حضرت عطاءؓ (114ھ) ، حضرت حسن بصریؓ (110ھ) ، حضرت مجاہدؓ (107ھ) ، حضرت قتادہؓ (118ھ) ، امام شعبیؓ (104ھ) ، حضرت محمد بن مسلم ابوالزبیرؓ (126ھ) ، حضرت عمرو بن دینارؓ (126ھ) ، امام باقرؓ ، محمد بن منکدر (130ھ) ، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری ، محمد بن عمرو بن حسین بن علی بن ابی طالب اور حسن بن محمد بن حنفیہ۔

حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی صحیح ترین سند اہل مکہ سے یہ ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؓ (198ھ) ... عمرو بن دینارؓ (126ھ) ... حضرت جابرؓ (74ھ)

.... رسول اللہ ﷺ (11ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا شجرہ روایت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم 11ھ

عبد اللہ بن عمر 73ھ

سالم بن عبد اللہ بن عمر 106ھ

جابر بن عبد اللہ (74ھ) 1,540 احادیث

عطاء

114ھ

محمد بن

مسلم 126ھ

حسن بصری

110ھ

شعبی

104ھ

مجاہد

107ھ

قتادہ

118ھ

عمرو بن دینار 126ھ

ابن جریج

150ھ

شعبہ

160ھ

سفيان بن عيينه

198ھ

حماد بن زيد

179ھ

عبدالرزاق

ہشام

ابراہیم بن موسیٰ

غندر

الحق بن ابراہیم

محمد بن بشار

مسلم

علی بن عبد اللہ

ابو النعمان

امام بخاری (256ھ)

7- حضرت ابوسعید خدریؓ (م74ھ)

پورا نام سعد بن مالک بن سنان خدری ہے۔ انصار کے قبیلے خزرج سے تعلق تھا۔ کنیت ابوسعید ہے۔ ان کے والد حضرت مالک بن سنان شہید احد ہیں۔ حضرت مالک نے اپنے بیٹے سعد (ابوسعید خدری) کو بھی جنگ احد میں پیش کیا تھا ، لیکن اس وقت ان کی عمر صرف 13 سال تھی۔ کم سنی کے سبب جنگ میں شریک نہیں کیے گئے۔ اس کے بعد 12 غزوات میں شرکت کی ، جن میں جنگ خندق اور غزوہ بنی المصطلق شامل ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نہایت عابد، زاہد ، بے باک، حق گو اور با عمل تھے۔ 74ھ میں، 84 سال کی عمر میں وفات پائی۔

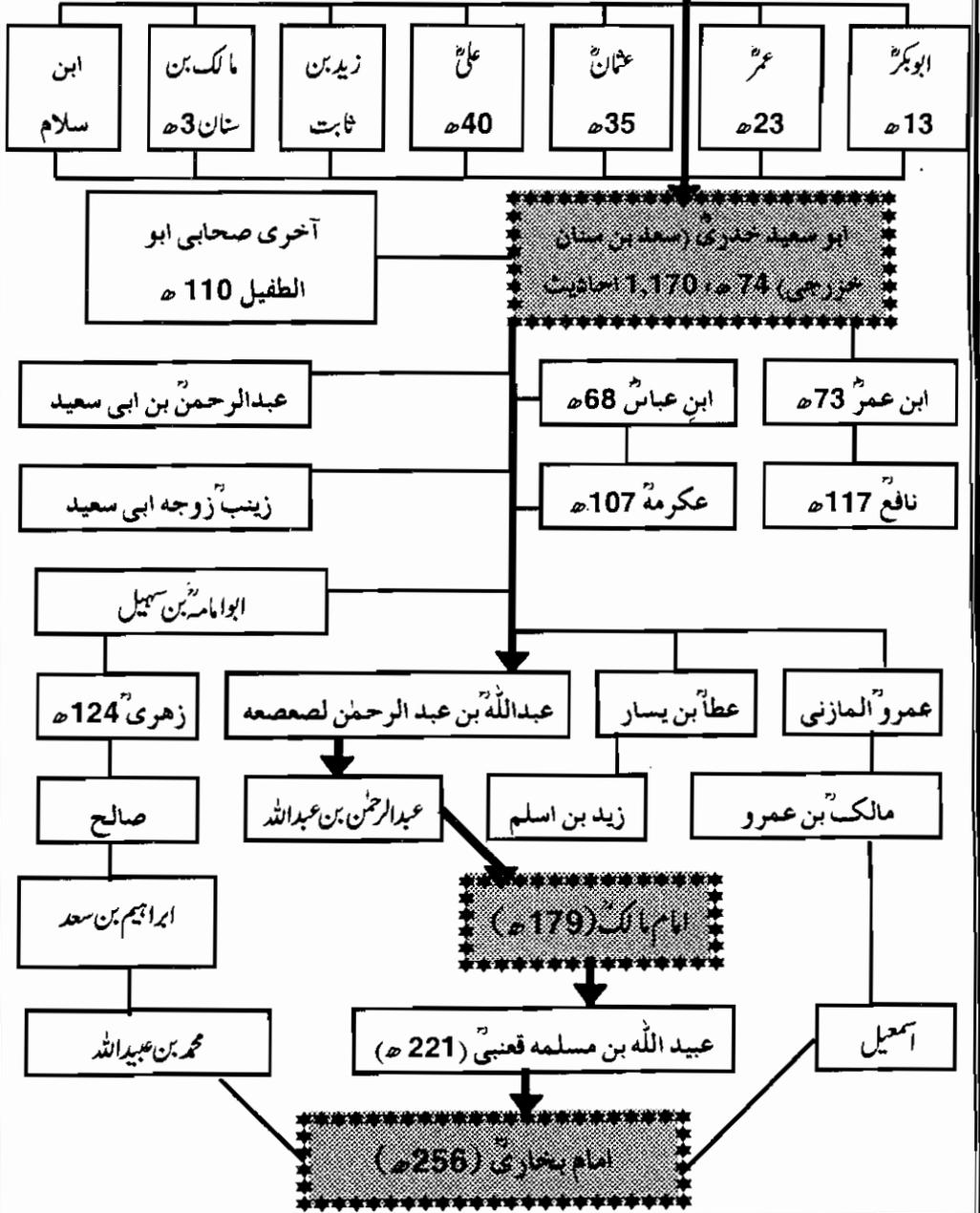
حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے راست اور بالواسطہ اپنے والد مالک بن سنان ، اپنے اخیانی بھائی قتادہ بن نعمان ، حضرات ابوبکرؓ ، عمرؓ ، عثمانؓ ، علیؓ ، زید بن ثابتؓ ، ابو قتادہ انصاریؓ ، عبداللہ بن سلام ، اسید بن حضیر ، ابن عباسؓ ، ابو موسیٰ اشعریؓ ، امیر معاویہؓ اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے ، خود ان کے بیٹے عبدالرحمن بن سعد بن مالک ، ان کی بیوی حضرت زینب بنت کعب بن عجرہ ، حضرات ابن عباسؓ ، ابن عمرؓ ، جابر بن عبد اللہ ، زید بن ثابت ، ابوامامہ بن سہیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے ، 1,170 احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے چھیالیس (46) احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہیں ، جبکہ سولہ (16) احادیث صرف صحیح بخاری میں اور باون (52) احادیث صرف صحیح مسلم میں روایت ہوئی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا شجرہ روایت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم 11ھ



8- حضرت عبداللہ بن مسعود (م 32ھ)

اسلام لانے والوں میں، حضرت عبداللہ بن مسعود کا نمبر چھٹا ہے۔ آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ بدر میں، ابو جہل کو قتل کیا۔ 20ھ میں حضرت عمرؓ نے، حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفے کا قاضی مقرر کیا تھا۔ کوفے سے واپسی پر راستے میں ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاریؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عمر غالباً 63 سال تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے 32ھ میں بمقام مدینہ انتقال کیا۔ حضرت عثمان بن عفان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمرؓ (23ھ) اور حضرت سعد بن معاذ (5ھ) سے روایت کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے، جو نیر صحابہؓ حضرت عبداللہ بن عمر (73ھ)، حضرت عبداللہ بن عباس (68ھ)، حضرت عبداللہ بن زبیر (73ھ)، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (65ھ)، حضرت انس بن مالک (93ھ)، حضرت جابر بن عبداللہ (74ھ) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری (50ھ) روایت کرتے ہیں۔

تابعین میں سے، حضرت علقمہ (62ھ)، حضرت مسروق (63ھ) اور قاضی شریح (78ھ) وغیرہ۔ آپ کی مرویات کی تعداد 848 ہے۔

آپ تک پہنچنے والی صحیح ترین سند یہ ہے۔

حضرت سفیان ثوری (161ھ)..... حضرت منصور بن معتمر (132ھ).....

حضرت ابراہیم نخعی (96ھ)..... حضرت علقمہ (62ھ).....

حضرت عبداللہ بن مسعود (32ھ)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا شجرہ روایت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم 11ھ

سعد بن معاذ (5ھ)

عمر بن خطابؓ (23ھ)

عبداللہ بن مسعود (32ھ) 848 احادیث

جابر بن عبداللہ 74ھ

عابدہؓ

ابو موسیٰ اشعریؓ

انس بن مالک 93ھ

مسروق 63ھ

علقمہ 62ھ

سعید بن جبیر 95ھ

ابووائل

شریح 78ھ

ابراہیم بن یزید نخعی 96ھ

منصور بن معتمر (132ھ)

الاعمش (147ھ)

عاصم الاحول 140ھ

سلمان ثوری 161ھ

عبداللہ بن دینار 137ھ

ابوعوانہ 156ھ

ابن المنکدر 130ھ

جریر

قیصہ 215ھ

ابان بن عبداللہ 153ھ

قتیبہ بن سعید 240ھ

مسعر بن کدام 157ھ

اوزاعی 157ھ

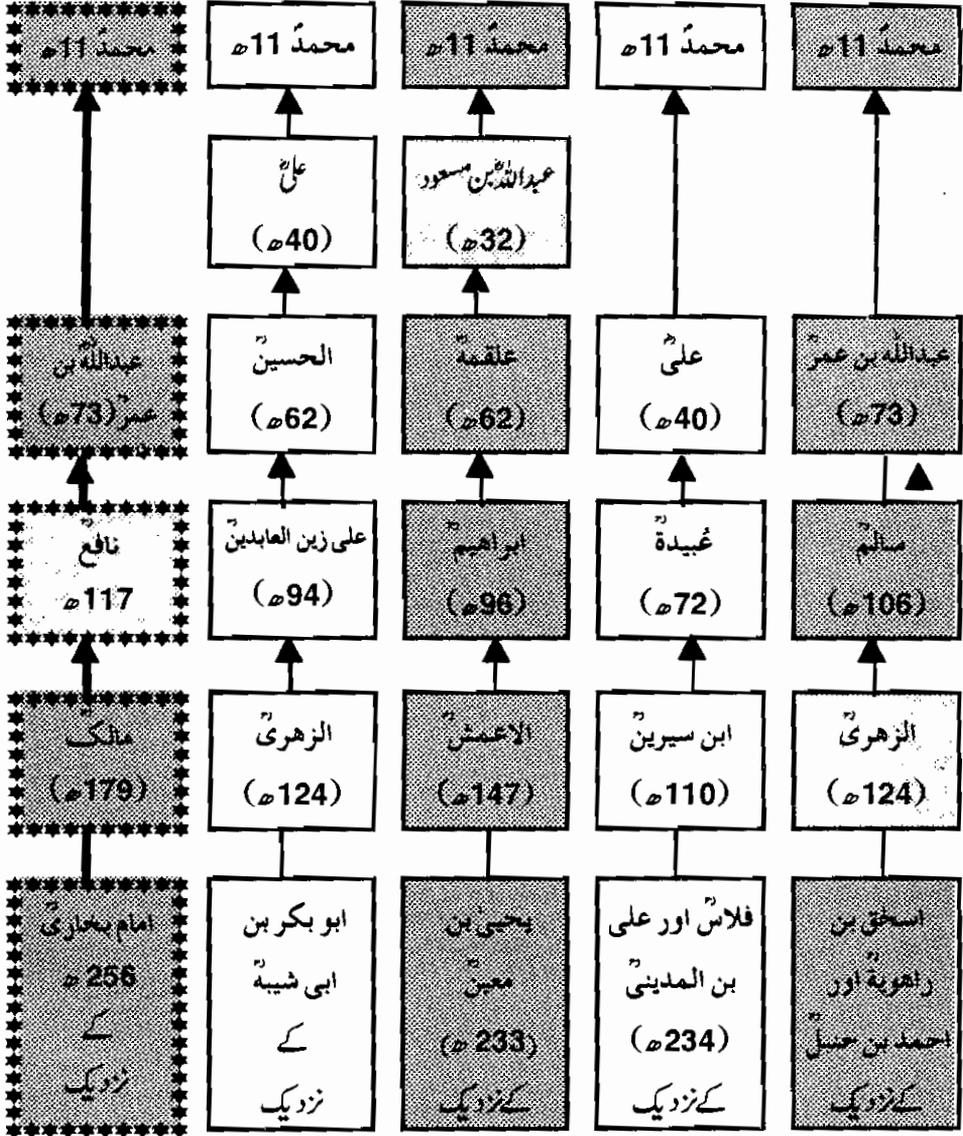
حجاج بن منہال 217ھ

امام بخاری (256ھ)

آٹھ صحابہؓ کے شجرہ ہائے روایت

8- اصْحٰحُ الْاِسَانِيْدِ كَا چارٹ

مندرجہ ذیل پانچ (5) سندیں ، مختلف علماء کے نزدیک صحیح ترین سمجھی جاتی ہیں۔



سِلْسِلَةُ الدَّهَبِ : سند نمبر 5 کو سِلْسِلَةُ الدَّهَبِ (سونے کی زنجیر) کہا جاتا ہے۔ یعنی امام مالکؒ (179ھ) ← نافعؑ (117ھ) ← عبد اللہ بن عمرؑ (73ھ) ← رسول اللہؐ (11ھ)

خلاصہ آٹھ صحابہؓ کے شجرہ ہائے روایت

- 1- بعض صحابہؓ نے زیادہ احادیث روایت کی ہیں اور بعض نے کم۔
- 2- کثرتِ روایت اور قلتِ روایت کا انحصار ، آدمی کے اپنے ذاتی علمی ذوق و شوق کے علاوہ ، صحبتِ رسول ﷺ کے مواقع کا میسر ہونا ، ذہنی استعداد ، قوتِ حافظہ ، قوتِ بیان ، عمرِ صحت ، ذمے داریاں اور مصروفیات اور دیگر کئی چیزوں پر ہوتا ہے۔
- 3- سب سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے صحابی (a) حضرت ابو ہریرہؓ ہیں (b) پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔
- 4- ان دونوں بزرگوں کے بعد حضرت انسؓ ، حضرت عائشہؓ ، حضرت ابن عباسؓ ، حضرت جابرؓ ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بالترتیب نام آتا ہے۔
- 5- صحیح ترین سند کے بارے میں ، مختلف محدثین کے نزدیک ، اختلاف ہے۔
- 6- امام بخاریؒ کے نزدیک ، اگر امام مالکؒ ، حضرت نافعؓ تابعی سے روایت کریں اور حضرت نافعؓ تابعی ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ (صحابی) سے روایت کریں اور وہ نبی کریم ﷺ سے تو ایسی حدیث ، سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہوگی۔



سوالات

- 1- امام بخاریؒ کے نزدیک سلسلۃ الذہب کیا ہے؟
- 2- صحیح بخاری کی مختلف سندوں کا جائزہ لیجیے اور امام بخاریؒ (م 256ھ) اور امام مالکؒ (م 179ھ) کے درمیان پائے جانے والے راویوں کو ، ایک چارٹ کی صورت میں ہر ایک کی تاریخ وفات کے ساتھ واضح کیجیے۔
- 3- صحیح مسلم کی کوئی ایک حدیث منتخب کیجیے ، اس کے تمام راویوں کے نام لکھیے اور ہر راوی کے حالات زندگی ، ایک دو سطروں میں مختصر بیان کیجیے۔ تاریخ وفات لکھنا نہ بھولیے۔



• آٹھواں باب

تَعَدُّدِ طُرُقِ كِے اعتبار

سے

حدیث کی تسمیہ

تَعَدُّدِ طُرُقِ كِے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

تَعَدُّدِ طُرُقِ كِے اعتبار سے حدیث کی دو (2) قسمیں ہیں۔

1. متواترہ (خبر متواتر) 2. آحاد (خبر واحد)

أَخْبَارٌ مُتَوَاتِرَةٌ

اخبار متواترہ ان حدیثوں کو کہتے ہیں، جنہیں ہر دور میں (یعنی سند کے آغاز، وسط اور آخر میں)

اتنی بڑی تعداد میں روایت کیا گیا ہو کہ ان کی تکذیب و انکار پر متفق ہونا ممکن نہ ہو۔

حدیث متواتر میں، ہر طبقے کے راویوں کی کم از کم تعداد کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے۔

لیکن راجح قول یہ ہے کہ ہر دور میں کم سے کم دس (10) راویوں کا ہونا ضروری ہے۔

حدیث متواتر کی دو (2) قسمیں ہیں۔ متواتر لفظی اور متواتر معنوی۔

متواتر لفظی

متواتر لفظی، وہ حدیث ہے، جس کے الفاظ اور معنی دونوں متواتر ہوتے ہیں۔ اس کی مثالیں یہ ہیں۔

1- مَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

(بخاری، کتاب العلم، باب 38، حدیث 110)

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کر لے۔“

اس حدیث کو 70 سے زیادہ صحابہؓ نے روایت کیا ہے۔

2- موزوں پر سح کی حدیث بھی، ایک حدیث متواتر لفظی ہے۔

متواتر معنوی

متواتر معنوی ، وہ حدیث ہے ، جس کے معانی متواتر ہوں ، لیکن الفاظ میں تو اثر نہ پایا جاتا ہو۔
مثلاً: رَفَعُ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ (دعا کے لئے دونوں ہاتھوں کا اوپر اٹھانا۔) اس بارے میں
کئی حدیثیں ہیں ، لیکن ان کے الفاظ مختلف ہیں۔ لیکن ان تمام حدیثوں کا مفہوم یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ
ﷺ جب دعا کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے تھے ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اخبارِ آحاد کے مقابلے میں ، اخبارِ متواتر کی تعداد بہت کم ہے۔ احادیثِ
متواترہ کو چند ایک کتابوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ جن میں سے قابل ذکر یہ ہیں۔

متواتر احادیث پر مشتمل کتابیں

- 1- الازهارُ المتناثرة في الاخبار المتواترة علامہ جلال الدین سیوطیؒ (911ھ)
2. قطف الأزار علامہ جلال الدین سیوطیؒ
3. نظم المتناثر من الحديث المتواتر علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ

اخبارِ آحاد

- اخبارِ آحاد ، ان حدیثوں کو کہتے ہیں ، جو اخبارِ متواترہ کی شرائط پر پوری نہ اترتی ہوں۔ یعنی کسی دور
میں ان حدیثوں کے راویوں کی تعداد دس (10) سے کم ہو جاتی ہے۔ خبرِ واحد کی تین قسمیں ہیں۔
- 1- حدیثِ مشہور : جس کے راویوں کی تعداد ، کسی دور یا طبقے میں تین سے نو تک ہو۔
(حدیثِ مشہور کی دو قسمیں ہیں۔ 1- اصطلاحی مشہور اور 2- غیر اصطلاحی مشہور)
 - 2- حدیثِ عزیز : جس کے راویوں کی تعداد ، کسی دور یا طبقے میں صرف دو ہو۔
 - 3- حدیثِ غریب : جس کے راویوں کی تعداد ، کسی دور یا طبقے میں صرف ایک ہو۔

تَعَدُّدِ طُرُقِ كے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

Quantitative Classification

خَبَر اور اس کی قسمیں

آحاد

مُتَوَاتِر

غَرِيب

عَرِيز

مَشْهُور

متواتر معنوی

متواتر لفظی

جس کا

صرف ایک

راوی ہو

کم از کم

(2) دو

راوی ہوں

کم از کم

(3) تین

راوی ہوں

متواتر حدیث کے لیے ضروری ہے

کہ ہر دور میں کم از کم

دس (10) راوی ہوں

اہم نوٹ: صحیح حدیث، متواتر، مشہور، عزیز، اور غریب بھی ہو

سکتی ہے۔ یاد رہے کہ اوپر کی تقسیم مقداری (Quantitative) ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر ہمیں کتنی سندوں کے ذریعے سے پہنچی ہے۔

جبکہ صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع (جھوٹی) احادیث کی تقسیم معیاری

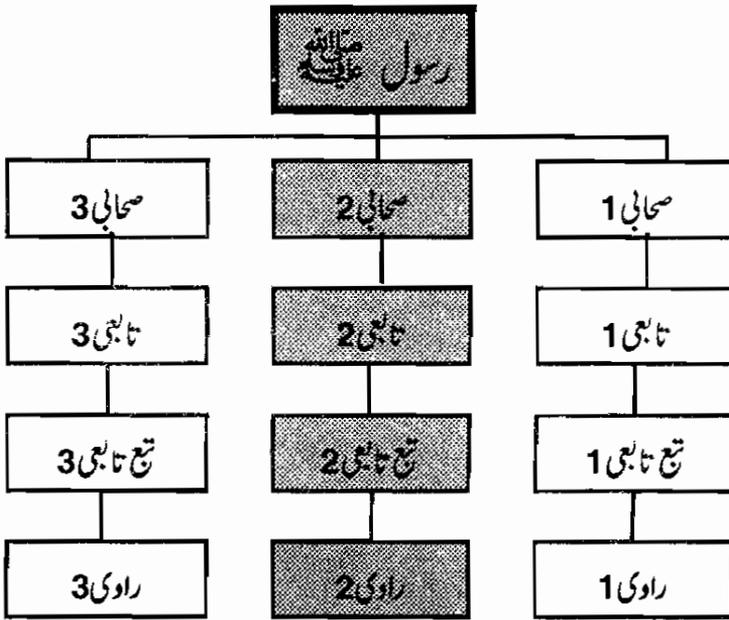
(Qualitative) ہوتی ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اخبارِ آحاد کی پہلی قسم: حدیثِ مشہور

اصطلاحی مشہور:

علم حدیث کی اصطلاح میں ”مشہور“ اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کی سند کے سلسلے میں، ہر طبقے میں، کم سے کم تین (3) یا زیادہ سے زیادہ نو (9) راوی ہوں۔ مثال:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً (بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابن ماجہ)



غیر اصطلاحی مشہور:

غیر اصطلاحی مشہور وہ حدیث ہے، جو عوام میں، یا خواص کے کسی خاص طبقے میں، مشہور ہو، لیکن اس کا اصطلاحی مشہور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ غیر اصطلاحی مشہور حدیث کی سند ایک بھی ہو سکتی ہے۔ یا زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ بلا سند بھی ہو سکتی ہے۔ درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

غریب مطلق: جس حدیث کی اصل سند ہی میں غرابت ہو ، وہ ”غریب مطلق“

کہلاتی ہے۔ یعنی وہ حدیث جسے صرف ایک صحابی روایت کر رہے ہوں۔ مثلاً

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے“ (بخاری ، کتاب بدء الوحي ، باب 1 ، حدیث 1)

اس حدیث کے راوی صرف حضرت عمر بن خطاب ہیں۔

غریب نسبی: غریب نسبی وہ حدیث ہے جس کے آغاز میں نہیں ، بلکہ درمیان میں غرابت پائی جائے اور صرف ایک راوی پایا جائے۔

مثال: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ .

(بخاری ، کتاب المغازی ، باب 50 ، حدیث 4331)

”رسول اللہ کے میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھی۔“

یہ حدیث حضرت انسؓ سے روایت ہوئی ہے۔ لیکن امام زہری سے ، اس کو صرف اور صرف امام مالک نے روایت کیا ہے۔ امام مالک 179ھ ، امام زہری 124ھ ، حضرت انسؓ 93ھ۔ اس لیے غریب ہے۔

خلاصہ تَعَدُّدِ طُرُقِ كے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

1- تَعَدُّدِ طُرُقِ كے اعتبار سے ، حدیث کی دو (2) قسمیں ہیں۔ متواتر اور آحاد۔

2- امام سیوطیؒ کے نزدیک حدیث متواتر کے لیے ، ہر دور میں دس راویوں کا ہونا ضروری ہے۔ متواتر حدیثوں کی تعداد بہت کم ہے۔

3- جن آحاد حدیث کے راوی ، کسی بھی مرحلے پر دس سے کم ہوں ، وہ آحاد کہلاتی ہیں۔

آحاد کی تعداد بہت زیادہ ہے ، ان میں صحیح احادیث بھی شامل ہیں۔

4- آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ (1) غریب۔ (2) عزیز۔ (3) مشہور۔

(a) جس حدیث کا ، کسی بھی مرحلے پر صرف ایک راوی ہو ، وہ غریب کہلاتی ہے۔

(b) جس حدیث کے کسی بھی مرحلے پر ، دو راوی پائے جائیں ، وہ حدیث عزیز کہلاتی ہے۔

(c) جس حدیث کے راویوں کی تعداد ، کسی بھی مرحلے پر تین سے نو تک ہو ، وہ حدیث

مشہور کہلاتی ہے۔

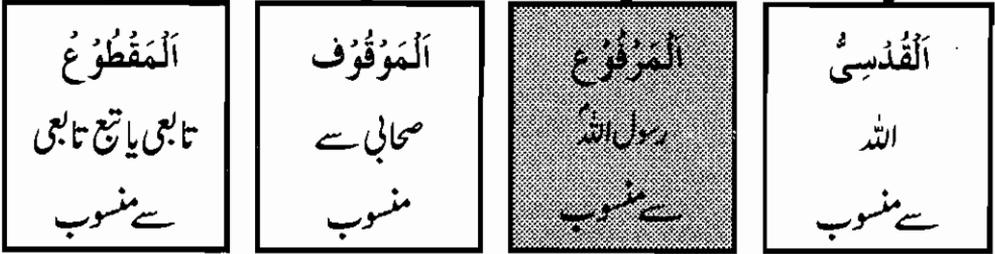
• نوال باب

نسبت کے اعتبار

سے

حدیث کی تقسیم

نسبت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم



1. حدیثِ قُدْسِيَّة

حدیثِ قدسی ، رسول اللہ ﷺ سے منسوب (Attributed) اس روایت کو کہتے ہیں ، جس میں رسول اللہ ﷺ روایت کو ، اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کے لئے ”مُتَكَلِّمٌ كَا صِيغَةً“ (First Person) استعمال کیا جاتا ہے۔ احادیثِ قدسیہ کی تعداد ، دوسو (200) سے زیادہ نہیں ہے۔

قرآن اور حدیثِ قدسی میں مندرجہ ذیل فرق ہے۔

- 1- قرآن ، تو اتر سے ثابت ہے ، جبکہ حدیثِ قدسی متواتر بھی ہو سکتی ہے اور آحاد بھی (یعنی مشہور ، عزیز اور غریب بھی) - مقبول بھی ہو سکتی ہے ، (یعنی صحیح یا حسن) اور ضعیف بھی ، بلکہ موضوع (جھوٹی) بھی ۔
- 2- قرآن کی تلاوت عبادت ہے ، جبکہ حدیثِ قدسی کی تلاوت اس درجے کی عبادت مُتَصَوِّرٌ نہیں ہوتی۔
- 3- قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں ، اللہ کی طرف سے ہیں اور حدیثِ قدسی کا مفہوم اللہ تعالیٰ کا اور الفاظ رسول اللہ کے ہوتے ہیں۔

حدیثِ قدسی کی مثال:

يَا عِبَادِي: اِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي وَّجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا..... (مسلم، کتاب البر والصلۃ و الادب، باب 15، حدیث 6737)

”اے میرے بندو! میں نے خود اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے، لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔“

2- حدیثِ مرفوع

علمِ حدیث کی اصطلاح میں، مرفوع حدیث سے مراد، وہ قول، فعل، تقریر اور صفت ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے کی گئی ہو۔

حدیثِ مرفوع بھی، حدیثِ قدسی کی طرح صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع ہو سکتی ہے۔ مرفوع کی دو قسمیں ہیں۔ متصل اور غیر متصل

حدیثِ مُتَّصِل :

ہر صحیح حدیث اور ہر حسن حدیث کے لیے مُتَّصِلُ السَّنَدِ ہونا لازمی ہے۔ یعنی ہر راوی اپنے شیخ یا استاذ سے بلا انقطاع روایت کرے۔

حدیثِ غَیْرِ مُتَّصِل :

حدیثِ غیر متصل میں ایک یا ایک سے زیادہ راویوں کا ذکر نہیں ہوتا۔ یعنی سند منقطع ہوتی ہے۔ حدیثِ غیر متصل کی تین (3) قسمیں ہیں۔

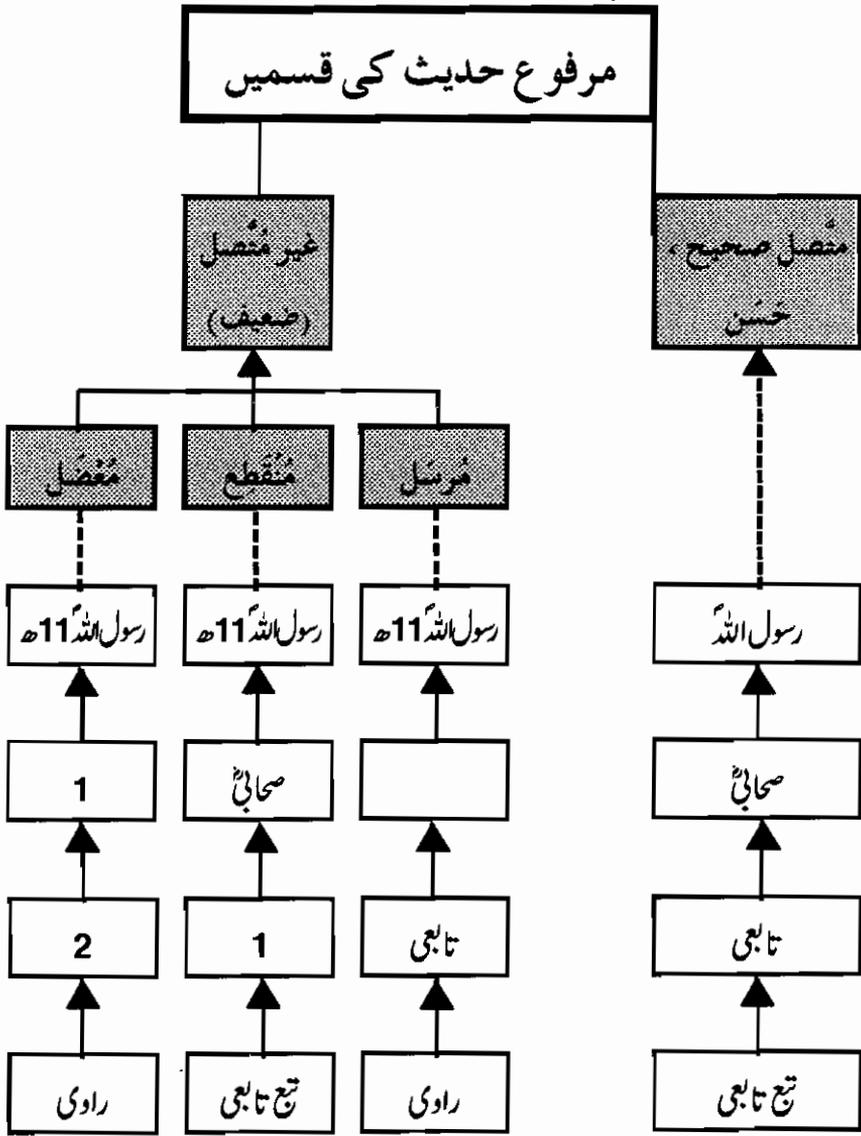
a- حدیثِ مرسل

b- حدیثِ منقطع

c- حدیثِ معضل

اگلے صفحے پر دیا گیا چارٹ ملاحظہ فرمائیے جس سے آپ کو ان کے درمیان پایا جانے والا فرق معلوم

ہو جائے گا۔



- 1- مرسل میں تابعی، صحابی کا نام لیے بغیر حدیث کو رسول ﷺ سے منسوب کرتا ہے۔
- 2- منقطع میں تبع تابعی، تابعی کا نام لیے بغیر حدیث کو رسول ﷺ سے منسوب کرتا ہے۔
- 3- معضل میں راوی، کبھی تبع تابعی اور کبھی تابعی کے ساتھ دو دو راویوں کو حذف کرتے ہوئے روایت کو رسول ﷺ سے منسوب کرتا ہے۔ یہ تینوں غیر متصل احادیث کی قسمیں ہیں۔

a- حدیثِ مُرْسَل :

علم حدیث کی اصطلاح میں، جس حدیث کی سند کا آخری حصہ ساقط ہو (یعنی تابعی سے اوپر کے راوی کا ذکر نہ کیا گیا ہو) وہ مُرْسَل کہلاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تابعی، صحابی کا ذکر ترک کر دیتا ہے۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہوتا ہے کہ صحابی کے ساتھ ساتھ کسی اور تابعی کا نام بھی ترک یا حذف کر دیا گیا ہو۔ حدیثِ مرسل ایک غیر متصل حدیث ہے۔

مرسل حدیث کی مثال:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ثنا حُجَيْنُ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمَرْابِنَةِ "
(مسلم، کتاب البیوع، باب 14، حدیث 3958)

محمد بن رافع نے مجھ سے بیان کیا، کہ ہمیں حجین نے بتایا کہ ہم سے لیث نے حدیث بیان کی، جسے انہوں نے (لیث) نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے اور ابن شہاب نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔“

(اس حدیث کی سند میں صحابی کا نام محذوف ہے۔ اس لیے یہ مُرْسَل ہے)

حدیثِ مرسل کو قبول کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے چند شرائط کے ساتھ

حدیثِ مرسل کو قبول کرنے کی اجازت دی ہے، جو یہ ہیں:

- 1- مُرْسَلِ رَاوِي بَهْت بَزْءٍ اَوْ رَقْمَةً تَابِعِيْنَ فِيْهِ مِنْ سَعْدِ هُو۔
- 2- دوسرے حفاظ اس روایت سے اختلاف نہ کریں۔
- 3- یہ حدیث کسی دوسری سند سے بھی مروی ہو۔

b- حدیثِ مُنْقَطِع :

علم حدیث کی اصطلاح میں اس حدیث کو 'منقطع' کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ انقطاع پایا جائے۔ چاہے ، وہ ابتدا میں ہو، درمیان میں ہو، یا آخر میں۔ لیکن امام نوویؒ کے نزدیک منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے نام کو حذف کر دیا جائے۔ یعنی تبع تابعی، کسی صحابی سے روایت کرے۔ جیسے، حضرت امام مالکؒ (تبع تابعی) کا مشہور صحابی حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرنا۔ ظاہر ہے یہاں درمیان میں تابعی کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔ حدیث منقطع بھی ایک غیر متصل حدیث ہے۔

c- حدیثِ مُعْضَل :

علم حدیث کی اصطلاح میں مُعْضَل اس حدیث کو کہتے ہیں۔ جس کی سند میں ایک سے زیادہ راوی (کم از کم دو) حذف کر دیے گئے ہوں۔ حدیث معضل ایک ضعیف حدیث ہے۔ یہ مرسل اور منقطع سے بھی نہایت کم درجہ رکھتی ہے۔ حدیث معضل بھی ایک غیر متصل حدیث ہے۔

معضل حدیث کی مثال:

الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ.“

(مؤطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب 16، حدیث 1806)

امام حاکم نے قعنبنی سے اور انہوں نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام مالک تک یہ بات پہنچی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے غلام کو اپنی استطاعت کے مطابق کھانا اور کپڑا دو اور اس کی استطاعت سے زیادہ کام مت لو۔“

اس حدیث میں امام مالک اور حضرت ابوہریرہؓ کے درمیان دو راوی چھوٹ گئے ہیں۔ ہمیں ایک اور دوسری صحیح سند سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نے یہ حدیث محمد بن عجلان سے سنی تھی۔ انہوں نے اپنے والد حضرت عجلان تابعی سے اور حضرت عجلان نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنی تھی۔

3. حدیثِ مَوْقُوف

علمِ حدیث کی اصطلاح میں ”موقوف“ سے مراد وہ قول، فعل یا تقریر ہے، جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف کی گئی ہو۔ حدیثِ موقوف، صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع بھی ہو سکتی ہے۔

حدیثِ موقوفِ فعلی کی مثال: ”أَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتِمِّمٌ“

(بخاری، کتاب التیمم، باب 6)

”حضرت ابن عباسؓ نے تیمم کی حالت میں نماز کی امامت کی۔“

یہ عمل، حضرت ابن عباسؓ کا فعل ہے، رسول اللہؐ کا نہیں، لہذا یہ حدیثِ موقوف ہے۔

حدیثِ موقوفِ تقریری کی مثال: ”فَعَلْتُ كَذَا أَمَامَ أَحَدِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ“

”میں نے یہ کام، ایک صحابی کے سامنے کیا اور انہوں نے اس پر مجھے نہیں ٹوکا“

4. حدیثِ مَقْطُوع

علمِ حدیث کی اصطلاح میں ”مقطوع“ اس قول کو کہتے ہیں، جس کی نسبت ”کسی تابعی“ یا اس سے نیچے کے کسی شخص کی طرف کی گئی ہو۔ اس حدیث کا مضمون (متن) کسی تابعی یا اس سے نیچے کے شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ حدیثِ مقطوع، حدیثِ منقطع سے مختلف ہوتی ہے۔ حدیثِ مقطوع میں، سند منقطع ہوتی ہے۔

حدیثِ مقطوع کی مثال:

ابراہیم بن منشرؒ کا قول ہے کہ ”حضرت مسروقؒ تابعی اپنے اور گھروالوں کے درمیان پردہ لٹکا کر

، اس طرح نماز میں مشغول ہو جاتے کہ انہیں اپنے گھروالوں کی سرگرمیوں کا علم نہ ہوتا“

یہ حدیث، حضرت مسروقؒ (63ھ) کے عمل کے بارے میں ہے۔ جو ایک مشہور

تابعی ہیں اور مشہور صحابی حضرت عبداللہؒ بن مسعود کے شاگرد ہیں۔

خلاصہ نسبت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم

- 1- نسبت کے اعتبار سے حدیث کی چار (4) قسمیں ہیں۔
 - (a) قدسی وہ حدیث ہے ، جو اللہ سے منسوب کی جائے۔
 - (b) مرفوع وہ حدیث ہے ، جو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی جائے۔
 - (c) موقوف وہ حدیث ہے ، جو کسی صحابی سے منسوب کی جائے۔
 - (d) مقطوع وہ حدیث ہے ، جو کسی تابعی یا تبع تابعی سے منسوب کی جائے۔
- 2- مرفوع حدیثوں کی دو قسمیں ہیں۔ (1) مُتَّصِل۔ (2) غیر مُتَّصِل۔
- 3- مُتَّصِل حدیثیں ، صحیح یا حسن ہوتی ہیں۔
- 4- غیر مُتَّصِل حدیثیں مرسل ، منقطع یا مُعْضَل ہوتی ہیں۔
 - (a) مرسل حدیث میں ، تابعی ، صحابی کا نام حذف کر دیتا ہے۔
 - (b) منقطع حدیث میں ، تابعی کا نام ساقط ہوتا ہے۔
 - (c) مُعْضَل حدیث میں ، ایک سے زیادہ راوی چھوٹ جاتے ہیں۔

سوالات

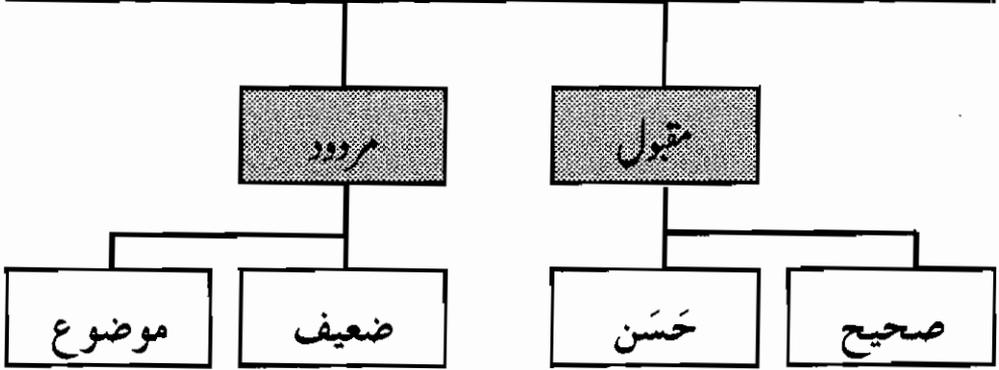
- 1- حدیثِ قدسی اور قرآن میں کیا فرق ہے ؟
- 2- کیا کوئی حدیثِ قدسی ، ضعیف یا جھوٹی ہو سکتی ہے؟



• دسواں باب

قبولیت اور عدم قبولیت
کے اعتبار سے
احادیث کی قسمیں

قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی قسمیں



قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی دو (2) قسمیں ہیں: مقبول اور مردود۔

1. مقبول احادیث

مقبول احادیث کی دو (2) قسمیں ہیں۔ a۔ حدیث صحیح b۔ حدیث حسن

2. مردود احادیث (ضعیف)

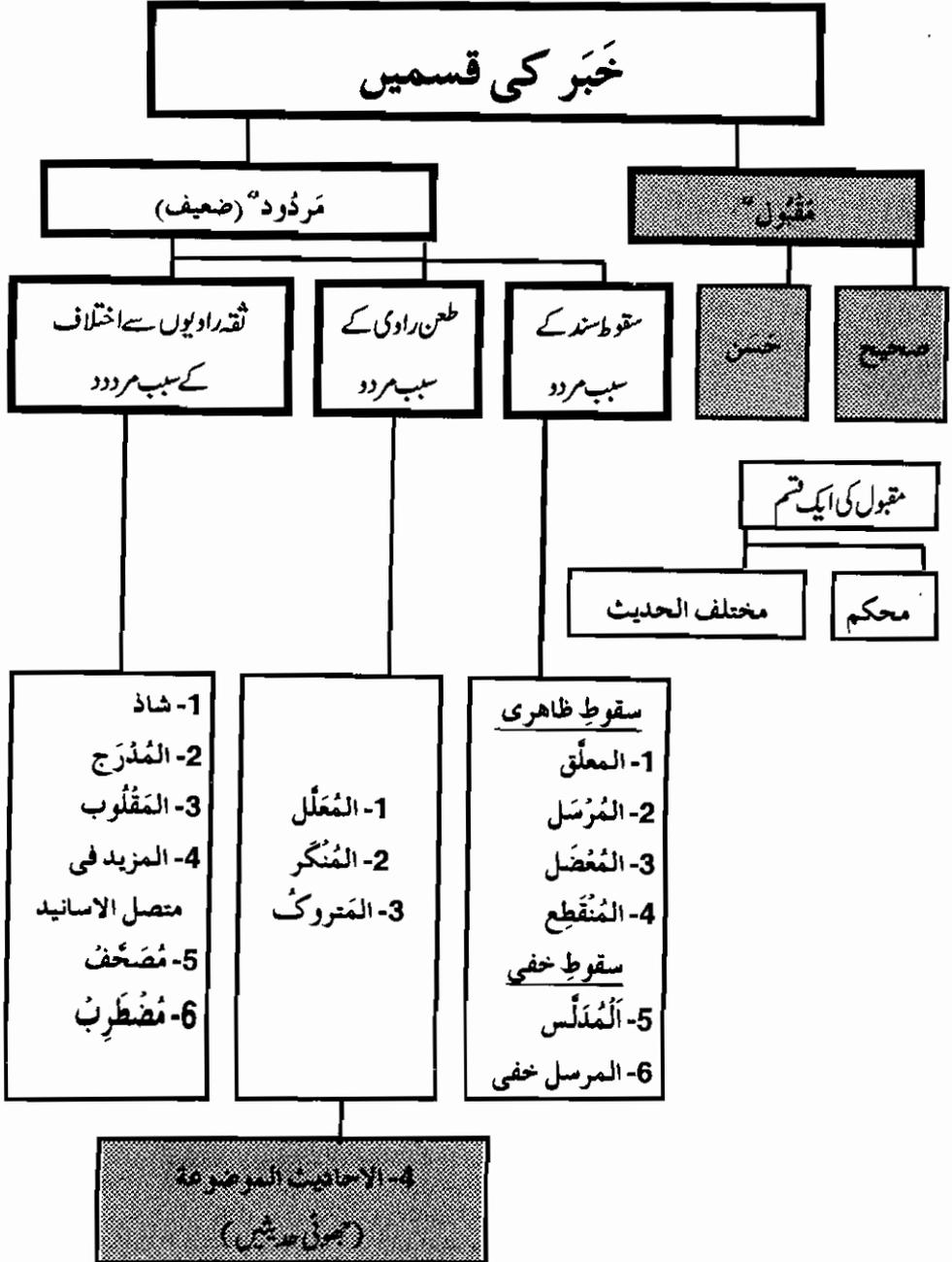
مردود احادیث جنہیں ”ضعیف“ بھی کہا جاتا ہے تین وجوہات کی بنیاد پر مسترد کی جاتی ہیں۔

- a۔ سقوط سند کے سبب: یعنی اگر سند منقطع ہو اور درمیان میں کوئی راوی غائب ہو۔
- b۔ راویوں کے اختلافات کے سبب: اگر کوئی راوی، ثقہ راویوں سے اختلاف کرے تب بھی حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔
- c۔ طعن راوی کے سبب: اگر راوی مطعون ہو اور اس کا کردار مشتبہ ہو تب بھی حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔

قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے

Qualitative Classification

خبر کی قسمیں



حدیث مقبول کی پہلی قسم

حدیث صحیح

صحیح حدیث کی تعریف :

علم حدیث کی اصطلاح میں صحیح حدیث وہ حدیث ہے ، (1) جس کی سند ” متصل “ ہو۔ اور جو (2) ” عادل راویوں “ اور (3) ” ضابط راویوں “ سے نقل ہوتے ہوئے اپنی انتہا تک پہنچ جائے ، (4) جس میں نہ ” شذوذ “ ہوں اور (5) نہ ” علت “ ما اتَّصَلَ سَنَدُهُ ، بِنَقْلِ الْعَدْلِ الضَّابِطِ عَنْ مِثْلِهِ إِلَى مُنْتَهَاهُ مِنْ غَيْرِ شُذُوزٍ وَلَا عِلَّةٍ .

کسی حدیث کے ” صحیح “ ہونے کے لئے پانچ (5) شرائط ہیں

- 1- اتصالِ سند ہو : ہر راوی نے ، اپنے پیش رو کے واسطے سے حدیث حاصل کی ہو۔
 - 2- راوی عادل ہوں : حدیث کے تمام راوی مسلمان ہوں ، ثقہ ہوں۔ فاجر نہ ہوں ۔
 - 3- راوی حافظ ہوں : ہر راوی میں قوت ضبط و حفظ ہو، سینے یا سینے میں ثبت ہو۔
 - 4- شذوذ نہ ہوں : ثقہ راوی ، کسی دوسرے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرتے ہوں۔
 - 5- علت نہ ہو : حدیث میں کوئی مخفی نقص نہ پایا جائے۔
- (جو بظاہر نظر نہ آئے) یعنی حدیث معلول نہ ہو۔

عِلَّت کا کیا مطلب ہے؟

صحیح حدیث کے لیے ضروری ہے کہ وہ عِلَّت سے پاک ہو۔

علم حدیث کی اصطلاح میں عِلَّت سے مراد وہ مخفی عیب یعنی چھپا ہوا نقص ہے جو حدیث کی صحت کو مجروح کر دیتا ہے۔ اگر عیب بالکل واضح ہو تو بھی اس کا شمار عِلَّت میں نہیں ہوگا۔

حدیث مُعَلَّل کے لیے ضروری ہے کہ اس کی عِلَّت مخفی ہو اور اس عِلَّت سے حدیث کی صحت بھی مجروح ہوتی ہو۔

عِلَّت کبھی متن میں ہوتی ہے اور کبھی سند میں۔

عِلَّت کے اسباب کئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1- راوی کا سماع، اپنے شیخ سے معروف نہ ہونا۔

2- تابعی کو روایت میں وہم ہو جانا، جب کہ صحابی سے روایت محفوظ ہو۔

3- روایت میں عنعنہ ہو اور ایک راوی ساقط ہو، جس کا علم دیگر طریقوں سے ہو جائے۔

4- راوی کا شیخ سے سماع ثابت ہو، لیکن اس خاص حدیث کا سماع ثابت نہ ہو۔

عِلَّت کی مثال:

الطَّيْرَةُ شِرْكٌ ، وَمَا مِنَّا إِلَّا ، وَلَكِنَّ اللَّهَ يُدْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ

(ابن ماجہ، کتاب الطب، باب 42، حدیث 3667)

”دھگنوں لینا شرک ہے اور ہم میں سے ہر ایک، مگر اللہ تعالیٰ توکل کے ذریعے اسے دور کر دیتا ہے۔“

یہ حدیث بظاہر سند و متن کے لحاظ سے صحیح ہے۔

لیکن اس حدیث میں وَمَا مِنَّا إِلَّا کے الفاظ عِلَّت ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں سلیمان بن حرب

کے نزدیک یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے الفاظ ہیں۔ اس حدیث کو ابن مسعود سے کئی اور لوگوں نے اس

اضافے کے بغیر روایت کیا ہے۔

شُدُ وِذْ

صحیح حدیث کے لیے یہ بھی ضروری ہے حدیث شد و ذ سے پاک ہو۔

جب کوئی ثقہ راوی، اپنے سے بہتر شخص کی مخالفت کرے تو وہ حدیث شاذ ہوگی۔ یعنی اگر منفر در راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے مخالفت کرے، جو حفظ و ضبط میں اس سے بہتر ہے تو ایسی شاذ روایت کو مسترد کر دیا جائے گا۔

شد و ذ سند میں بھی ممکن ہے اور متن میں بھی۔

شُدُ وِذْ فِي الْمَتْنِ كِي مِثَال:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الْفَجْرَ فَلْيُضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ .

(ترمذی ، کتاب الصلاة ، باب 199 ، حدیث 422)

عبدالواحد بن زیاد نے اعمش سے اور اعمش نے ابوصالح سے، اور ابوصالح نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے جب کوئی فجر کی نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کچھ دیر دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔“

اس حدیث میں رسول ﷺ کا ”قول“ نقل کیا گیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ راوی عبدالواحد

بن زیاد نے اس روایت میں راویوں کی ایک بڑی تعداد کی مخالفت کی ہے، جو تمام ثقہ ہیں اور اصحاب اعمش میں سے ہیں۔ دیگر تمام راویوں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کے ”فعل“ کے طور پر بیان کیا ہے، جبکہ عبدالواحد بن زیاد نے اسے رسول ﷺ کے قول کے طور پر۔

اس لیے یہ حدیث شاذ ہے۔

شد و ذ سند میں بھی ممکن ہے۔ اس کا ذکر آگے حدیث شاذ کے تحت ہوگا۔

حدیث صحیح کی مثال

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
”قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ“ (بخاری ، کتاب الأذان ، باب 99 ، حدیث 772)

امام بخاری کہتے ہیں مجھ سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا۔ ان کو امام مالک نے ، ان کو ابن شہاب زہری نے ان کو محمد بن جبیر نے ان کو ان کے والد جبیر بن مُطعم نے بیان کیا:
” میں نے رسول اللہ کو، مغرب کی نماز میں ، سورۃ الطور کی تلاوت کرتے سنا۔“

اس حدیث میں:

- 1- اس حدیث کی سند ”مُتَّصِل“ ہے ۔
 - 2- اس حدیث کا ، کوئی راوی بھی ”غیر عادل“ اور ”غیر ضابط“ نہیں ہے۔
 - 3- راویوں کے حالات حسب ذیل ہیں ۔
- a. عبداللہ بن یوسف (218ھ) ، ثِقَّةٌ ”مُتَّقِن“ ہیں۔ امام بخاری کے استاد۔
 - b۔ حضرت امام مالک بن انس (179ھ) ، امام فقہ اور حافظ حدیث ہیں۔
 - c. حضرت ابن شہاب زہری (124ھ) ، فقیہ اور حافظ حدیث ہیں ۔
 - d. محمد بن جبیر (100ھ) ، ثقہ ہیں اور صحابی زادے ہیں۔
 - e۔ جبیر بن مُطعم (59ھ) صحابی رسول ﷺ ہیں۔
- 4۔ یہ حدیث ”شاذ“ نہیں ہے اس لئے کہ یہ کسی قوی تر حدیث سے متعارض نہیں ہے۔
 - 5۔ اس میں کوئی ”عِلَّت“ نہیں پائی جاتی۔ (یعنی کوئی مخفی نقص نہیں پایا جاتا)
چونکہ یہ حدیث پانچ (5) شرطوں پر پوری اترتی ہے۔ اس لئے صحیح ہے۔

حدیث صحیح کا حکم : محدثین ، فقہا اور اصولیین کے اجماع سے ”حدیث صحیح“ پر عمل
لازم ہے اور صحیح حدیث ایک ”حجت شرعی“ ہے۔

حدیث مقبول کی دوسری قسم

حدیثِ حَسَن

علم حدیث کی اصطلاح میں، ”حَسَن“ وہ حدیث ہے، جس کی سند متصل ہو، عادل راویوں سے مروی ہو، شذوذ و علت سے پاک ہو، لیکن ایسے راوی بھی رکھتی ہو، جن کا حافظہ کچھ کمزور ہو۔

دوسرے لفظوں میں، حدیث صحیح پانچ (5) شرائط پر پوری اترتی ہے۔ جب کہ حدیث حسن صرف چار (4) شرائط پر۔ حدیث صحیح کے تمام راویوں کا قوت ضبط میں (حافظے میں) پختہ ہونا ضروری ہے۔ جبکہ حدیث حسن کا کوئی راوی خَفِيفُ الضَّبْطِ (حافظے میں تھوڑا کمزور) بھی ہو سکتا ہے۔ حدیث حسن، قبول کی جاتی ہے۔ اولاً حدیث حسن کی اصطلاح نہ تھی۔ اسے ضعیف میں شمار کیا جاتا تھا۔

حدیث حسن کی مثال

لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ . (التدريب)

اس حدیث کی روایت ، محمد بن عمرو بن علقمہ (145ھ) نے کی ہے۔ اور انہوں نے حضرت ابو سلمة (94ھ) سے ، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ (57ھ) سے اور انہوں نے رسول اللہ (11ھ) سے۔

اس حدیث میں ، محمد بن عمرو (145ھ) حفظ و ضبط میں مُتَمِّم ہیں۔ بقیہ چار (4) شرائط پر یہ حدیث پوری اترتی ہے، اس لیے اس حدیث کا شمار حسن ہوگا۔

1- ہذا حدیث صحیح الإسناد کا درجہ، ہذا حدیث ”صحیح“، سے کم ہے۔

2- ہذا حدیث حَسَنُ الإسناد کا درجہ، ہذا حدیث ”حسن“، سے کم ہے۔

صحیح الاسناد کا مطلب یہ ہے کہ حدیث، صرف صحیح سند رکھتی ہے۔ لیکن متن کا جائزہ نہیں لیا گیا۔

حدیثِ ضعیف کی تعریف

ہر وہ روایت جو اپنے اندر، حسن حدیث کی چار (4) ضروری شرائط نہیں رکھتی، وہ ضعیف یا مرذود کہلاتی ہے۔ تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

حدیثِ حسن اور حدیثِ ضعیف کا فرق

پہلے پہل، حدیثِ حسن کی اصطلاح موجود نہیں تھی۔ حدیثِ حسن کو ضعیف ہی میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن ضعیف احادیث میں، ان کا درجہ سب سے بلند تھا۔ اس لیے کہ دیگر تمام شرائط پر یہ حدیث، صحیح حدیث کے معیار پر پوری اترتی تھی۔ بس اگر کچھ خامی تھی تو یہ کہ اس کے کسی راوی میں قوتِ ضبط کی کمی پائی جاتی تھی۔ ان حدیثوں کو ”فضائلِ اعمال“ میں قبول کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل (وفات 241ھ)، عبدالرحمن بن مہدی (وفات 198ھ) اور حضرت عبداللہ بن مبارک (وفات 181ھ) سے یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا ”جب ہم حلال و حرام کے بارے میں، کوئی حدیث روایت کریں گے تو اس میں تشدد سے کام لیں گے۔ اور جب فضائلِ اعمال میں کوئی حدیث روایت کریں گے تو اس میں سہل انگاری برتیں گے۔“ (الکفایۃ)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ فضائلِ اعمال میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بالفرض عمل کا جواز فراہم کیا جائے تب بھی یہ جواز غیر مشروط نہیں ہے، بلکہ چند حدود اور قیود کا پابند ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صبحی صالح اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی آراء اگلے صفحات پر دی جا رہی ہیں۔

فضائلِ اعمال میں بھی، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے

چنانچہ ان تین بزرگوں کے قول کی بنیاد پر عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ

”يَجُوزُ الْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي فَضَائِلِ الْأَعْمَالِ“

”فضائلِ اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔“

لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ یہاں ضعیف احادیث سے مراد، موجودہ اصطلاحی ضعیف احادیث نہیں ہیں، بلکہ موجودہ اصطلاحی حسن احادیث ہیں۔ جنہیں پہلے ضعیف میں شمار کیا جاتا تھا۔ جو نسبتاً کم ضعیف اور زیادہ قوی ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں ان ضعیف احادیث کو، فضائلِ اعمال میں قبول کرنے کے لیے بھی، تین (3)

شرطیں عائد کی گئی تھیں۔

- 1- حدیث بہت زیادہ ضعیف نہ ہو (یعنی ضعیفِ جَدًّا نہ ہو)۔
- 2- حدیث، ان اصول و کلیات سے ہم آہنگ ہو، جو قرآن اور مسندِ صحیح سے ثابت ہیں۔
- 3- حدیث، کسی دوسری قوی تر دلیل سے متصادم نہ ہو۔

علاوہ ازیں یہ شرط بھی عائد کر دی گئی کہ اگر ضعیف روایت کا ذکر کیا جائے، تو اس کے ضعف اور اس کے اندر پائی جانے والی کمزوری کی نشاندہی بھی کر دی جائے۔

غیر عربی قارئین اور سامعین کے لئے عربی کے ساتھ ساتھ، دوسری زبان میں، اس کمزوری، ضعف، خامی، اور علت کا واضح الفاظ میں بیان کرنا لازمی ہے۔ محض عربی میں حدیث کی اصطلاح کے ذکر سے، عام لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے اور گمراہ ہو جانے کا اندیشہ برقرار رہتا ہے۔ وہ بے چارے تو یہی سمجھیں گے کہ یہ حدیث ”صحیح“ ہے۔

ڈاکٹر صحیحی صالح کی رائے

ڈاکٹر صبحی صالح (مؤلف علوم الحدیث)، مندرجہ بالا تین شرائط کے ساتھ بھی، فضائل اعمال کی ضعیف احادیث پر عمل کو، جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

- 1- ہمارے پاس صحیح احادیث اور حسن احادیث کی اتنی کثیر تعداد موجود ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں ضعیف احادیث کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔
- 2- ضعیف احادیث، چونکہ پختہ ثبوت کی حامل نہیں ہوتیں، اس لئے یہ ہمیشہ ہمارے قلب و ضمیر میں کھٹکتی رہیں گی کہ یہ واقعی رسول اللہ کی سنت ہے بھی کہ نہیں۔
- 3- دین و شریعت میں یقین و اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دین کی اساس ظن پر نہیں رکھی جاسکتی۔
- 4- فضائل بھی، شرعی احکام کی طرح، دین کے بنیادی ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کمزور بنیاد پر دین قائم نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے

عالم اسلام کے عظیم فقیہ اور تحریک اسلامی کے عالی قدر رہنما ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب ثقافت الداعیۃ میں دو مزید شرائط کا اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

- 5- فضائل کی حدیث، مبالغہ آمیز اور گھبرادینے والے مواد پر مشتمل نہ ہو۔
- 6- فضائل کی کمزور حدیث، صحیح ترین حدیث سے نہ ٹکراتی ہو۔

ان کی اس کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

”ضعیف اور کمزور حدیثوں کو جزم کے صیغے سے نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔

علامہ سیوطی ”تدریب شرح تقریب“ میں فرماتے ہیں:

”جب تم کسی ضعیف روایت کو بغیر سند کے بیان کرنا چاہو تو یہ نہ کہو کہ: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَذَا“ اسی طرح جزم کا کوئی اور صیغہ بھی استعمال نہ کرو! بلکہ اس

طرح کہو: آپ ﷺ سے یہ مروی ہے ”رَوَى عَنْهُ كَذَا“ یا ہم تک آپ سے یہ

بات پہنچی ہے۔ ”بَلَّغْنَا عَنْهُ كَذَا“ یا یہ کہ آپ سے یہ بات آئی ہے ”وَرَدَّ عَنْهُ“

یا یہ کہ آپ ﷺ سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ ”جَاءَ أَوْ نُقِلَ عَنْهُ“ یا اسی کے مانند

دوسرے اور صیغے، جو اپنے اندر بجائے خود ’جزم‘ کے ’احتمال‘ کا پہلور کھتے ہیں۔ مثلاً یہ

کہ بعض لوگ اس طرح روایت کرتے ہیں۔ ”رَوَى بَعْضُهُمْ“ پس یہ خطیبوں اور

واعظوں نے عادت بنالی ہے کہ کمزور اور ضعیف سے ضعیف حدیثوں کے سلسلے میں بھی اس

سے کم ان کی زبان سے کوئی بات نکلتی ہی نہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ“ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اسے بلا تاخیر ترک کیا جانا چاہیے۔“

تَقَاةُ الدَّاعِيَةِ (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)

”افسوس ہے کہ ہمارے زمانے میں حدیث سے اشتغال رکھنے والے بہت سے لوگ ترغیب و

ترہیب اور اس ذیل کے دیگر موضوعات کے سلسلے میں روایتوں کو نقل کرتے ہوئے ان اصولوں کا خاطر خواہ

لحاظ نہیں رکھتے۔ گزشتہ ادوار میں تو یہ بات کسی حد تک چل جاتی تھی لیکن ہمارے زمانے میں ہر چیز کو عقل کی

کسوٹی پر پرکھنے کا جور۔ حمان پیدا ہو گیا ہے اس کے پیش نظر اس طرح کی مبالغہ آمیز چیزیں لوگوں کے لیے

قابل قبول قرار نہیں پاتیں اور آسانی کے ساتھ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی ہیں؛ بلکہ یہ بات بھی چنداں

تعب انگیز نہ ہوگی کہ حقائق سے دور اس طرح کی بے اصل حدیثوں کے سننے کے نتیجے میں بہت سے لوگ نفسِ دین کے سلسلے ہی میں شک و تردید کا شکار ہو جائیں اور اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیں۔“

ثقافة الداعية (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)

”ہمارے محدثین کی طرف سے اس طرح کی روایتوں کو سندِ قبول عطا کرنے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ حافظ منذریؒ جیسے ناقدِ حدیث نے بھی ان تمام روایتوں کو اپنی ”ترغیب و ترہیب“ میں جگہ دی ہے۔“ ثقافة الداعية (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)

”حافظ منذری نے ”ترغیب و ترہیب“ میں کہا ہے کہ: ”اگرچہ مختلف طریقوں سے جس میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی شامل ہے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ”حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے اور اس کی وجہ (دنیا میں) ان کی بڑھی ہوئی مالداری ہوگی“ موصوف فرماتے ہیں: لیکن اس کا بہتر سے بہتر کوئی ایک بھی طریقہ روایت ایسا نہیں، جس پر کچھ نہ کچھ کلام نہ ہو اور ان مختلف طریقوں میں ایک بھی نہیں جو تنہا ”حسن“ کے درجے تک پہنچتا ہو۔ اگر وہ مال دار تھے تو ان کی یہ مالداری رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا مصداق تھی کہ

”نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ“ (مُسْنَدُ أَحْمَد)

(یعنی خدا ترس اور نیک طینت انسان کے لیے مال کیا ہی بہترین چیز ہے)۔

پھر سوال یہ ہے کہ اس مالداری کے سبب آں جناب صحابیؓ کے درجاتِ آخرت میں کم کیوں ہوں؟ نیز یہ کہ امت کے تمام مال داروں میں صرف آں موصوف ہی کے ساتھ یہ روش اپنائے جانے کی کیا وجہ ہے جب کہ کسی اور مال دار کے سلسلے میں ہمیں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ البتہ یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس امت کے فقراء، اغنیاء کے مقابلے میں جنت میں پہلے داخل

ہوں گے۔ لیکن یہ بات علی الاطلاق تمام مال داروں کے لیے ہے۔ کسی ایک شخص کے لیے اسے خاص کر لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔“

(الترغیب والترہیب 308/5 طبع السعاده) ثقافة الداعية (ڈاکٹر یوسف القرضاوی)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی اسی کتاب ثقافة الداعية میں داعی اور مبلغ کو ضعیف اور موضوع روایات سے بچنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جس طرح داعی اور مبلغ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسرائیلی روایات و حکایات سے دور رکھے جنہوں نے اپنے زہریلے مواد کی آمیزش سے تفسیر کے چشمہ صافی کو گدلا دیا ہے، اسی طرح اس کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ ضعیف اور موضوع روایات سے دامن کشاں رہے، اس لیے کہ تفسیر کی اکثر کتابیں اسرائیلیات کی طرح ان ضعیف اور موضوع روایات سے بھی بھری پڑی ہیں۔“

اس میں وہ روایتیں بھی شامل ہیں، جو نبی ﷺ سے مرفوعاً نقل کی گئی ہیں اور وہ روایتیں بھی، جو بعض صحابہ کرام سے موقوفاً بیان کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ یا مثلاً وہ روایتیں جو بعض تابعین کی طرف منسوب ہیں جیسے مجاہد، عکرمہ، حسن بصری اور ابن جبیر وغیرہ یا ان جیسے دوسرے اہل علم کی طرف جن کا زمانہ ان کے بعد ہے۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن جریر طبری وغیرہ حضرات کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنی تفسیر میں صحیح، حسن، ضعیف اور منکر ہر طرح کی روایتیں جمع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں موضوع روایتوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ روایات کبھی تو مرفوع ہوتی ہیں، کبھی موقوف اور کبھی مقطوع کے درجے سے آگے نہیں بڑھتیں۔“ (ثقافة الداعية)

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ، فضائل اعمال کی ضعیف اور موضوع (جھوٹی) روایات جب عوام میں عام ہو جاتی ہیں تو اس سے لوگوں کی ذہنیت میں ، بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے عقائد بگڑنے لگتے ہیں۔ دین اسلام کی اہم چیزوں کو ، غیر اہم سمجھ لیا جاتا ہے۔ اور غیر اہم چیزوں کو ، زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ فرائض و واجبات کو نوافل کا درجہ ، اور نوافل کو فرائض و واجبات کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حرام کو مکروہ ، اور مکروہ کو حرام قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے ، فضائل اعمال کی ضعیف احادیث پر نہ عمل جائز ہے اور نہ عوام الناس میں ان کی تشہیر۔



اسلام کے تین بنیادی مآخذ اور ان کی صحیح ترتیب

ہم ہر سنجیدہ ، مخلص اور اعتدال پسند مسلمان کو یہ مشورہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ دین اسلام کے مطالعے میں ، مندرجہ ذیل صحیح ترتیب کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھے ۔

قابل اعتماد ذرائع

- 1- قرآن مجید
 - 2- احادیث صحیحہ (ان میں احادیث متواترہ اور سنن ثابتہ بھی شامل ہیں)
 - 3- حسن احادیث
- ان تین (3) بنیادی علوم ہی کو اصل اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ بقیہ تمام چیزوں کو ان تین (3) کے معیار اور ان تین (3) کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے گا۔ جو چیز بھی مندرجہ بالا تین (3) چیزوں سے متصادم ہوگی یا اس کی روح سے ہم آہنگ نہ ہوگی ، اسے رد کر دیا جائے گا۔

مندرجہ ذیل ناقابل اعتماد ذرائع پر غور کیجیے۔ ان تمام کی حیثیت ثانوی ہے۔

نا قابل اعتماد ذرائع

- 1- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، ضعیف احادیث
- 2- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، موضوع (جھوٹی) احادیث
- 3- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، بزرگوں کے اقوال
- 4- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، خواب اور کشف
- 5- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، اسرائیلیات
- 6- مندرجہ بالا تین سے متصادم ، تورات اور تلمود کے واقعات

یہ ترتیب الٹی نہیں جاسکتی۔ قابل اعتماد چیزوں کو ، ناقابل اعتماد چیزوں کی روشنی میں نہیں پرکھا جاتا۔ بلکہ مستند چیزوں کی روشنی میں ظنی علوم جانچے جاتے ہیں۔ غلط ترتیب سے ، جو تصور دین وجود میں آتا ہے۔ اس کا لازماً غلط ہونا ، ایک فطری امر ہے۔

خلاصہ قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی قسمیں

- 1- قبولیت اور عدم قبولیت (Non-Acceptance) کے اعتبار سے احادیث کی دو قسمیں ہیں۔
 - a- مقبول
 - b- مردود یا غیر مقبول یا ضعیف
- 2- صحیح حدیثوں اور حسن حدیثوں کو ، مقبول کیا جاتا ہے۔
- 3- ضعیف اور موضوع حدیثیں ، مردود کہلائی جاتی ہیں۔
- 4- تین اسباب کے سبب ، حدیث مردود یا غیر مقبول یا ضعیف ہو جاتی ہے۔
 - (a) سند کے ٹوٹ جانے سے ، حدیث مردود ہو جاتی ہے۔
 - (b) راوی کے کردار پر طعن کے سبب ، حدیث مردود ہو جاتی ہے۔
 - (c) ثقہ راویوں سے اختلاف کے سبب ، حدیث ضعیف یا غیر مقبول ہو جاتی ہے۔
- 5- پانچ (5) شرائط پر پوری اترنے والی حدیث کو صحیح حدیث کہا جاتا ہے۔
- 6- حسن حدیث کے کسی راوی کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ حسن حدیثیں بقیہ چار شرائط پر پوری اترتی ہیں۔
- 7- ضعیف احادیث کو قبول کرنے کے لیے ، ہمارے پاس بہت سخت معیار ہونا چاہیے۔
- 8- صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے ، ضعیف احادیث قبول نہیں کرنا چاہئیں۔
- 9- صحیح احادیث سے ، علم یقین حاصل ہوتا ہے کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ بات کہی ہے ، جبکہ ضعیف احادیث سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا۔
- 10- فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کی احادیث میں بھی صحیح روایت ہی کا انتخاب کیا جانا چاہیے۔
- 11- قرآن مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں ، ضعیف احادیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔
- 12- ضعیف اور جھوٹی احادیث کی روشنی میں ، قرآن مجید اور صحیح احادیث کو جانچا اور پرکھا نہیں جاسکتا۔

سوالات

- 1- صحیح احادیث ، کون کون سی پانچ (5) شرائط پر پوری اترتی ہیں؟
- 2- حسن احادیث ، کون کون سی چار (4) شرائط پر پوری اترتی ہیں؟
- 3- دین اسلام کے بنیادی قابل اعتماد مآخذ (Authentic Sources) کون کون سے ہیں؟
- 4- دین اسلام کے نا قابل اعتماد مآخذ (Unauthentic Sources) کون کون سے ہیں؟
- 5- فضائل و مناقب اور ترغیب و ترہیب کے میدان میں ، ضعیف احادیث کا استعمال آپ کے خیال میں مناسب ہے یا نہیں؟ ڈاکٹر صبحی صالح اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی آراء سے آپ کو کس حد تک اتفاق ہے؟ اور کیوں / کیوں نہیں؟
- 6- امام احمد بن حنبلؒ ، عبدالرحمن بن مہدیؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ جیسے محدثین نے فضائل اور ترغیب و ترہیب کی کون سی حدیثیں قبول کیں؟ ان کے زمانے میں ان کا کیا نام تھا؟ اور اب کیا نام ہے؟



● گیارہواں باب

احادیثِ ضعیفہ

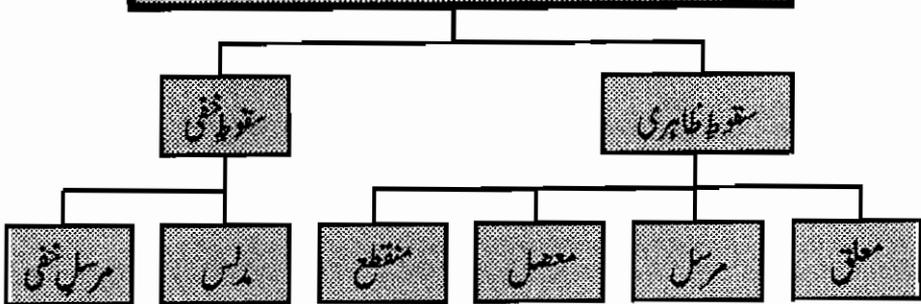
احادیث ضعیفہ

ہر وہ روایت ، جو اپنے اندر ”حَسَن“ حدیث کی ضروری شرائط نہیں رکھتی ، وہ ”ضعیف“ کہلاتی ہے۔ (آپ کو یاد ہو گا کہ حدیث کے حسن ہونے کے لئے ، چار شرطیں ہیں یعنی یہ چار شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو حدیث ضعیف ہو جاتی ہے) ضعیف حدیث کو ”مردود“ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ حدیث غیر مقبول ہے۔

”حدیث ضعیف“ یا ”حدیث مردود“ کو مسترد کیے جانے کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں اہم یہ تین (3) ہیں۔

- 1- راویوں کی سند کا منقطع ہو جانا۔
- 2- راویوں کی عدالت پر طعن کا وارد ہونا۔
- 3- راویوں کا ثقہ راویوں کی روایات سے اختلاف کرنا۔

1- سقوط سند کے سبب مردود (ضعیف) احادیث



سقوط سند کی دو قسمیں ہیں۔ سقوط ظاہری اور سقوط خفی پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف قسمیں ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سقوطِ ظاہری کے سبب ضعیف حدیثیں

a. الْمُعْلَقُ :

الْمُعْلَقُ اس روایت یا حدیث کو کہتے ہیں ، جس کی سند میں ابتداء سے ایک (1) یا ایک سے زیادہ، راویوں کا ذکر لگاتار چھوٹ جائے۔

اس کی مثال امام بخاریؒ کی ایک تعلیق ہے۔ اپنی صحیح میں انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں:

عَطَى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتَيْهِ حِينَ دَخَلَ عُثْمَانُ. (بخاری، کتاب الصلاة، باب 112)

”جب حضرت عثمانؓ حضور کے سامنے تشریف لائے تو حضور نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔“

اس حدیث میں ، صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور امام بخاریؒ کے درمیان کی سند موجود نہیں ہے۔ اس لیے یہ حدیث ، مُعْلَقُ ہوگئی۔

b. الْمُرْسَلُ :

الْمُرْسَلُ وہ حدیث ہے ، جس کی سند کا آخری حصہ ، یعنی تابعی سے اوپر کا حصہ، ساقط ہو۔ یا وہ حدیث ہے جس سے ”صحابی“ کا نام ساقط ہو گیا ہو۔ یا حدیثِ مرسل میں ، اس بات کا بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ”صحابی“ کے ساتھ کسی ”تابعی“ کو بھی حذف کر دیا گیا ہو۔

حدیثِ مرسل کی مثال: امام مسلمؒ کہتے ہیں مجھ سے محمد بن رافع نے ، ان سے حجین نے ان سے لیث نے ، ان سے عقیل نے ، ان سے ابن شہاب زہری (124ھ) (تابعی) نے ان سے سعید بن المسیب تابعی (94ھ) نے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْمُرَانَةِ. (مسلم، کتاب البیع، باب 14، حدیث 3958)

حضور نے ”درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا۔“

اس حدیث کی سند میں صحابی کا نام موجود نہیں ہے۔ تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ (94ھ)، براہ راست حضورؐ سے روایت کر رہے ہیں۔

c. الْمُعْضَل :

الْمُعْضَل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند سے پے درپے، ایک سے زیادہ قوی راوی ساقط ہو گئے ہوں۔ (یعنی جس کی سند سے دو (2) یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہو گئے ہوں)۔

حدیث الْمُعْضَل کی مثال امام حاکم (405ھ) کی وہ روایت ہے جو انھوں نے مَعْرِفَةُ عِلْمِ الْحَدِيثِ میں قَعْنَبِي سے روایت کی ہے۔ اور قَعْنَبِي نے امام مالکؒ سے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا:

لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ.

(مؤطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب 16، حدیث 1806)

”اپنے غلام کو اپنی استطاعت کے مطابق کھانا کپڑا دو، اور اس کی استطاعت سے زیادہ کام مت لو“۔

اس حدیث میں امام مالکؒ (179ھ) اور حضرت ابو ہریرہؓ (57ھ) کے درمیان دو (2) راوی ساقط

ہیں جو محمد بن عجلان اور ان کے والد ہیں۔ اس کا پتہ ہمیں ایک دوسری صحیح سند سے ہوتا ہے۔

d. الْمُنْقَطِع :

الْمُنْقَطِع وہ حدیث ہے، جس کی سند مُتَّصِل نہ ہو (یعنی منقطع ہو) حدیث میں، کسی راوی کا نام چھوٹ جائے۔ سند میں سے کسی مقام پر، کسی مبہم شخص کا نام ہو۔

منقطع کی مثال: عبدالرزاق نے امام ثوری سے، انھوں نے ابوالحق سے، انھوں نے زید سے

انھوں نے یسیع سے اور انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے مروی روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”یہ (منصب) ابو بکرؓ کے حوالے کر دو، وہ قوی اور امین ہیں“۔ (حاکم)

اس حدیث میں ایک راوی ”شریک“، امام ثوری اور ابوالحسن کے درمیان ساقط ہے۔ دوسرے لفظوں میں امام ثوری نے اسے ابوالحسن سے براہ راست نہیں سنا بلکہ شریک کے واسطے سے سنا۔

سقوطِ حنفی کے سبب ضعیف حدیثیں

a. المَدْلَسُ: سند کے عیب کو مخفی رکھنے اور نظاہری شکل کو حسین بنا دینے کا نام ”تدلیس“ ہے۔ ایسی روایت کو مُدْلَسُ کہتے ہیں۔ اور راوی کو مُدْلَسُ۔ تدلیس میں راوی (مُدْلَسُ) قَالَ اور عَنْ کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ سَمِعْتُ، اور حَدَّثَنِي، کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔

تدلیس کی تین بنیادی اقسام

- 1- تَدْلِيسُ الْاِسْنَادِ: مُدْلَسُ، اپنے استاد سے روایت کرتا ہے، لیکن ایسی حدیث روایت کرتا ہے، جو استاد سے نہیں سنی۔ (بلکہ کسی اور سے سنی) یعنی راوی سند کو بدل دیتا ہے۔
- 2- تَدْلِيسُ تَسْوِيَه: یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے۔ راوی سند میں دو ثقہ راویوں کے درمیان موجود ’ضعیف راوی‘ کو ساقط کر دیتا ہے اور دو ثقہ راویوں کو، ایک محتمل لفظ سے جوڑ دیتا ہے اور پورے سلسلے کو ثقہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔
- بَقِيَّةُ بِنِ الْوَلِيدِ اِيكٌ مَشْهُورٌ مُدْلِسٌ رَاوِيٌ تَهَا۔ جَسْ كَ بَارِءٍ مِيْلٌ كَهَا كِيَا۔
اَحَادِيْثٌ بَقِيَّةٌ ، لَيْسَتْ نَقِيَّةٌ ، فَكُنْ مِنْهَا نَقِيَّةٌ
”بقیہ کی احادیث پاک و صاف نہیں ہوتیں۔ ان احادیث سے خود کو بچاؤ۔“
- 3- تَدْلِيسُ شِيُوْخٍ: راوی، اپنے شیخ کے معروف نام کے بجائے غیر معروف نام (کنیت) سے روایت کرتا ہے۔ تو اسے ”تدلیسِ شیوخ“ کہتے ہیں۔

مثلاً: ابو بکر بن ابو داؤد سجستانی کے بجائے عبداللہ بن ابی عبداللہ۔

سقوطِ سند

4- تدلیسِ عَطْف : تدلیسِ عطف ، اس تدلیس کو کہتے ہیں ، جب راوی ، اپنی سند میں ، اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کا نام بھی جوڑ دے۔ جیسے : حَدَّثَنَا فُلَانٌ وَ فُلَانٌ۔

5- تدلیسِ سکوت : تدلیسِ سکوت ، حدیث کی اصطلاح میں ایسی تدلیس کو کہتے ہیں ، جب راوی سَمِعْتُ (میں نے سنا) ، حَدَّثَنَا (ہم سے بیان کیا) اور حَدَّثَنِي (مجھ سے بیان کیا) کے بعد سکوت اختیار کرے ، پھر راوی کا نام لے۔

تدلیسِ سکوت کی مثال: جیسے راوی پہلے اَعْمَشُ کہے۔ اور پھر کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر راوی کا نام لے۔ ایسی صورت میں ، سننے والا یہ تاثر لے سکتا ہے کہ اس نے اَعْمَشُ سے سنا ہے ، جبکہ فی الواقع ایسا معاملہ نہ ہو۔

b. المُرْسَلِ الخَفِيِّ : مرسلِ خفی اس روایت کو کہتے ہیں ، جس میں راوی، ایسے شخص سے روایت کرے ، جو اس کا ، ہم زمانہ ، بھی ہو اور ملاقات بھی کر چکا ہو، لیکن اس سے یہ مخصوص روایت سنی نہ ہو۔ تاہم ”قَالَ (اس نے کہا)“ جیسے الفاظ استعمال کرے۔

حدیثِ مُعْنَنُ

مُعْنَنُ اُس روایت کو کہتے ہیں ، جس روایت کی سند میں عَن ، عَنْ ہو اور سماعت کی صراحت نہ ہو۔ اس قسم کی معنعن حدیث ، تین (3) شرائط کے ساتھ قبول کی جاتی ہے۔

1. (عن والے) تمام راوی عادل ہوں۔

2. راوی اپنے استاد سے ملا ہو ، جس نے عن کا لفظ استعمال کیا ہے اور راوی کی ملاقات ، استاد سے ممکن ہو۔

3. راوی مُدَلِّس نہ ہو ، یعنی ایسا راوی نہ ہو ، جو شیخ کے عیوب کو چھپاتا ہو۔

حدیثِ مؤنن

مؤنن اس حدیث کو کہتے ہیں، جس روایت کی سند میں 'اَنَّ اَنَّ' ہو اور واضح سماعت کی صراحت نہ ہو۔ مثلاً: حَدَّثَنَا فُلَانٌ اَنَّ فُلَانًا ، اَنَّ فُلَانًا ، حدیثِ مؤنن کو بھی حدیثِ مُعْتَنَن کی طرح مندرجہ بالا تینوں شرائط کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔

2- طعنِ راوی کے سبب مردود (ضعیف) احادیث

موضوع

متروک

منکر

معلل

a- حَدِيثُ مُعَلَّلٌ

معلل اس حدیث کو کہتے ہیں، جس میں کوئی منخفی علت (چھپی ہوئی کمزوری) پائی جاتی ہو۔ اگرچہ کہ بظاہر وہ اس سے پاک نظر آئے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے۔ جب راوی میں ، طعن کا سبب عموماً 'وہم' ہو۔

حدیث کے معلل ہونے کے لیے دو (2) شرطیں ہیں۔

- 1- علت کا مخفی اور باریک ہونا۔
- 2- علت کا صحیح حدیث پر اثر انداز ہونا۔

حدیثِ معلل کی پہچان کا طریقہ

- 1- اس حدیث کے جملہ 'طُرُق' کو جمع کیا جائے۔
- 2- پھر راویوں کے اختلافات پر غور کیا جائے۔ (Cross Examination)
- 3- پھر تمام راویوں کے حفظ و ضبط کا موازنہ کیا جائے۔
- 4- پھر اس معلل پر حکم لگایا جائے۔
- 5- کبھی اسناد کی علت ، متن کو بھی مجروح کر دیتی ہے۔
- 6- کبھی علت ، صرف اسناد کو مجروح کرتی ہے ، متن صحیح رہتا ہے۔

مثلاً عبداللہ بن دینار (127ھ) کے بجائے ، عمرو بن دینار (126ھ) کے نام کے استعمال کا سبب ، راوی کا 'وہم' ہے ۔

b- حدیث مُنْكَر

”منکر“ وہ حدیث ہے ، جس کی سند کا کوئی ”راوی“

a- فاش غلطیاں (Blunders) کرتا ہو۔ یا

b- جس میں غفلت کی کثرت ہوتی ہو۔ یا

c- نمایاں طور پر فسق (بد عملی) میں مبتلا ہو۔ یا

d- ضعیف راوی، ثقہ راوی کے برعکس روایت کرتا ہو۔

حدیث منکر کی ضد ”حدیث معروف“ ہے ”معروف“ وہ حدیث ہے، جسے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہو۔ یا وہ روایت ہوتی ہے ، جو کسی ضعیف روایت کے خلاف نہ ہو۔

c- حدیث مَتْرُوك

”متروک“ وہ حدیث ہوتی ہے، جس کی سند میں کوئی راوی مُتَّهَم بِالْكَذِبِ ہو۔ یعنی جس پر جھوٹ کا اتہام ہو۔

ایسا راوی ، جو روزمرہ گفتگو میں، جھوٹ کا عادی ہو ، لیکن حدیث میں ظاہر نہ ہوتا ہو۔ یا پھر یہ روایت کسی اور سے مروی نہ ہو اور معلوم اصولوں کے خلاف ہو۔ یا پھر کثیر الوہم راوی ہو۔

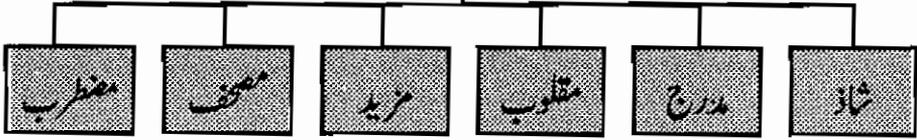
d- حدیث مَوْضُوع

”موضوع“ اس جھوٹی روایت کو کہتے ہیں ، جو خود گھڑی جائے اور پھر اس کی نسبت حضورؐ سے کردی

جائے۔ (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو معاشرے میں پھیلانے سے بچائے۔ اور معاشرے میں موجود ،

جھوٹی حدیثوں کو پہچاننے اور ان سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اس کا ذکر تفصیلاً آگے رہا ہے۔

3- ثقہ راویوں سے اختلاف کے سبب مرذوذ (ضعیف) آحادیث



a- حدیثِ شاذ: وہ حدیث، جس میں مقبول (ثقہ) راوی، اپنے سے زیادہ مقبول (ثقہ تر) راوی کی روایت کی مخالفت کرے۔ شاذ حدیث کے مقابلے میں ”محفوظ حدیث“ ہوتی ہے۔
حدیثِ محفوظ کی سند کی مثال:

ابن عُیَیْنَه (198ھ) ... عمرو بن دینار (126ھ) ... عوسجہ (125ھ) .. ابن عباس (68ھ) یہ ایک محفوظ روایت کی سند ہے، لیکن اس سے ملتی جلتی ایک اور سند ملاحظہ کیجیے۔
حدیثِ شاذ کی سند کی مثال:

حماد بن زید (179ھ) ... عمرو بن دینار (126ھ) .. عوسجہ (125ھ)
یہ دوسری سند ”شاذ“ ہے۔ اور غیر محفوظ ہے۔ یہاں صحابی ابن عباسؓ کا نام بھی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ سند مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے۔ اگرچہ کہ اس کے بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔
شاذ حدیث، غیر مقبول (مردود) ہوتی ہے۔

b- حدیثِ مُدْرَج: مدرج، اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کے سلسلہ سند یا متن میں (اصل سند یا اصل متن کے علاوہ) کوئی اضافہ کر دیا گیا ہو، یعنی جس میں ادراج (Insertion) ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اس میں کوئی چیز درج کر دی گئی ہو۔
حدیثِ مدرج کی دو (2) قسمیں ہیں۔

1- مُدْرَجُ الْمَتْنِ اور 2- مُدْرَجُ السَّنَدِ

ادراج کی تین قسمیں ہیں۔ ابتداء میں ، درمیان میں ، آخر میں

1- حدیث کی ابتداء میں ادراج ، کم ہوتا ہے۔

2- حدیث کے درمیان میں ادراج ، بہت ہی کم ہوتا ہے۔

3- حدیث کے آخر میں ادراج ، اکثر ہوتا ہے۔

c- حدیثِ مقلوب : مقلوب (Inverted) اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ

سند یا متن میں ، تقدیم یا تاخیر سے ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیا جائے۔

مقلوبُ السَّنَدِ کی مثال : جس میں راوی کا نام الٹ دیا گیا ہو۔

جیسے: کعب بن مرہ کے بجائے مرہ بن کعب ۔

مَقْلُوبُ الْمَتْنِ کی مثالیں :

1- لَا تَعْلَمُ يَمِينَهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالَهُ كَهَذَا جَبَّ كَصَحْحِ 'لَا تَعْلَمُ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينَهُ' ہے۔

2- عَامَّةٌ وَ خَاصَّةٌ كَو خَاصَّةٌ وَ عَامَّةٌ كَهَذَا دِينًا۔

d- المَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ : حدیث کی سند میں ، جو بظاہر متصل ہے ،

کسی راوی کا اضافہ کر دینا المَزِيدُ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ کہلاتا ہے۔

e- حَدِيثُ مُصَحَّفٍ : اس حدیث کو کہتے ہیں ، جس میں علم حدیث کا ایک ”ماہر فن“

(مُحَدِّث ، عالم حدیث) ثقہ راویوں کے کلمات کو لفظی یا معنوی طور پر بدل دیتا ہے۔ یعنی ماہرین فن ،

کبھی کاتب کی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں ، کبھی نقطوں کی تبدیلی کرتے ہیں ، اور کبھی حروف کی شکل میں

تبدیلی کر دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ، حدیثِ مصحف ، تصحیح شدہ حدیث ہوتی ہے۔

f- حَدِيثِ مُضْطَرَبٍ : حدیث کی ایسی شکلیں ، جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور

متعارض ہوں (نکراتی ہوں) ، جن کو باہم جمع کرنا ، یا ایک دوسرے پر ترجیح دینا ، ممکن نہ ہو ، مُضْطَرَبٍ

کہلاتی ہیں۔ ایسی صورت میں ، متعارض روایات کی سندیں ، ایک ہی درجے کی حامل ہوتی ہیں۔

احادیث کی مشترک اقسام

عالی اسناد اور نازل اسناد

عالی سَنَد :

عالی سند ، حدیث کی اس سند کو کہتے ہیں ،
جو کم واسطوں سے ہو کر ، حضور (11ھ) تک پہنچتی ہو۔

نازل سَنَد :

'نازل سَنَد' حدیث کی اس سند کو کہتے ہیں ،
جو زیادہ واسطوں سے ہو کر ، حضور (11ھ) تک پہنچتی ہے۔

- 1- عالی سند کو نازل سند پر فضیلت حاصل ہے۔
- 2- نازل سند کو عالی سند پر ، صرف اس صورت میں افضلیت حاصل ہوگی ، جب 'نازل' کے راوی ، عالی کے راویوں سے زیادہ ثقہ ، زیادہ فقیہ اور زیادہ حافظ و ضابطہ ہوں۔

چند متفرق اصطلاحات

مَجْهُولِ رَاوِی

مجهول اُس "غیر معروف راوی" کو کہتے ہیں جس کی

- 1- ذات اور شخصیت کا علم نہ ہو۔
- 2- ذات کا علم ہو ، لیکن صفات کا علم نہ ہو ، یعنی عدالت ، حفظ اور ضبط کا علم نہ ہو۔

مُبْہَمِ رَاوِی

مُبْہَمِ اس روایت کو کہتے ہیں ، جس میں راوی کے نام کی صراحت نہ ہو جیسے :

'ایک' ثقہ آدمی نے کہا (نہ معلوم یہ 'ایک' کون ہے؟)

مُبْہَمِ رَاوِی

مُبْہَمِ راوی ، اس راوی کو کہتے ہیں ، جس کا نام نہ لیا گیا ہو۔

المبتدع یا مُبتدِع راوی

المبتدع

وہ راوی ہے، جو اہل بدعت میں سے ہو۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

1- بَدَعَتِ مُفَسِّقَةٍ

2- بَدَعَتِ مُكْفِرَةٍ

بَدَعَتِ مُفَسِّقَةٍ

کے مرتکب راوی کی روایت، دو (2) شرطوں کے ساتھ قبول کی جاتی ہے۔

1- راوی، اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو۔

2- راوی، ایسی بات کی روایت نہ کرے، جو اس کی بدعت کی تردید

کا سبب بنے۔

بَدَعَتِ مُكْفِرَةٍ

کے مرتکب راوی کی روایت، ہرگز قبول نہیں کی جاتی۔

خلاصہ آحادیث ضعیفہ

1- جو حدیث، صحیح کی پانچ (5) شرطوں پر پوری نہیں اترتی اور حسن کی چار (4) شرائط پر پوری نہیں اترتی، وہ ضعیف کہلاتی ہے۔

2- ضعیف احادیث کی کئی قسمیں ہیں۔

(a) سقوطِ ظاہری کے سبب، یعنی سند کے ٹوٹنے سے حدیث مُعَلَّق، مُرْسَل، مُعْضَل، اور مُنْقَطِع ہو جاتی ہے۔

(b) سقوطِ خفی کے سبب، حدیث ضعیف ہو کر، مُدَلَّس یا مُرْسَل خفی ہو جاتی ہے۔

(c) طعنِ راوی کے سبب، حدیث ضعیف ہو کر، مُعَلَّل، مُنْكَر، مُتْرُوك یا مَوْضُوع ہو جاتی ہے۔

(d) ثقہ راویوں سے اختلاف کے سبب، حدیث ضعیف ہو کر، شاذ یا مُنْدرَج، یا مقلوب، یا مزید، یا مُصَحَّف، یا مُضْطْرَب ہو جاتی ہے۔

• بارہواں باب

جھوٹی حدیثیں

(أحادیث موضوعہ)

(Fabricated Traditions)

احادیثِ موضوعہ (جھوٹی حدیثیں)

احادیثِ موضوعہ سے مراد ، وہ جھوٹی حدیثیں ہیں ، جو لوگوں نے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ سے منسوب کر دی ہوں۔ یہ احادیث عوام الناس میں زہر کی طرح پھیل چکی ہیں۔ حدیث کے طالب علم کا ، ان سے واقف ہونا ، ان سے خود بچنا ، اُمتِ مسلمہ کو ان سے بچانا اور ان کے مقابل صحیح روایات کو عوام الناس میں عام کرنا نہایت ضروری ہے۔

جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا عذاب

رسول اللہ ﷺ نے لنت کو نبرد ار کرتے ہوئے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسَتْرٍ جُونٍ إِلَى قَوْمٍ يُحِبُّونَ الْحَدِيثَ عَنِّي
”لوگو! اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو! ایسے لوگ پیدا ہوں گے ، جو میری احادیث سے محبت کریں گے۔“

فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ
”ایسے میں ، جو شخص مجھ سے ایسی باتیں منسوب کرے گا ، جو میں نے نہیں کہیں ، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں کر لے ،

وَمَنْ حَفِظَ شَيْئًا فَلْيُحَدِّثْهُ . (مسند احمد)

البتہ جو شخص مجھ سے صحیح بات کو محفوظ رکھتا ہو ، وہ ضرور بیان کرے۔“

سارے جھوٹ ایک درجے کے نہیں ہوتے

سارے جھوٹ ایک درجے کے نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی باتیں منسوب کرنا ، کفر کی اعلیٰ قسم ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْكَذِبُ عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبِ عَلَيَّ أَحَدٍ
 ”مجھ پر جھوٹ باندھنا ، عام آدمی پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں ہے ،
 مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (بخاری ، کتاب العلم)
 جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا ، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں کرے۔“

صرف سچی اور صحیح بات روایت کرنے کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی ہے کہ صرف وہی حدیث روایت کی جائے ، جو صدق و حق پر مبنی ہو ، جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ سچے اور نیک راویوں سے روایت ہوئی ہو ، جو نبی الواقع رسول اللہ ﷺ نے کہی ہو۔ فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَدِيثِ عَنِّي ، فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلْيَقُلْ حَقًّا أَوْ صِدْقًا ،
 ”روایت میں کثرت حدیث سے بچو ! جو شخص مجھ سے روایت کرنا چاہتا ہے ، وہ سچی اور صحیح بات ہی روایت کرے

وَمَنْ يَقُولُ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

(ابن ماجہ ، عن ابی قتادہؓ)

اور جو شخص مجھ سے ایسی بات منسوب کرے گا ، جو میں نہیں کہی تو پھر اُس کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا کر لینا چاہیے۔“

جھوٹے کی ایک مثال

آدمی کو یقین ہو کہ وہ صحیح حدیث روایت کر رہا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَلَيَّ حَدِيثًا وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ .

(مسلم ، تغلیظ الکذب)

”جو شخص مجھ سے حدیث روایت کرتا ہے اور یہ خیال بھی کرتا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث ہے

تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“

جھوٹوں کے بارے میں پیش گوئی اور ہدایت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَنَاْسٌ مِنْ أُمَّتِي ، يُحَدِّثُونَكُمْ ،
”آخری زمانے میں میری امت میں لوگ پیدا ہوں گے ، جو ایسی احادیث بیان کریں گے ،
بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ ، فَإِيَّاكُمْ ! وَإِيَّاهُمْ ! . (مسلم)
جنہیں نہ تو تم نے سنا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا۔

ایسی صورت میں ان حدیثوں سے بھی بچو ! اور ان احادیث کی روایت کرنے والوں سے بھی بچو !“

وضع حدیث کے اسباب و محرکات

جھوٹی حدیثوں کے گھڑے جانے کے مختلف اسباب و محرکات ہیں،
جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

- 1- سیاسی فرقے ”روافض“ کا مذہبی فرقے میں بدل جانا۔
- 2- عام شیعوں کا فضائل و مناقب کی حدیثیں گھڑنا۔
- 3- شیعوں کے سب و شتم کے مقابلے میں ”اہل سنت“ کی طرف سے احادیث کا وضع کیا جانا۔
- 4- شانِ نبوت میں غلو کرنا۔
- 5- فقہی اور مسلکی اختلافات کا تحزب اور گروہ بندی۔
- 6- بادشاہوں اور امیروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے حدیثیں گھڑنا۔
- 7- ترغیب و ترہیب یعنی نیکیوں پر رغبت دلانے اور گناہ کے کاموں سے باز رکھنے کے لیے حدیثیں گھڑنا۔

- 8- کم علم زاہد اور جاہل صوفی حضرات نے بھی یہ کام انجام دیا ہے۔
- 9- شہرت اور مقبولیت کے حصول کے لیے حدیثیں گھڑنا۔
- 10- عجب و پسندی ، گرمی محفل اور سنسنی خیزی پیدا کرنے کے لیے حدیثیں گھڑنا۔
- 11- قرآن کی تلاوت کی طرف مائل کرنے کے لئے (نیک نیتی سے) وضع حدیث۔
- 12- کلام رسول اور کلام شیخ میں تمیز سے راوی کی بے احتیاطی۔
- 13- سند کو خوشنما بنانے کے لئے تدلیس۔

چند مشہور واضعین حدیث

محدثین کی کتنی ہی باکمال ہستیاں ایسی گزری ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک قول اور ایک ایک فعل کو دیانت داری سے اگلی نسلوں تک منتقل کیا ہے۔ لیکن کچھ بد کردار ، خبیث ، دجال اور کذاب ایسے بھی گزرے ہیں ، جنہوں نے اپنے جھوٹ کو حدیث بنا کر رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیا۔ یہاں چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1- عبداللہ بن سبا: عبداللہ بن سبا کا باپ یہودی تھا۔ ماں سیاہ فام تھی۔ اس لیے ابن السواد کے نام سے مشہور تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں یہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ حضرت عثمان کے بارے میں سب سے پہلے اسی نے غلط باتیں پھیلائیں اور حضرت علی کے بارے میں مبالغہ کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَبَا أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ ذَلِكَ (لسان الميزان . حافظ ابن حجر)
 ”صحابہ کرام کے خلاف سب سے پہلے محاذ کھولنے والا عبداللہ بن سبا تھا۔“
 حافظ ابن حجر ہی نے امام شعبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَبَا
 ”سب سے پہلے جس نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی باتیں منسوب کیں، وہ عبداللہ بن سبا تھا“

حدیث گھڑنے والے چند مشہور نام

- 2- محمد بن سعید الشامی مصلوب۔ 150ھ میں اس کو عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے پھانسی دی۔
 - 3- ابو عصمہ نوح ابن مریم۔ خود اس نے اعتراف کیا کہ میں نے مختلف قرآنی سورتوں کے فضائل کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے انہیں حضرت ابن عباسؓ سے منسوب کیا ہے۔
 - 4- غلام خلیل عراقی: عابد و زاہد تارک الدنیا تھا۔ لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ اس کی موت پر بغداد میں دکانیں بند کی گئیں۔ فضائل اذکار و اوراد کی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اس کی وجہ معلوم کی گئی تو خود اس نے اعتراف کیا ” ہم نے عوام کے دلوں میں رقت پیدا کرنے کے لیے یہ حدیثیں وضع کی ہیں“ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو نیک نیتی سے یہ مذموم اور ملعون فعل انجام دیا کرتے تھے۔
 - 5- عبدالکریم بن ابی العوجاء مقتول: عباسی خلیفہ مہدی کے زمانے میں 4,000 احادیث وضع کرنے کا خود اعتراف کیا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتا تھا۔ اس کو محمد بن سلیمان بن علی امیر بصرہ نے قتل کیا۔
 - 6- غیاث بن ابراہیم النخعی کوفی: اس نے عباسی خلیفہ مہدی کو خوش کرنے کے لیے متعدد حدیثیں گھڑیں۔ خلیفہ مہدی کا دور حکومت 158ھ تا 168ھ ہے۔
 - 7- مغیرہ بن سعید عجللی الکوفی: خالد بن عبداللہ القسری والی کوفہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا۔
 - 8- جعد بن درہم:
 - 124ھ میں عید الاضحیٰ کے دن، اس کو خالد بن عبداللہ القسری والی کوفہ نے قتل کیا۔
 - 9- مامون بن احمد الهروی: اس نے امام شافعیؒ کے خلاف احادیث وضع کیں۔
 - 10- بیان بن سمعان مہدی مقتول الزندیق:
- پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر نبوت کا۔ پھر خدائی کا۔ حلول کا عقیدہ سب سے پہلے اسی نے ایجاد

کیا۔ بیان الزندیق کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو خالد بن عبداللہ قسری والی کوفہ نے قتل کیا۔

11- مُقاتل بن سلیمان بلخی :

عباسی خلیفہ مہدی کو مُقاتل نے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں بنو عباس کی فضیلت میں حدیثیں وضع کروں۔

12- احمد بن یعقوب :

اس نے اموی خلیفہ عبدالملک کے زمانے (65ھ-86ھ) میں حدیثیں گھڑیں۔

13- عبداللہ بن محمد :

یہ ایک حدیث کی سند کو ، دوسری حدیث کے متن سے جوڑ دیتا تھا۔

14- ابی الہزم یزید بن سفیان البصری :

عبدالدرینار تھا۔ یہ ایک درہم کے عوض پچاس حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

15- ابو البختری کذاب قاضی :

اس نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کو یہ جھوٹی حدیث سنائی تھی کہ ”نبی کریم ﷺ کو بوتاڑا ایا کرتے تھے۔“ ہارون الرشید کا دور حکومت 170ھ تا 194ھ ہے۔

16- میسرۃ بن عبداللہ عراقی

17- وہب بن وہب القاضی

18- عبدالرحمن بن زید بن اسلم -

19- ابن ابی یحییٰ مدنی

20- ابو داؤد سلیمان بن عمر النخعی

21- عمرو بن عبید المعتزلی (143ھ)

22- محمد بن سائب الکلبی (146ھ)

23- احمد بن الحسن بن ابان المصری .

روافض (غالی شیعوں) کی کارستانیاں

روافض یا رافضی ، غالی اور انتہا پسند شیعوں کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے جھوٹی حدیثیں گھر گھر کر عوام میں پھیلائیں۔ معتدل شیعہ بھی ان سے پناہ مانگتے تھے۔

● رافضیوں کے بارے میں حضرت عامر شععیؓ کا قول:

حضرت عامرؓ شععی (المتوفی 104ھ) پہلے رافضیوں کے امام تھے ، تو بہ کے بعد فرمایا: ”اگر میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے لیے حدیث وضع کروں تو یہ لوگ میرے غلام ہو جائیں ، میرے گھر کو سونے سے بھر دیں ، یا میرے گھر کا طواف کریں ، مگر خدا کی قسم ! یہ کام میں ہرگز نہیں کروں گا۔“ (منہاج السنہ)

● روافض کے بارے میں حضرت امام شععیؓ کا دوسرا قول:

”روافض اللہ کے لیے اسلام نہیں لائے تھے ، بلکہ اللہ سے بغاوت اور انتقام کے لیے مسلمان ہوئے تھے۔ یہ سخت بے دین اور زندقہ تھے۔“

● روافض کے بارے میں امام مالکؒ کا قول:

حضرت امام مالکؒ (م 179ھ) روافض کے بارے میں ایک سوال پر کہتے ہیں:

لَا تَكَلِّمُهُمْ وَلَا تَرَوْا عَنْهُمْ ، فَإِنَّهُمْ يَكْذِبُونَ . (میزان الاعتدال)

”ان رافضیوں سے نہ تو بات کرو ! اور نہ روایت ! کیوں کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔“

● روافض کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ کا قول:

روافض کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ (المتوفی 204ھ) فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ فِي أَهْلِ الْهَوَى قَوْمًا أَشْهَدُ بِالزُّورِ مِنَ الرَّافِضَةِ . (منہاج السنہ)

”میں نے اہل پدعت میں سے کسی گروہ کو ، روافض سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا نہیں دیکھا۔“

● روافض کے بارے میں علامہ خلیلیؒ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں:

وَضَعَتِ الرَّافِضَةُ فِي فَضَائِلِ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ نَحْوَتَكَ مِائَةَ أَلْفٍ

حَدِيثٍ . (السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي)

”رافضیوں نے حضرت علیؑ اور اہل بیت کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔“

● شریک بن عبداللہ القاضی ، خوشیعیہ تھے ، لیکن روافض (انتہاپسند شیعوں) کے بارے میں کہا:

إِحْمَلِ الْعِلْمَ عَنْ كُلِّ مَنْ لَقِيَْتَ إِلَّا الرَّافِضَةَ ،

فَإِنَّهُمْ يَصْنَعُونَ الْحَدِيثَ وَيَتَّخِذُونَهُ دِينًا

(منهاج السنة)

”ہر شخص کی روایت جس سے تمہاری ملاقات ہو قبول کر سکتے ہو ، سوائے رافضیوں کے ،

کیوں کہ وہ احادیث وضع کرتے ہیں اور پھر انہیں اپنا دین بنا لیتے ہیں۔“

عام شیعوں نے بھی جھوٹی حدیثیں گھڑیں

روافض کے علاوہ ، عام شیعوں نے بھی حدیثیں گھڑیں۔ حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف ایک سیاسی اختلاف تھا۔ عقیدے کا اختلاف نہیں تھا ، لیکن بد قسمتی سے اسے عقیدے کا اختلاف بنا دیا گیا ، جس کے نتیجے میں امت مسلمہ کے اندر چالیس سے زیادہ فرقے وجود میں آئے۔ جیسے علوی ، جعفری ، بوہری ، آغا خانی ، اسمعیلی وغیرہ وغیرہ۔ جھوٹی حدیثوں کے لیے عراق مرکز تھا۔ جہاں شیعوں کی اکثریت تھی۔ امام مالکؒ نے اسے دارالضرب قرار دیا۔ دارالضرب اُس جگہ کو کہتے ہیں ، جہاں سکے ڈھالے جاتے ہیں۔

● عراق کے بارے میں امام مالکؒ کے استاد امام ابن شہاب زہری (م 124ھ) کا قول:

يَخْرُجُ الْحَدِيثُ مِنْ عِنْدِنَا شَبْرًا فَيَرْجِعُ إِلَيْنَا مِنَ الْعِرَاقِ ذِرَاعًا .

(السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي)

”ہمارے یہاں (مدینے) سے حدیث ایک بالکھٹ کی نکلتی ہے اور جب عراق سے ہو کر لوٹی ہے تو

ایک گز کی ہو جاتی ہے۔“

مشہور شیعہ عالم ابن ابی الحدید خود ”شرح نہج البلاغہ“ میں لکھتے ہیں:
 ”خوب جان لیجیے کہ فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث میں ، اصل جھوٹ شیعوں کی جانب سے
 آیا ہے۔“ (السنة و مکانتها فی التشريع الاسلامی)۔

● حضرت علیؑ کے مناقب میں جھوٹی حدیثیں:

رافضیوں نے اور شیعوں نے حضرت علیؑ کی شان میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے جھوٹی حدیثیں
 گھڑیں۔ پانچ (5) مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

1- مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ ، وَالْإِنُّوحَ فِي فَهْمِهِ وَفِي
 إِبْرَاهِيمَ فِي حِلْمِهِ ، وَالْإِسْمَاعِيلَ فِي هَيْبَتِهِ ، وَالْإِسْحَاقَ فِي
 عِبَادَتِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ . (الالی المصنوعة)

”جو حضرت آدمؑ کا علم ، حضرت نوحؑ کا فہم ، حضرت ابراہیمؑ کی بردباری ، حضرت
 موسیٰؑ کا جلال اور حضرت عیسیٰؑ کی عبادت دیکھنا چاہتا ہے ، وہ حضرت علیؑ کو دیکھے۔“

2- حُبُّ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ ، لَا يَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ ،
 ”حضرت علیؑ کی محبت ایسی نیکی ہے ، جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا“
 وَ بُغْضُهُ سَيِّئَةٌ ، لَا يَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَةٌ .

اور حضرت علیؑ سے بغض ایسا گناہ ہے ، جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔“

3- لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ، إِنَّهُ عَلِيٌّ . (فتاویٰ ابن تیمیہ)

”ہر قوم کے لیے ایک ہادی یعنی رہبر ہے اور وہ علیؑ ہے۔“

● غدیر خم والی حدیث موضوع (جھوٹی) ہے:

شیعوں کی طرف سے گھڑی گئی جھوٹی حدیثوں میں غدیر خم والی حدیث بھی ہے ، جس کے
 مطابق حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

4- هَذَا وَصِيٌّ وَأَخِي وَالْخَلِيفَةُ مِنْ بَعْدِي ، فَاسْمَعُوا لَهُ ! وَأَطِيعُوا !

(موضوعات کبیر ، السنہ و مکاتہانی التشریح الاسلامی)

”یہ علیؑ میرا وصی ہے ، بھائی ہے ، میرے بعد خلیفہ ہے ، تم اس کی بات سنو ! اور اطاعت کرو!“

5- نَادَ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ لَكَ عَوْنًا فِي النَّوَابِ فِي كُلِّ غَمٍّ وَهَمٍّ

”مظہر العجائب علیؑ کو پکارو ! تم اُن کو مشکلات اور پریشانیوں میں مددگار پاؤ گے۔“

(موضوعات کبیر ، ملا علی قاری)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منسوب ایک جھوٹ:

”ایک فتنہ آنے والا ہے ، تم میں سے جو بھی اس وقت موجود ہے ، وہ دو چیزوں کو اختیار کرے۔
(1) اللہ کی کتاب اور

(2) حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو ، کیوں کہ میں (ابن عباسؓ) نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ اور آپ اس پر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔“ علیؑ پہلا آدمی ہے ، جو مجھ پر ایمان لایا اور وہ پہلا آدمی ہوگا ، جو مجھے قیامت کے دن مصافحہ کرے گا۔ وہ اس امت کا فاروق ہے ، جو حق و باطل کے درمیان فرق کرے گا۔“

اہل سنت اور وضع حدیث

جب شیعوں نے جھوٹی حدیثوں کا چلن عام کر دیا ، صحابہؓ پر لعن طعن شروع کی تو بعض اہل سنت نے بھی جواباً صحابہؓ کی شان میں جھوٹی حدیثیں گھڑنی شروع کیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔
● خلفائے راشدین کے بارے میں جھوٹی احادیث:

(1) إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قِيلَ لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلِ الْجَنَّةَ مِنْ شِئْتِ

(الاباطیل والمناکیر ، اللالی المصنوعہ)

”قیامت کے دن ، ابو بکرؓ سے کہا جائے گا: تم جس کو چاہو جنت میں داخل کر سکتے ہو۔“

(2) إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَكْرَهُ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُخْطَأَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فِي الْأَرْضِ .
(الاباطیل والمناکیر ، اللالی المصنوعه)

”آسمان پر اللہ کو ناپسند ہے کہ ابوبکرؓ صدیق سے زمین پر کوئی غلطی سرزد ہو۔“

(3) إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ أَبُو بَكْرٍ عَلَى أَحَدِ أَرْكَانِ الْحَوْضِ وَ عُمَرُ .
(تذکرہ الموضوعات للمقدسی)

”قیامت کے دن ، حضرت ابوبکرؓ حوض کوثر کے ایک رکن پر ہوں گے اور حضرت عمرؓ دوسرے پر۔“

(4) مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا مَكْتُوبٌ عَلَى كُلِّ وَرَقَةٍ مِنْهَا :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ، أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ،

وَ عُمَرُ الْفَارُوقُ ، وَ عُثْمَانُ ذُو النُّورَيْنِ .
(الالی المصنوعه)

”جنت کے ہر درخت کے ایک ایک پتے پر لکھا ہوا ہے ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ

اللَّهِ ، ابوبکرؓ صدیق ، عمر فاروقؓ ، عثمانؓ ذوالنورین۔“

(5) عَلَى الْعَرْشِ مَكْتُوبٌ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ،

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، عُمَرُ الْفَارُوقُ ، عُثْمَانُ الشَّهِيدُ ، عَلِيُّ الرِّضَى .

(الالی المصنوعه ، جلال الدین سیوطی)

”عرش پر لکھا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ، ابوبکرؓ صدیق ، عمر فاروقؓ ،

عثمانؓ شہید ، علیؓ الرضی۔“

● حضرت معاویہؓ کی منقبت میں جھوٹی احادیث:

(1) يُبْعَثُ مُعَاوِيَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهِ رِذَاءٌ مِنْ نُورِ الْإِيمَانِ .

”قیامت کے دن معاویہؓ اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے اوپر نور ایمان کی چادر ہوگی۔“

(2) الْأُمْنَاءُ عِنْدَ اللَّهِ ثَلَاثَةٌ ، أَنَا وَجِبْرِيلُ وَمُعَاوِيَةُ . (اللالی المصنوعة)

”اللہ کے نزدیک تین اشخاص مامون ہوں گے ، میں ، جبریل اور معاویہ۔“

(3) أَنْتَ مِنِّي يَا مُعَاوِيَةُ ! وَأَنَا مِنْكَ . (السنة و مکاتھا فی التشریح الاسلامی)

”اے معاویہ ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔“

(4) لَا أَتَقَدُّ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا مُعَاوِيَةَ ، فَيَأْتِي أِنْفًا بَعْدَ وَقْتٍ ، فَأَقُولُ :

مِنْ أَيْنَ يَا مُعَاوِيَةُ ؟ فَيَقُولُ مِنْ عِنْدَ رَبِّ الْعِزَّةِ يَحِينِي وَيَعْلَقُنِي
بِيَدِهِ ، وَيَقُولُ لِي : هَذَا مَمَانِيلُ مِنْ عَرَضِكَ فِي دَارِ الدُّنْيَا .

(اللالی المصنوعة)

”میں جنت میں صرف معاویہؓ کو نہ پاؤں گا ، کچھ دیر بعد جب وہ لوٹ کر آئیں گے ، تو میں پوچھوں گا: معاویہؓ کہاں سے آرہے ہو؟ وہ کہیں گے: رب العزت کے پاس سے ، وہ میرا خیر مقدم کر رہا تھا اور مجھے چمٹا رہا تھا اور مجھ سے کہہ رہا تھا: ”دنیا میں جو تمہاری عزت میں کمی کی گئی ، یہ اس کا صلہ ہے۔“

تنبیہ: ان چند جھوٹی روایات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دیگر صحیح اور حسن روایات میں ، خلفائے راشدین حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہؓ کے بارے میں جو مناقب بیان کیے گئے ہیں ، وہ غلط ہیں۔

شانِ نبوت ﷺ میں غلو کی وجہ سے گھڑی گئیں جھوٹی حدیثیں

شانِ نبوت ﷺ میں غلو اور انتہا پسندی بھی ایک بنیادی وجہ تھی ، جس کے نتیجے میں جھوٹی حدیثیں گھڑی گئیں۔ یہاں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(1) نور محمد ﷺ کے بارے میں جھوٹی حدیث:

إِنَّ نُورَ مُحَمَّدٍ ﷺ خُلِقَ مِنْ نُورِ اللَّهِ .

(الاثار المرفوعة في اخبار الموضوعه ، ملا علی قاری)

”یقیناً محمد ﷺ کا نور ، اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔“

(2) رسول اللہ ﷺ کے سینے کے بارے میں جھوٹی حدیث:

لَمَّا اسْرَىٰ بِي إِلَى السَّمَاءِ سَقَطَ مِنْ عَرْفِي فَنَبْتُ مِنْهُ الْوَرْدُ

(میزان الاعتدال و غیر ہم)

”جب مجھے معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا تو میرا سینہ ٹکا اور اس سینے سے گلاب پیدا ہوا۔“

(3) رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کے بارے میں جھوٹی حدیث:

أَخَذْتُ مِنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : لَا يُصِيكَ الشَّرُّ .

(تذكرة الموضوعات للمقدسی)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کا بال لیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں برائی لاحق نہ ہوگی۔“

(4) رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹی حدیث:

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ .

(فتاویٰ ابن تیمیہ)

”میں اُس وقت بھی نبی تھا ، جب حضرت آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کے مرحلے میں تھے۔“

(5) رسول اللہ ﷺ کی تخلیق کے بارے میں جھوٹی حدیث:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ .

(موضوعات کبیر)

”اگر آپ ﷺ نہ ہوتے ، تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“

(6) ختم نبوت کے بارے میں جھوٹی حدیث:

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ . (الباطل والمنكير)

”میں خاتم النبیین ہوں ، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ، مگر یہ کہ اللہ چاہے۔“

(7) انگلیوں کے چومنے کے بارے میں جھوٹی حدیث:

مُؤَدِّنَ كَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ كَہتے وقت جو شخص کہے: اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدًا وَعَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ نَبِيًّا اور شہادت کی انگلیوں کو چوم کر ان کے باطنی حصے کو اپنی آنکھوں میں پھیرے تو ایسا شخص میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔ (موضوعات کبیر)

فقہی اختلافات میں انتہا پسندی کی وجہ سے گھڑی گئی حدیثیں

تیسری صدی ہجری کے بعد ، جب لوگ شخصی تقلید میں گرفتار ہوئے تو اپنے اپنے امام اور اپنے اپنے امام کے فتوؤں کے بارے میں ، اس قدر انتہا پسندی کا شکار ہو گئے کہ اس تعصب اور تحزب نے انہیں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے جرم سے بھی باز نہ رکھا۔

● فقہی تعصبات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل جھوٹی حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

(1) مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ عَلَى فُوهِ نَارًا . (تذکرہ الموضوعات للمقدسی)

” جس نے امام کے پیچھے قرأت کی ، اُس کا منہ آگ سے بھرا جائے گا۔“

(2) مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ . (اللالی المصنوعة)

” جس نے رکوع میں ہاتھ اٹھایا ، اُس کی کوئی نماز نہیں ہوگی۔“

(3) أَمْنِي جِبْرِيلُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَهَرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

(السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي)

” حضرت جبریل نے خانہ کعبہ کے پاس ، میری امامت کی ،

تو بِسْمِ اللّٰهِ زور سے پڑھی۔“

● امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں جھوٹی حدیثیں:

(1) يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ ، هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي .

(اللالي المصنوعة)

”میری امت میں ایک شخص ہوگا ، جسے ابوحنیفہؒ کہا جائے گا ، وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔“

(2) وَيَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ اِدْرِيسُ ،

”میری امت میں ایک شخص ادریس (امام شافعیؒ) نامی ہوگا ،

أَصْرٌ عَلَى أُمَّتِي مِنْ ابْلِيسَ .

یہ شخص میری امت کے حق میں ، شیطان سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔“

خلفاء کی خوشنودی اور مالی مفادات کے حصول کے لیے جھوٹی حدیثیں

بادشاہوں اور امیروں کو خوش کرنے کے لیے اور ان سے مالی مفادات حاصل کرنے کے لیے

دنیا پرستوں نے رسول اللہ ﷺ کے نام پر جھوٹی حدیثیں گھڑیں۔

اس سلسلے کی چند جھوٹی روایات ملاحظہ فرمائیں:

(1) غياث بن ابراهيم النخعي الكوفي ، عباسی خلیفہ مہدی کا ایک دنیا پرست درباری تھا۔ اُس

نے دیکھا کہ خلیفہ کے ہاتھ میں ایک حمام (کبوتر) ہے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک

حدیث میں أَوْ جَنَاحٍ (یا پھر پرندہ) کا اضافہ کیا۔ وہ خلیفہ سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ کا یہ

شوق ، حدیث کے عین مطابق ہے۔ حدیث میں تین چیزوں میں مسابقت کی اجازت دی گئی ہے

، اس نے خلیفہ کو خوش کرنے کے لیے چوتھی چیز کا اضافہ کر دیا۔

لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلِ أَوْ حُفِّ أَوْ حَاضِرٍ (أَوْ جَنَاحٍ) .

(نزهة النظر في شرح نخبة الفكر)

”مسابقت جائز نہیں ہے ، مگر صرف نیزہ بازی میں ، اونٹ یا گھوڑے کی دوڑ میں (یا پھر

پرنوں میں)“

(2) احمد بن یعقوب ، اموی خلیفہ عبدالملک کے پاس حاضر تھا ، دربار میں خربوزہ لایا گیا۔

اس آدمی نے خربوزے کے بارے میں فوراً ایک حدیث گھڑی اور بیان کی۔

بَطِيخٌ قَبْلَ الطَّعَامِ يَغْسِلُ الْبَطْنَ غَسْلًا وَيَذْهَبُ الدَّاءَ أَصْلًا .

”کھانے سے پہلے خربوزہ پیٹ کو بالکل صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔“

جھوٹی حدیث سنانے پر خلیفہ عبدالملک نے احمد کو ایک لاکھ درہم دیے۔ (میزان الاعتدال)

(3) عباسی خلفاء کو خوش کرنے کے لیے بھی حدیثیں گھڑی گئیں۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

إِذَا كَانَ سَنَةَ خُمْسٍ وَ ثَلَاثِينَ وَ مَائَةٍ فَهِيَ لَكَ وَلَوْلَدِكَ السَّفَاحِ

وَالْمَنْصُورِ وَالْمَهْدِيِّ . (السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي)

”جب ایک سو پینتیس واں سال ہو تو (اے عباس!) یہ سال تمہارا ہوگا

یہ (سال) تمہاری اولاد سفاح ، منصور اور مہدی کا ہوگا۔“

(4) اسی طرح کے ایک خوشامد پسند مفاد پرست مقاتل بن سلیمان بلخی نے عباسی خلیفہ مہدی سے کہا:

”اگر آپ مناسب سمجھیں تو آل عباس کے لیے حدیثیں گھڑوں۔“ خلیفہ مہدی نے کہا: ”اس

کی ضرورت نہیں“ (تدریب الراوی)

(5) ایک دنیا دار مفاد پرست ابی الہزم یزید بن سفیان البصری تھا ، جو بصرے کی مسجد میں

پڑا رہتا تھا۔ کوئی اُسے ایک درہم دیتا تو اُس کے لیے پچاس حدیثیں گھڑتا۔ (الاباطیل والنناکیر)

ترغیب و ترہیب کے لیے وضع حدیث

بعض لوگ ترغیب و ترہیب کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے ، جو نیک

نیتی سے یہ بُرا کام کیا کرتے تھے۔ اس طرح کے لوگوں میں ایک شخص غلام خلیل کوفے میں تھا۔

یہ زاہد ، عابد ، متقی اور گوشہ نشین شخص تھا۔ یہ ظاہری شکل و صورت کی وجہ سے عوام میں مقبول تھا

- جب مرا تو عراق کے لوگوں نے بازار بند کر دیے۔

(قانون الموضوعات و الضفعاء ، محمد طاہر بن علی)

اس شخص نے فضائل اُرداد و وظائف کی احادیث گھڑیں۔ خود اعتراف کیا:
”میں نے ان احادیث کو اس لیے وضع کیا ہے ، تاکہ لوگوں کے دل رقیق (نرم) ہو سکیں۔“

(1) ایک ڈھیٹ جھوٹا:

مسجدِ صافہ میں ایک جھوٹا واعظ تھا۔ اور تھا بھی بہت ڈھیٹ۔ ایک مرتبہ منبر پر واعظ کر رہا تھا۔ مسجد میں حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت یحییٰ بن معین جیسے بزرگ محدث موجود تھے۔ اُس نے ان دو بزرگوں کے نام سے جھوٹی حدیث سنائی۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ خَلَقَ اللَّهُ ، مِنْ كُلِّ كَلِمَةٍ طَيْرًا ، مِنْقَارُهُ مِنْ ذَهَبٍ ،
وَرِيشُهُ مِنْ مَرْجَانٍ . (جامع الاصول ابن اثیر)

”جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا تو اللہ اُس کے ہر کلمے سے ایک چڑیا پیدا کرے گا ، جس کی چونچ سونے کی اور بال دپر مرجان کے ہوں گے۔“

وعظ کے بعد ان بزرگوں نے مل کر اُس سے پوچھا کہ ہم نے تو تم سے کوئی روایت نہیں کی ، تم کیوں ہمارا نام استعمال کر رہے ہو؟ اُس ڈھیٹ نے فوراً کہا: کہ اب دنیا میں صرف ایک احمد بن حنبل ہے؟ اور ایک یحییٰ بن معین ہے؟

(2) عاشورا کے روزے کی ترغیب کے لیے جھوٹی حدیث:

مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةَ سِتِّينَ سَنَةً .

(المنار المنيف ، لابن القيم الجوزی)

”جس نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا ، اللہ اُس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت لکھے گا۔“

(معلوم ہونا چاہیے کہ اس روایت کا راوی حبیب کذاب ہے)

زہد و تصوف کے سبب وضع حدیث

بعض لوگ نہایت زاہد و عابد تھے ، لیکن علم حدیث میں بہت کمزور تھے۔ صحیح احادیث اور ضعیف و موضوع احادیث میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ یہ بہت ساری بے سند کمزور روایتیں لوگوں میں عام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بڑے علماء نے ان کے علم کو ہمیشہ تشکیک کی نظر سے دیکھا۔ چند محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن تابعی استاد امام مالکؒ (المتوفی 133ھ) کا قول:

”ہمارے بہت سے بھائی وہ ہیں ، جن کی دعاؤں کی برکت کے ہم امیدوار ہیں ، لیکن کسی معاملے میں شہادت دیں تو ہم ان کی شہادت قول نہ کریں۔“ (الکفایۃ فی علم الروایۃ)

حضرت امام مالکؒ (المتوفی 179ھ) کا قول:

”میں نے ان (مسجد نبوی کے) ستونوں کے نزدیک سترادویوں کو پایا ، مگر ان سے حدیث نہیں لی ، اگرچہ ان کو بیت المال کا امین بنا دیا جاتا تو وہ امانت دار ثابت ہوتے ، مگر وہ اس عظیم کام (روایت حدیث) کے اہل نہ تھے۔“ (الکفایۃ)

حضرت یحییٰ بن سعید القطان (المتوفی 198ھ) کا قول:

”میں ایک لاکھ دینار کی امانت کے لیے جس آدمی کو صحیح سمجھتا ہوں ، ایک حدیث کے لیے اس کو امین نہیں سمجھتا۔“ (الکفایۃ) یعنی یہ آدمی مال و دولت کے بارے میں تو امانت دار ہے ، لیکن علم حدیث میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کا قول:

الْوَاضِعُونَ أَقْسَامًا ، أَعْظَمُهُمْ ضَرَرًا قَوْمٌ يَنْسُبُونَ إِلَى الذُّهْدِ
وَضَعُوهُ حِسْبَةً . (تدریب الراوی)

”حدیث گھڑنے والوں کی مختلف قسمیں ہیں ، مگر ان میں سے زیادہ نقصان پہنچانے والے وہ

لوگ ہیں ، جن کو زاہد سمجھا جاتا ہے ، جو اجراخرت کی نیت سے حدیث گھرتے ہیں۔“
فقیروں اور صوفیوں کے لیے دو جھوٹی حدیثیں:

(1) الْجُلُوسُ مَعَ الْفُقَرَاءِ بِالتَّوَضُّعِ هُوَ أَفْضَلُ الْجِهَادِ . (كَشَفُ الْخِفَاءِ)
 ”فقراء کے ساتھ عاجزی اختیار کرتے ہوئے بیٹھنا ، افضل جہاد ہے۔“

(2) السَّلَامَةُ فِي الْعُزْلَةِ . (المقاصد الحسنة)
 ”گوشہ نشینی میں عافیت ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کو صوفی ثابت کرنے کے لیے جھوٹی حدیث:

(3) حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَجْلِسَ فُقَرَاءٍ وَرَقَصَ حَتَّى شَقَّ قَمِيصَهُ
 (موضوعات کبیر)

”رسول اللہ ﷺ ، فقراء کی مجلس میں تشریف لے آئے اور (نعوذ باللہ) رقص کیا ،
 یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی قمیض پھاڑ لی۔“

اولیاء اور صوفیاء کے مختلف درجات کے ثبوت کے لیے جھوٹی حدیثیں:

اہل تصوف نے اپنے بزرگوں کو مختلف درجات میں تقسیم کیا۔ انہیں مختلف نام دیے ،
 پھر ان ناموں کو نعوذ باللہ ، رسول اللہ ﷺ سے منسوب جھوٹی حدیثوں میں
 سند عطا کی ۔

چنانچہ مشہور محدث حضرت ابن قیم الجوزیہ (المتوفی 751ھ) فرماتے ہیں:

(4) أَحَادِيثُ الْأُبْدَالِ وَالْأَقْطَابِ وَالْأَعْوَابِ وَالنُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَوْتَادِ
كُلُّهَا بَاطِلَةٌ . (المنار المنيف)

” (صوفیاء کی مختلف قسموں یعنی) ابدال ، قطب ، غوث ، نقیب ، نجیب اور اوتاد کے
 بارے میں بیان کردہ تمام احادیث باطل ہیں۔“

(5) الْأَبْدَالُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَاثُونَ ، مِثْلَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ .

”حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ، اس امت میں تیس ابدال ہیں۔“

مشہور محدث علامہ سخاوی (التوفیٰ 902ھ) کہتے ہیں:

الْأَبْدَالُ لَهُ طُرُقٌ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا بِالْفَاظِ مُخْتَلِفَةً كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ .

(المقاصد الحسنة)

”ابدال کے بارے میں ، مختلف طرق سے کئی مرتبہ روایتیں پائی جاتی ہیں ، جو حضرت انسؓ

تک پہنچی ہیں ، لیکن یہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔“

خرقہ صوفیہ کے بارے میں جھوٹی احادیث:

صوفیہ کے خرقے کے بارے میں بھی حدیثیں گھڑی گئیں۔ مشہور محدث علامہ سخاویؒ کہتے ہیں:

لَيْسَ الْخُرْقَةُ الصُّوفِيَّةُ وَكُنْ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ الْبَسَهَا مِنْ عَلِيٍّ .

(موضوعات کبیر)

”نہ تو خرقہ صوفیہ کا وجود ہے ، اور نہ کبھی حضرت علیؑ نے حضرت حسنؑ بصری کو

خرقہ (پہنا ہوا چوغا) پہنایا تھا۔“

لَا تَطْعُنُوا عَلَى أَهْلِ التَّصَوُّفِ وَالْخُرْقِ . (كشَفُ الْخِفَاءِ)

”اہل تصوف اور اہل خرقہ پر طعن نہ کرو!“



حصولِ شہرت و مقبولیت کے لیے وضع حدیث

ایک زمانے میں حدیث کی عزت ہوا کرتی تھی ، یہ لوگ مرجعِ خلائق ہوتے تھے ، لوگ سزا کے اُن سے احادیث سیکھنے کے لیے دور دراز سے آتے۔ ان سے حدیث کی وجہ لوگ سستی شہرت کے لیے حدیثیں گھڑتے۔

(1) ایک (بظاہر دین دار) آدمی نے چودہ حدیثیں گھڑیں ، پھر یہی لوگوں کو سنا یا کرتے تھا۔ پھر ایک اور حدیث گھڑی ، اس طرح پندرہ ہو گئیں۔ کسی نے پوچھا: یہ حدیثیں کہاں سے ہاتھ آئیں؟ (گھربٹھے) فرمایا: مِنْ رِزْقِ اللَّهِ هُوَ وَجَلَّ ”یہ تو رزقِ خداوندی ہے۔“

(الكفاية في علم الرواية)

(2) تَيْسْرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ ایک وَشَاع (بہت بڑا گھڑنے والا) تھا ، لیکن عوام میں اس قدر مقبول تھا کہ اس کی موت پر اہل بغداد نے سوگ میں بازار بند کر دیے۔ (تدریب الرادی)

سنسنی خیزی پھیلانے کے لیے جموئی حدیثیں

بعض افراد ایسے تھے ، جو بحیرہ الاحول واقعات اور عجیب و غریب لطیفے بیان کر کے لذتِ دہن اور لذتِ گوش کا سامان فراہم کرتے تھے۔ ان کی گفتار سے گرمی مغلل بڑھتی تھی۔ یہ محض لطیفہ گو اور مزاح نگار نہ تھے ، بلکہ معاشرے میں حدیث کی حیثیت سے ممتاز مقام کے حامل بھی ہو گئے تھے۔ ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

- ابو علی موسیٰ بن رضا۔
- عباس بن ولید۔
- علی بن علی المہدی۔
- قاسم بن بہرام۔

اس طرح کے چٹکوں اور لطیفوں پر مبنی چند جمہوری حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

(1) إِنَّ لِلَّهِ دِيكًا عِنْفُهُ تَحْتِ الْعَرْشِ وَرِجْلَاهُ فِي تَعْرُومِ الْأَرْضِ

(تذکرہ الموضوعات)

”اللہ کا ایک رُفّا ہے ، جس کی گردن اللہ کے عرش کے نیچے اور پاؤں زمین کے نیچے ہیں۔“

(2) لَا تَجْلِسُ الْمَلَأَةُ تَعَالَى لِلْجَبَلِ طَارَتْ لِعَظْمَةِ سَعَةَ أَجْبَلٍ وَقَعَتْ ثَلَاثَةَ

بِسْكَةٍ وَثَلَاثَةَ بِالْحَدِيثِ . (سلسلہ الاحادیث الضعيفة والموضوعة)

”جب اللہ نے طور کے پہاڑ پر جلوہ کیا تو اس کی عظمت کی وجہ سے ، وہ چھ پہاڑوں میں بٹ گیا ، تین کے میں گرے ، تین دینے میں۔“

(3) خُلِقَ الْوَرْدُ الْأَحْمَرُ مِنْ عَرَقِ جَبْرَيْلَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ ، وَخُلِقَ الْوَرْدُ

الْأَبْيَضُ مِنْ عَرَقِي ، وَخُلِقَ الْوَرْدُ الْأَصْفَرُ مِنْ عَرَقِ الْبَرَّاقِ .

(سلسلہ الاحادیث الضعيفة والموضوعة)

”سرخ گلاب وہ معراج حضرت جبریل کے پیچے سے پیدا کیا گیا ، سفید گلاب میرے پیچے سے پیدا کیا گیا اور چٹا گلاب براق کے پیچے سے پیدا کیا گیا۔“

تلاوت قرآن کی ترغیب کے لیے جمہوری حدیثیں

بیک تھی سے جمہوری حدیثیں گزرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل تھے ، جو چاہتے تھے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کریں ، چنانچہ انہوں نے ہر سورت کی فضیلت میں حدیثیں گزرنی شروع کیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَدِيثُ الطَّوِيلُ فِي فَضَائِلِ الْقُرْآنِ سُورَةَ سُورَةَ

فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ . (تدریب الراوی للسیوطی)

”دو طویل حدیث ، جو قرآن کی الگ الگ سورتوں کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے ، وہ یقیناً موضوع یعنی گزری ہوئی ہے۔“

ابن شہین کہتے ہیں:

ابی بن کعبؓ کے حوالے سے مروی حدیث ، جس میں سورتوں کا اجر بیان ہوا ہے ، اُسے زندیقوں نے گھڑا ہے۔

ایک جھوٹے لوح بن مریم کا اعتراف:

”جب میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور ابن اسحاقؒ کی مغازی میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں تو میں قرآن کی سورتوں کی فضیلت میں حدیثیں وضع کرنے لگا۔“ (جامع الاصول فی احادیث الرسول۔ لابن اثیر)

سورۃ ہنسی کی فضیلت میں جھوٹی حدیث:

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يَسُ مِنْ قَرَأَهَا لِكَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ . (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ)
”ہرچیز کا دل ہوتا ہے ، قرآن کا دل ہنسی ہے ، جس نے ہنسی پڑھی ، گویا اُس نے دس مرتبہ قرآن پڑھا۔“

جمہوئی حدیثوں کی معرفت کے لیے مفید عربی کتابیں

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1	الاباطیل و المناکیر	علامہ حسین بن ابراہیم الجوز قالیؒ
2	الاشار المرطوعۃ فی اخبار الموضوعہ	مولانا عبدالحمی مرنگی محلیؒ
3	تدریب الراوی	علامہ جلال الدین سیوطیؒ
4	تذکرۃ الموضوعات	علامہ محمد طاہر بن علی الفتیؒ
5	تذکرۃ الموضوعات	علامہ محمد بن طاہر المقدسیؒ
6	سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعہ	محمد ناصر الدین البانیؒ

7	السنة و مکاتبا فی التشريع الاسلامی	علامہ مصطفیٰ السباعی ²
8	لسان المیزان	ابن حجر عقلانی ³
9	منہاج السنة	ابن تیمیہ ²
10	میزان الاعتدال	شمس الدین ذہبی ³
11	الالی المعرعة	جلال الدین سیوطی ²
12	موجہات کبیر	محمد علی قاری ²
13	جامع الاصول فی احادیث الرسول	ابن الیر ²
14	المدار المنيف	ابن القيم الجوزی ²
15	الکفایہ فی علم الروایہ	خطیب بغدادی ²
16	کشف الخفاء	خطیب بغدادی ²
17	المقاصد الحسنہ	محمد بن عبدالرحمن سخاوی
18	للسب الراوی	جلال الدین سیوطی ²

مجموعی حدیثوں کی معرفت کے لیے مفید اردو کتابیں

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1	فہرست و منبع حدیث	مولانا محمد سعید عالم قاسمی ناظم دینیات ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
2	حدیث کا درجہ معیار	مولانا محمد تقی امینی قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی
3	ضعیف اور موضوع روایات	مولانا محمد نجفی گوندلوی ساہووالہ ، سیالکوٹ

خلاصہ جھوٹی حدیثیں

- 1- رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ کو ، جھوٹی حدیثیں گمراہ آپ ﷺ سے منسوب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ سختی سے روکتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ ایسا مض دورنی ہوگا۔
- 2- حسد اور بد نیتی کی وجہ سے بھی حدیثیں گمراہ گئیں اور یک نیتی سے بھی حدیثیں گمراہ گئیں۔
- 3- جھوٹی حدیثوں کے گمراہ جانے کے بہت سے اسباب ہیں۔ محدثین نے صحیح اور حسن روایات کو ضعیف اور جھوٹی روایات سے میز اور متاثر کرنے کے لیے عظیم الشان حقیقی کام کیا ہے ، جس پر وہ پوری اُمت کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔
- 4- ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید اور پھر صحیح اور حسن احادیث کا علم حاصل کرے۔ جس حدیث اور جس سنت پر وہ عمل کرنا چاہتا ہے ، اُس کے بارے میں اسے یہ یقین حاصل کر لینا چاہیے کہ یہ نی الواقع رسول اللہ ﷺ کا قول یا عمل ہے۔
- 5- جھوٹی حدیثوں کی معرفت ضروری ہے ، ورنہ اندیشہ ہے کہ انسان رسول اللہ ﷺ کی عبت میں ، آپ سے منسوب کردہ غلط اور جھوٹی کسی حدیث پر انجمن لاکر عمل کر بیٹھے۔

سوالات

- 1- جھوٹی حدیثوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کس طرح خبردار کیا ہے؟
- 2- جھوٹی احادیث کے گمراہ جانے کے کیا اسباب اور محرکات تھے؟ ایک ایک مثال دیجیے۔
- 3- جھوٹی احادیث کی معاشرے میں ترویج و اشاعت سے کیا کیا خرابیاں پھلتی ہیں؟
- 4- جب صحیح اور حسن احادیث و افرقہ دمس موجود ہیں اور عوام میں جھوٹ کا چلن بھی عام ہو تو ایسے میں ایک تخلص دامی اور مصلح کو کیا کرنا چاہیے؟

تیرہواں باب

صِحَّت کے اعتبار

سے

کتب حدیث کے طبقات

صحت کے اعتبار سے کتب حدیث کے طبقات

محدثین نے روایات کی صحت و قوت کے لحاظ سے، تمام کتب حدیث کو، چار طبقات پر تقسیم کیا ہے۔

کتب حدیث کا پہلا طبقہ

1. صحیح بخاری..... امام بخاری (المتوفی 256ھ)
2. صحیح مسلم..... امام مسلم (المتوفی 261ھ)
3. مؤطا امام مالک..... امام مالک (المتوفی 179ھ)

کتب حدیث کا دوسرا طبقہ

مندرجہ ذیل کتابوں کے بعض راوی ، ثقاہت کے اعتبار سے، پہلے طبقے کے راویوں سے، کم تر درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو بہر حال ، قابل اعتماد مانا جاتا ہے ۔

- 4۔ سنن نسائی..... نسائی میں ضعیف حدیثیں سب سے کم ہیں۔ امام نسائی (303ھ)
5. جامع ترمذی..... امام ترمذی (المتوفی 279ھ)
- 6۔ سنن ابی داؤد..... امام ابو داؤد (المتوفی 275ھ)

کتب حدیث کا تیسرا طبقہ

مندرجہ ذیل کتابوں میں صحیح اور ضعیف ہر قسم کی روایات موجود ہیں لیکن قابل اعتماد روایات کا عنصر غالب ہے۔

7. سنن ابن ماجہ..... امام ابن ماجہ (المتوفی 273ھ)
8. سنن دارمی..... امام دارمی (المتوفی 255ھ)
9. مسند احمد..... امام احمد (المتوفی 241ھ)
10. صحیح ابن خزیمہ..... امام خزیمہ (المتوفی 311ھ)

11. صحیح ابن حبان امام ابن حبان (المتوفی 354ھ)
12. مستدرک للحاکم امام حاکم (المتوفی 405ھ)
13. سنن بیہقی امام بیہقی (المتوفی 458ھ)
- 14- سنن دارقطنی امام دارقطنی (المتوفی 385ھ)
15. کتب طبرانی امام طبرانی (المتوفی 360ھ)
16. تصانیف طحاوی علامہ طحاوی (المتوفی 321ھ)
17. مسند شافعی امام شافعی (المتوفی 204ھ)

کتب حدیث کا چوتھا طبقہ

مندرجہ ذیل تالیفات ، رطب و یابس کا مجموعہ ہیں۔ جموئی اور من گھڑت روایات بھی ، ان میں بکثرت موجود ہیں واعظین ، مورخین ، اصحاب تصوف ، اور متاثرین فقہا ، کاسہارا یہی کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کی تختی سے چھان بین کرنا ضروری ہے۔

18. تصانیف ابن جریر طبری (المتوفی 310ھ)
19. کتب خطیب بغدادی (المتوفی 463ھ)
20. تصانیف ابو نعیم اصفہانی (المتوفی 430ھ)
21. تصانیف ابن عساکر (المتوفی 371ھ)
22. تصانیف دیلمی صاحب فردوس (المتوفی 509ھ)
23. تصانیف کامل ابن عدی (المتوفی 365ھ)
24. تصانیف ابن مردویہ (المتوفی 410ھ)
25. تصانیف واقدی (المتوفی 207ھ) ابن سعد کے استاد

کتب حدیث کی قسمیں

1- جَامِع : (جَمْعُ جَوَامِع)

جامع ، حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تمام موضوعات پر حدیثیں موجود ہوں۔ بالخصوص عقائد، احکام ، رقائق ، آدابِ طعام و شرب ، تفسیر و تاریخ و سیرت ، قیام و قعود و سفر ، مناقب و مثالب اور باب الفتن وغیرہ ، جیسے

a- الجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِيحُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ سُنَّهِ وَأَيَّامِهِ

(صحیح البخاری)

b- جامع ترمذی

2- مُسْنَدٌ : (جَمْعُ مَسَانِيد)

مسند میں احادیث، صحابہ کرام کے ناموں کے حروف تہجی کے اعتبار سے بالترتیب جمع کی جاتی ہیں۔ ان میں صحابہ کا حسب نسب اور ان کی اسلامی خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر ان سے مروی احادیث درج کی جاتی ہیں۔ جیسے

a- مسند امام احمد بن حنبل (المعروفی 241 ھ)

b- مسند ابی داؤد طیالسی (المعروفی 204 ھ)

c- مسند بقی بن مخلد (المعروفی 296 ھ)

3- مُعْجَمٌ : (جَمْعُ مَعَاجِم)

معجم میں احادیث، بالترتیب حروف تہجی ، شیوخ ، بلدان اور قبائل کے ناموں کے لحاظ سے درج کی جاتی ہیں۔

- a- معجم کبیر لطبرانی (المتوفیٰ 360 ھ)
 b- معجم متوسط لطبرانی
 c- معجم صغیر لطبرانی

4- مُسْتَدْرِك: (جمع مستدرکات)

مستدرک ، حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسرے مصنف کی شرائط کے مطابق احادیث جمع کی جائیں جو اصل مصنف کی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ جیسے
 مستدرک حاکم علیٰ الصحیحین (امام حاکم نیشاپوری المتوفیٰ 405 ھ)
 اس کتاب میں امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق احادیث جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

5- مُسْتَخْرَج: (جمع مستخرجات)

مستخرج میں حدیث کا عالم کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں درج احادیث کو اپنی سند سے بیان کرتا ہے۔ اس طرح یہ دوسری سند پہلی سند سے کسی مرحلے پر جا کر مل جاتی ہے۔ جیسے
 a- مستخرج ابی بکر اسماعیل علیٰ صحیح البخاری.
 b- مستخرج ابی عوانہ علیٰ صحیح مسلم. (المتوفیٰ 316 ھ)
 c- مستخرج ابی علیٰ طوسی علیٰ الترمذی.
 d- مستخرج محمد بن عبدالملک بن ایمن علیٰ سنن ابی داؤد.

6- مُصَنَّف:

مُصَنَّف میں ہر صحابی کی روایات کو فقہی ابواب کی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسے
 مُصَنَّف عبدالرزاق (المتوفیٰ 211 ھ)

صحیح احادیث کہاں مل سکتی ہیں؟

1. صحیح بخاری

یہ امام بخاری (256ھ) کی تالیف ہے۔

اس کتاب کا پورا نام الجامع المسند الصحیح من امور رسول اللہ ﷺ و سنتہ

و آیاتہ ہے۔

صحیح البخاری کے بارے میں کہا گیا کہ:

” أَصْحَحُ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ صَحِيحُ الْبُخَارِيِّ “
(قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب، امام بخاری کی صحیح ہے)

امام بخاری نے سولہ (16) سال کے عرصے میں، اس کتاب کو مکمل کیا۔

a- صحیح البخاری میں تعلیقات کے ساتھ، کل احادیث کی تعداد (9,082)

ہے۔ تعلیقات سے مراد وہ حدیثیں ہیں، جن کی سند میں بعض راویوں کا ذکر حذف کر دیا گیا ہو۔

b- مکرر احادیث کے ساتھ، روایات کی کل تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (7,275)

ہے۔

c- مکرر کے بغیر احادیث کی تعداد، علامہ قاسم الرفاعی کی تحقیق اور ترقیم کے

مطابق دو ہزار تین سو ساٹھ (2,360) ہے۔

d- صحیح البخاری میں 22 فلاحیات ہیں۔

2- صحیح مسلم

یہ امام مسلمؒ (261ھ) کی تالیف ہے۔ صحیح مسلم میں، احادیث کی کل تعداد (7,275) ہے۔ حسن ترتیب کے اعتبار سے، صحیح مسلم صحیح بخاری سے افضل ہے۔ لیکن راویوں کی چھان بین کے سلسلے میں امام بخاریؒ کا معیار، امام مسلم کے معیار سے بلند ہے۔ صحیح مسلم میں تعلیقات بہت کم ہیں۔ مسلم کا طرز ادا صحیح بخاری کی بہ نسبت زیادہ واضح اور قریب الفہم ہے۔

علامہ محمد نواد الباقی نے حال ہی میں جو نسخہ شائع کیا ہے، اس میں احادیث کی تعداد، حذف مکررات کے بعد، تین ہزار تینتیس (3,033) ہے۔ اور مکررات کے ساتھ ان کی تعداد پانچ ہزار سات سو ستر (5,777) ہے۔

نوٹ: امام بخاری اور امام مسلم کو ”شبخین“ کہتے ہیں۔ وہ حدیث جس کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے کی ہو، اُسے ”مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ“ کہتے ہیں۔ ان کی تعداد دو ہزار تین سو چھبیس (2,326) ہے۔ جزوی اختلافات کو مد نظر رکھا جائے تو یہ تعداد کم ہو کر ایک ہزار نو سو چھ (1,906) رہ جاتی ہے۔

الْلُّوُّوُ وَ الْمَرْجَان

علامہ محمد نواد الباقیؒ نے ”الْلُّوُّوُ وَ الْمَرْجَان“ کے نام سے ان تمام حدیثوں کو جمع کر دیا ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مشترک ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ الْلُّوُّوُ وَ الْمَرْجَان میں درج ”مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ“ احادیث کی تعداد، ایک ہزار نو سو چھ (1,906) ہے۔

3. مَوْطًا امام مالکؒ

یہ کتاب (130ھ اور 140ھ) کے درمیان لکھی گئی۔ امام مالک کا انتقال 179ھ میں ہوا۔ موطا میں امام مالک نے کل 1,720 روایات جمع کی ہیں۔ جن میں سے مرفوع 600، مرسل 222 اور موقوف 617 اور اقوال تابعین 275 ہیں۔ دوسرے لفظوں میں موطا امام مالک میں، احادیثِ رسول ﷺ کے علاوہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ چونکہ موطا حدیث کی خالص کتاب نہیں ہے اور اس میں صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ اس لیے عام طور پر اسے صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا جاتا۔ ورنہ موطا کی احادیث بخاری و مسلم کی احادیث کی ہم پلہ ہیں اور کیوں نہ ہوں؟ یہ ایک صدی پہلے لکھی گئی ہیں۔ احادیث دو یا تین واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاتی ہیں۔ موطا میں چالیس (40) ”تنبیہات“ ہیں۔ یعنی حدیث صرف دو (2) واسطوں سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاتی ہے۔

موطا کے لغوی معنی ”رودند ہوا“ کے ہیں۔ یعنی جس پر عام علماء اور اکابر چلے ہوں یا جن پر سب نے اتفاق کیا ہو۔ چار مشہور فقہاء میں سے یہ اعزاز صرف امام مالکؒ کو حاصل ہے کہ حدیث کی کتاب خود ان کے قلم سے ہے، جبکہ مسند ابوحنیفہؒ، مسند شافعیؒ اور مسند احمدؒ ان کے شاگردوں کے قلم سے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول ہے کہ امام شافعیؒ کی ”کتاب الأم“ اور امام محمدؒ کی ”کتاب الآثار“ کی فقہت، موطا امام مالکؒ ہی کی دین ہے۔

عباسی خلفاء، مہدی (168ھ)، ہادی (170ھ)، ہارون الرشید (194ھ)، امین (198ھ) اور مامون (218ھ) نے موطا امام مالک کے لیے بغداد سے جواز کا سفر کیا۔ موطا امام مالک کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں خطابیؒ، قاضی عیاضؒ، سیوطیؒ، زرقانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شرحیں مشہور ہیں۔

صِحاحِ سِتِّہ

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کو عام طور پر ”صحاحِ سِتِّہ“ (چھ صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ ان چھ (6) کتابوں میں سے صرف امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح احادیث ہی کا التزام کیا ہے۔

بقیہ چار کتابیں سنن اربعہ کہلاتی ہیں۔

سُنَنِ اَرْبَعَه کے بارے میں اہم نوٹ

سنن اربعہ یعنی بقیہ چار (4) کتابوں میں، صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں۔ ان چار (4) کتابوں کو تَغْلِبِيًّا (Predominantly)، صحیح کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان کا غالب حصہ صحیح حدیثوں پر مشتمل ہے۔ (صحاحِ سِتِّہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان تمام کتابوں کی ساری حدیثیں صحیح ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح ترین کتب حدیث ہیں، جن پر اعتبار کیا جاسکتا ہے اور ان کی غالب تعداد صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔)

بعض علماء نے سنن ابن ماجہ کے بجائے سنن دارمی کو صحاحِ سِتِّہ میں شامل کیا ہے۔ سنن دارمی میں منکر و شاذ روایتیں بہت کم ہیں۔ اس کی سندیں عالی ہیں اور دارمی کی ثلایات، بخاری کی ثلایات سے زیادہ ہیں۔

مؤطا امام مالک کے بارے میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس کی حدیثیں بخاری و مسلم کی حدیثوں

کے ہم پلہ ہیں۔

4- سنن نسائی

یہ امام نسائی (303ھ) کی تالیف ہے۔ سنن نسائی میں کل پانچ ہزار سات سو اٹھاون (5,758) احادیث ہیں۔ شیخ عبدالفتاح ابو غنڈہ نے شرح سیوطی اور حاشیہ سندھی کے ساتھ تحقیق اسے آٹھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔

سنن نسائی میں ضعیف احادیث کی تعداد سب سے کم ہے۔ اور تحقیق البائی کے مطابق اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔ ناصر الدین البائی نے صحیح نسائی اور ضعیف نسائی کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ اس کے اعداد و شمار نیچے دیے جا رہے ہیں۔ جس کے مطابق سنن نسائی میں 92% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

5,296	1- صحیح سنن النسائی (الالبانی) میں صحیح احادیث کی تعداد
	<p>a- ضعیف کی تعداد : 224</p> <p>b- ضعیف جداً کی تعداد : 6</p> <p>c- متفرق ضعیف کی تعداد : 217</p> <p>d- موضوع احادیث کی تعداد : Nil</p>
447	2- ضعیف سنن النسائی (الالبانی) میں ضعیف احادیث کی کل تعداد
5,743	صحیح اور ضعیف احادیث کی کل تعداد

5- سنن ترمذی

یہ امام ترمذی (279ھ) کی تالیف ہے۔ سنن ترمذی میں احادیث کی تعداد علامہ عزت عبداللہ عباس کی تحقیق و ترقیم کے مطابق تین ہزار نو سو تریسٹھ (3,963) ہے۔

امام ترمذی صحیح احادیث کے ساتھ گو حسن اور ضعیف روایات بھی نقل کرتے ہیں لیکن ہر حدیث کا ، ساتھ ساتھ درجہ بھی بیان کر دیتے ہیں اور ضعف کی وجہ پر روشنی بھی ڈالتے ہیں۔

امام ترمذی صحابہ کرامؓ ، تابعین اور فقہائے اسلام کے مختلف اقوال اور فتاویٰ بھی نقل کر دیتے ہیں۔

شیخ ناصر الدین البانی نے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ جس کے مطابق سنن ترمذی میں 80% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

3,402	1- صحیح سنن الترمذی (الالبانی) میں صحیح احادیث کی تعداد
	<p>a- ضعیف کی تعداد : 551</p> <p>b- ضعیف جداً کی تعداد : 32</p> <p>c- متفرق ضعیف کی تعداد : 232</p> <p>d- موضوع احادیث کی تعداد : 17</p>
832	2- ضعیف سنن الترمذی (الالبانی) میں ضعیف احادیث کی کل تعداد
4,234	صحیح اور ضعیف احادیث کی کل تعداد

6- سنن ابی داؤد

یہ امام ابو داؤد (275ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب فقہی اور قانونی مسائل کا بہترین ماخذ ہے۔ ان میں کل چار ہزار آٹھ سو (4,800) احادیث ہیں۔ جیسا کہ خود امام ابو داؤد نے فرمایا ہے۔ لیکن مکرر روایات کے ساتھ ابو داؤد میں احادیث کی کل تعداد پانچ ہزار ایک سو بیاسی (5,182) ہے۔

خود امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی، جو تمام علمائے حدیث کے نزدیک قابل ترک ہو۔ امام صاحب ضعیف روایتوں کے ضعف کی تشریح بھی کر دیتے ہیں۔

شیخ البانی نے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ شائع کر دیا ہے۔ جس کے اعداد و شمار یہ ہیں۔ جس کے مطابق سنن ابی داؤد میں 78% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

4,147	1- صحیح سنن ابی داؤد (الالبانی) میں صحیح احادیث کی تعداد
	<p>a- ضعیف کی تعداد : 773</p> <p>b- ضعیف جداً کی تعداد : 6</p> <p>c- متفرق ضعیف کی تعداد : 346</p> <p>d- موضوع احادیث کی تعداد : 2</p>
1,127	2- ضعیف سنن ابی داؤد (الالبانی) میں ضعیف احادیث کی کل تعداد
5,274	صحیح اور ضعیف احادیث کی کل تعداد

7- سنن ابن ماجہ

یہ امام ابن ماجہؒ (273ھ) کی تالیف ہے۔ علامہ محمد فواد عبد الباقی کی تحقیق کے مطابق ابن ماجہ میں احادیث کی تعداد چار ہزار تین سو اکتالیس (4,341) ہے۔ ان میں سے تین ہزار دو (3,002) احادیث کتبِ خمسہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابی داؤد، اور ترمذی) میں بھی موجود ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں، زوائد کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس (1,339) ہے۔

ان زوائد میں سے چار سو اٹھائیس (428) احادیث صحیح، چھ سو تیرہ (613) ضعیف، نالوے (99) بہت زیادہ ضعیف اور بعض محدثین کے نزدیک اٹھتر (78) روایتیں موضوع (یعنی جھوٹی) ہیں۔ جبکہ علامہ ناصر الدین الباقی کی تحقیق کے مطابق موضوع احادیث کی تعداد صرف (41) ہے اور اس کی 80% سے زیادہ احادیث صحیح ہیں۔

3,542	1- صحیح سنن ابن ماجہ (الالبانی) میں صحیح احادیث کی تعداد
<p>a- ضعیف کی تعداد : 624</p> <p>b- ضعیف جداً کی تعداد : 108</p> <p>c- متفرق ضعیف کی تعداد : 103</p> <p>d- موضوع احادیث کی تعداد : 41</p>	
876	2- ضعیف سنن ابن ماجہ (الالبانی) میں ضعیف احادیث کی کل تعداد
4,418	صحیح اور ضعیف احادیث کی کل تعداد

دیگر کتب احادیث

8- سنن دارمی

یہ امام دارمی (255ھ) کی تالیف ہے۔ بعض علماء نے اسے صحاح ستہ میں شامل کیا ہے۔ اور ابن ماجہ کو اس سے فروتر قرار دیا ہے۔ سنن دارمی میں، منکر و شاذ روایتیں بہت کم ہیں۔ اس کی سندیں عالی ہیں۔ اور دارمی کی ثلاثیات، بخاری کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

9- صحیح ابن خزيمة

یہ حضرت امام ابن خزيمةؒ (311ھ) کی تصنیف ہے۔ حال ہی میں صحیح ابن خزيمة، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کی تحقیق، تعلق اور تخریج کے ساتھ، چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں کل تین ہزار اٹھتر (3,078) احادیث ہیں۔ ابن خزيمة کی احادیث صحت کا اعلیٰ معیار رکھتی ہیں۔ صحیح ابن خزيمة کا معیار صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم سے بلند ہے۔

10- صحیح ابن حبان

یہ حضرت امام ابن حبانؒ (354ھ) کی تصنیف ہے۔ جو ابن خزيمة کے شاگرد تھے۔ امام ابن حبان ابن خزيمة کے مقابلے میں کچھ نرمی سے کام لیتے ہیں۔ علامہ علاؤ الدین علی ابن بلبان (739ھ) نے اس کی تدوین و تحمین کی۔ صحیح ابن حبان میں کل سات ہزار چار سو اڑتالیس (7,448) احادیث ہیں۔ ابن بلبان کی ”الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان“ دس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ صحیح ابن حبان کا معیار مستدرک حاکم سے بلند ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ صحیح ابن حبان کی بیشتر حدیثیں صحیح ابن خزيمة سے لی گئی ہیں۔ دراصل صرف تین سو ایک حدیثیں (301) صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزيمة میں مشترک ہیں۔

11- مُسْنَدِ اَحْمَد

یہ امام احمد بن حنبلؒ (241ھ) کی تالیف ہے۔ مُسْنَدِ دراصل اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ، احادیث کو (موضوعات کے بجائے) اسمائے صحابہؓ کی ترتیب سے جمع کیا جاتا ہے۔ مُسْنَدِ کی جمع مَسَانِد ہے۔ مسندِ احمد میں تقریباً چالیس ہزار روایتیں ہیں۔ اگر کمرات کو حذف کر دیا جائے تو ان کی تعداد تقریباً اٹھائیس ہزار رہ جاتی ہے۔ نئے شائع شدہ مرقم نسخوں میں ان کی تعداد ستائیس ہزار چھ سو چونتیس (27,634) ہے۔

12- مُسْتَدْرِكِ حَاكِم

مستدرک حاکم ، امام محمد بن عبداللہ حاکم (405ھ) کی تالیف ہے ۔ انہیں حاکم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نہ صرف عالم تھے، بلکہ اپنے علاقہ کے حکمران بھی تھے۔ اس میں بلا تکرار چار ہزار احادیث ہیں۔ لیکن کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر (7, 275) ہے۔ امام حاکم (405ھ) تسال سے کام لیتے ہیں۔ اس لیے اس کا درجہ صحیح ابن خزیمہ اور پھر صحیح ابن حبان کے بعد آتا ہے۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (748ھ) نے مستدرک کا جائزہ لیا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم کی حدیثوں کو ، امام ذہبی کی تصحیح کے بعد ہی قبول کیا جاتا ہے۔

13- سُنَنِ دَارِ قُطْنِي

یہ امام دار قطنی (385ھ) کی تالیف ہے، جو فن جرح و تعدیل کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ حافظ ابن صلاحؒ اور امام سیوطیؒ نے سنن دار قطنی کو صحاح ستہ کے بعد مستدرکین کتاب قرار دیا ہے۔ امام دار قطنی بھی اپنی سنن میں ہر حدیث کے ساتھ ، اس کی صحت اور ضعف کی صراحت کرتے ہیں۔

14- سنن بیہقی

یہ امام بیہقیؒ (458ھ) کی تالیف ہے۔ ان کا پورا نام احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ بن عبد اللہ ہے۔ بیہقی، نیشاپور کے قریب واقع ایک گاؤں کا نام ہے، جس سے یہ منسوب ہیں۔ ابو عبد الرحمن سلمیٰؒ کے شاگرد تھے۔ مسلک شافعی تھے۔ حدیث اور علل حدیث پر پوری مہارت رکھتے تھے۔ متضاد حدیثوں کو جوڑنے اور جمع کرنے کا ملکہ اور تفقہ انہیں حاصل تھا۔

15- مشکوٰۃ المصابیح

مشکوٰۃ المصابیح دراصل احادیث کا وہ مجموعہ ہے، جس میں مختلف کتابوں سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت حسین بن مسعود بغویؒ (516ھ) نے ”مصابیح السنہ“ کے نام سے یہ کتاب مرتب کی۔ اس کے ہر باب میں دو فصلیں تھیں۔ پہلی فصل میں بخاری اور مسلم کی اور دوسری فصل میں ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی احادیث جمع کی گئی تھیں۔

اس کے تقریباً دو سو سال بعد، حضرت ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری (743ھ) نے اس کے ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا۔ اور اس کا نام ”مشکوٰۃ المصابیح“ رکھا۔ یاد رہے کہ تیسری فصل میں صحیح، حسن، ضعیف، موضوع، ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ عصر حاضر کے مشہور محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (1420ھ) کی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہونے والے نئے ایڈیشن میں، کل چھ ہزار دو سو پچاس (6,285) احادیث ہیں۔

صحیح احادیث کے مراتب

صحیح احادیث کو مختلف مراتب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا درجہ سب سے اعلیٰ اور آخری درجہ سب سے ادنیٰ سمجھا جاتا ہے۔

- 1- وہ صحیح حدیث ، جس کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہو۔
- 2- وہ صحیح حدیث ، جسے صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو۔
- 3- وہ صحیح حدیث ، جسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔
- 4- وہ صحیح حدیث ، جو شرائط شیخین (بخاری و مسلم) پر پوری اترتی ہو ، لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہ ہو۔
- 5- وہ صحیح حدیث ، جو شرائط بخاری پر پوری اترتی ہو ، لیکن صحیح البخاری میں نہ ہو۔
- 6- وہ صحیح حدیث ، جو شرائط مسلم پر پوری اترتی ہو ، لیکن صحیح مسلم میں نہ ہو۔
- 7- وہ صحیح حدیث ، جو ابن خزیمہ اور ابن حبان کے نزدیک صحیح ہو ، لیکن شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر پوری نہ اترتی ہو۔



حضرت امام بخاریؒ (194ھ تا 256ھ)

حضرت امام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری 194ھ میں پیدا ہوئے۔ اور 256ھ میں سمرقند کے قریب ایک گاؤں خرتک میں وفات پائی۔ امام بخاریؒ نے، طلب حدیث میں، دو مرتبہ ملک شام اور مصر کا دورہ کیا۔ چار مرتبہ بصرہ گئے۔ کئی مرتبہ کوفہ اور بغداد کا سفر کیا۔ آپ نے بے مثال حافظہ پایا تھا۔ دس سال کی عمر سے پہلے حدیثیں یاد کرنا شروع کر دیں۔ ایک ہزار سے زائد استادوں سے حدیثیں لکھیں۔ آپ کو ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد تھیں (یہاں یہ بات یاد رکھیے کہ محدثین کی اصطلاح میں، مختلف سند رکھنے والی، ایک ہی متن کی روایتوں کو، الگ الگ حدیث سمجھا جاتا ہے) صحیح بخاری آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ صحیح بخاری کو آپ نے تالیف کے بعد، اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین کے سامنے پیش کیا۔ جن میں حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت یحییٰ بن معین اور حضرت ابن المدینی شامل ہیں۔ سب نے آپ کی کتاب کو پسند کیا۔

”محمد بن سلیمان ابن فارس نے کہا، میں نے امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے ” میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا جیسے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس سے میں کھیاں اڑا رہا ہوں تو میں نے اس خواب کی تعبیر بعض تعبیر بتانے والوں سے پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ تم رسول ﷺ پر سے جھوٹ کو اڑا دو گے (یعنی ان روایتوں کو جو لوگ خود گھڑ کر آپ سے منسوب کرتے ہیں)۔ اس خواب نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر مستعد کیا۔“

”محمد بن یوسف فربری نے کہا امام بخاری کہتے تھے: ”میں نے اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لکھی، جب تک غسل نہیں کیا اور دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔“

امام بخاریؒ کا فقہی مسلک

علامہ سبکیؒ اور ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کو شافعی کہا ہے ، جبکہ حافظ ابن القیمؒ انہیں حنبلی قرار دیتے ہیں۔ بعض علماء نے انہیں مجتہد مطلق کہا ہے۔

امام بخاریؒ کے مشہور استادوں میں سے چند کے نام یہ ہیں

اسحاق بن راہویہ (238ھ) ، علی بن مدینی
 ضحاک بن مخلد - (212ھ) ، عبد اللہ بن موسیٰ عبسی (213ھ) ،
 عبد القدوس بن حجاج خولانی (212ھ) اور محمد بن عبد اللہ انصاری

آپ کے مشہور شاگرد یہ ہیں

امام ترمذیؒ (279ھ) ، امام مسلمؒ (261ھ)
 ابراہیم بن اسحاق الحریری (215ھ) اور محمد بن احمد دولابی
 کئی ہزار طلبہ نے آپ سے صحیح بخاری کا درس لیا۔ صحیح بخاری کی جمع و تالیف میں آپ نے ،
 سولہ (16) سال صرف کیے۔ صحیح بخاری کی اسی (80) سے زائد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے
 مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں۔

- 1- فتح الباری..... حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (852ھ)
- 2- عمدۃ القاری..... بدر الدین عینیؒ (855ھ)
- 3- ارشاد الساری..... علامہ قسطلانیؒ



حضرت امام مسلم (204ھ تا 261ھ)

امام مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نيساپوری بھی امام بخاری کی طرح حدیث کے بہت بڑے استاد ہیں۔ 204ھ میں بمقام نيساپور پیدا ہوئے۔ علم کی طلب میں عراق، حجاز، شام اور مصر کا دورہ کیا۔ امام بخاری کے استادوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ آپ کی تالیف ”صحیح مسلم“ کا درجہ صحیح البخاری کے بعد ہے۔ صحیح مسلم کی پندرہ سے زیادہ شرحیں لکھی گئیں۔ سب سے زیادہ مشہور شرح امام نووی (676ھ) کی ہے۔

امام مسلمؒ کا فقہی مسلک

امام بخاری کی طرح امام مسلمؒ کو بھی اکثر علماء نے شافعی قرار دیا ہے۔ لیکن بعض مسائل میں امام مسلمؒ نے امام شافعی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ امام بخاری کی طرح خود مجتہد تھے۔

امام مسلم کے اساتذہ میں سے مندرجہ ذیل مشہور ہیں

(242ھ)	ابومصعب	(227ھ)	سعید بن منصور
(245ھ)	عمرو بن سواد	(241ھ)	امام احمد بن حنبل
(233ھ)	سکئی بن سکئی	(244ھ)	حرملہ بن سکئی
		(238ھ)	امام اسحاق بن راہویہ

آپ کے نامور شاگرد یہ ہیں

(277ھ)	ابوحاتم رازی	(279ھ)	امام ترمذی
(276ھ)	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق	(274ھ)	موسیٰ بن ہارون
(261ھ)	علی بن حسین	(272ھ)	محمد بن عبد الوہاب الفراء
		(289ھ)	حسین بن محمد بن زیاد

امام مسلم نے 261ھ میں بمقام نيساپور وفات پائی۔

حضرت امام مالک بن انسؒ (93ھ تا 179ھ)

امام مالک بن انسؒ بمقام مدینۃ المنورہ 93ھ میں پیدا ہوئے۔ اور 86 سال کی عمر میں بمقام مدینہ 179ھ میں وفات پائی۔ آپ عالم المدینہ اور امام دارالہجرہ کہلاتے ہیں۔ مؤطا آپ کی تالیف ہے۔ جس کی تصنیف و تہذیب میں چالیس سال لگے۔ مؤطا امام مالک میں، رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے علاوہ، صحابہ اور تابعین کے اقوال اور آثار بھی موجود ہیں۔ مؤطا امام مالک کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں علامہ ابن البرؒ (463ھ)، جلال الدین سیوطیؒ (911ھ)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1،176ھ) کی شرحیں مشہور ہیں۔ چونکہ امام مالک کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے بہت نزدیک ہے۔ اس لیے مؤطا کی سندوں میں بہت کم واسطے پائے جاتے ہیں۔

آپ کے مشہور استاد حسب ذیل ہیں

حضرت ربیعۃ الرائے (136ھ) ،
 زید بن اسلم (136ھ) ، نافع (117ھ) ،
 شریک بن عبداللہ (140ھ) ، زہری (124ھ) ،
 ابوالزناد (130ھ) ، سعید بن ابی سعید المقبری (120ھ) ،
 حمید الطویل (142ھ)

آپ کے مشہور شاگرد یہ ہیں

امام شافعیؒ (204ھ) ، محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہؒ (189ھ)
 عبداللہ بن مبارکؒ (181ھ) اور عبداللہ بن وہب (197ھ)
 امام مالک کے بعض رفقاء اور معاصرین نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔
 امام اوزاعیؒ (157ھ شام) ، امام ثوریؒ (161ھ بصرہ) ،
 سفیان بن عیینہؒ (198ھ) ، لیث بن سعدؒ (175ھ مصر) ،
 ابن جریجؒ (150ھ) ، شعبہ بن حجاجؒ (170ھ) ،

خلاصہ صحت کے اعتبار سے کتب حدیث کے طبقات

- 1- احادیث کی سب سے مستند کتاب ، صحیح البخاری ہے۔
- 2- صحیح البخاری کے بعد ، سب سے مستند کتاب صحیح مسلم ہے۔
- 3- موطا امام مالکؒ کی مرفوع حدیثیں بھی ، بخاری و مسلم کے ہم پلہ ہیں۔
- 4- صحاح ستہ (6 صحیح) میں ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ ، بقیہ چار (4) کتابیں (a) سنن نسائی ، (b) سنن ابی داؤد ، (c) سنن ترمذی اور (d) سنن ابن ماجہ ہیں۔
- 5- صحاح ستہ (6 صحیح) کی ساری حدیثیں صحیح نہیں ہیں ، البتہ بخاری اور مسلم میں صرف صحیح حدیثوں کا التزام کیا گیا ہے۔
- 6- سنن اربعة (ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ) کو تغلیباً صحاح ستہ میں شامل کیا جاتا ہے ، کیونکہ ان کتابوں کی حدیثوں کی غالب اکثریت ، صحیح احادیث پر مشتمل ہے۔
- 7- بعض احادیث کی کتابیں ایسی بھی ہیں ، جن میں رطب اور یابس ، صحیح اور غلط ، سب کچھ موجود ہے۔ ان کتابوں کی سختی سے چھان بین ضروری ہوتی ہے۔
- 8- مشکوٰۃ المصابیح احادیث کا ایک اچھا اور مفید مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں ہر موضوع پر ایک باب ہے اور ہر باب کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں ، جن پر سو فیصد اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ دوسری فصل میں ، سنن اربعة کی احادیث ہیں ، جن میں زیادہ تر صحیح ہیں۔ تیسری فصل میں صحیح ، حسن ، ضعیف ، موضوع ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔



سوالات

- 1- صحت کے اعتبار سے احادیث کی کتابوں کے چار (4) طبقات بیان کیجیے اور ہر طبقے کی چند کتابوں کا ذکر کیجیے۔
- 2- جامع ، مسند ، معجم ، مستدرک ، مستخرج اور مصنف سے کیا مراد ہے؟
- 3- محمد ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق کے مطابق ، سنن اربعہ میں سے کون سی کتاب میں ، زیادہ صحیح احادیث پائی جاتی ہیں؟ اور کون سی کتاب میں ، ضعیف احادیث کی تعداد زیادہ ہے؟
- 4- صحیح احادیث کے مراتب کیا ہیں؟
- 5- امام بخاریؒ کے حالاتِ زندگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
- 6- امام مسلمؒ کے حالاتِ زندگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
- 7- امام مالکؒ کے حالاتِ زندگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔



● چودھواں باب

راویوں کے مراتب

راویوں کے مراتب

راویوں کے کل بارہ مراتب ہیں۔ جن میں سے چھ (6) تعدیل کے اور چھ (6) جرح کے ہیں۔
تعدیل کی تعریف: ”تعدیل“ سے مراد، حدیث کے راویوں کی عدالت کی توثیق ہے۔ اس توثیق کے چھ درجے ہیں۔ پہلے دو (2) درجے اعلیٰ، دوسرے دو (2) درجے اوسط اور تیسرے دو (2) درجے اذنی توثیق کا اظہار کرتے ہیں۔

جرح کی تعریف: ”جرح“ سے مراد حدیث کے راویوں پر تنقید اور اعتراض کرنا ہے۔ بعض پر ہلکی جرح، بعض پر سخت جرح اور بعض پر سخت ترین الفاظ میں جرح کی گئی ہے۔ اس کے بھی چھ مراتب ہیں۔ پہلے دو مرتبوں میں ہلکی جرح ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے دو میں اس سے شدید تر اور آخری دو میں شدید ترین ہے۔ اس آخری اور شدید ترین جرح کی روشنی میں راوی، دجال، وضاع اور کذاب قرار پاتا ہے۔

تعدیل کے چھ (6) مراتب اور ان کے الفاظ

تعدیل کے دو اعلیٰ درجے پہلے، دوسرے، اور تیسرے درجے کے راویوں کی حدیثیں قابلِ حجت یعنی قابلِ استدلال ہیں۔ اگرچہ کہ ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ تعدیل میں سب سے اونچا درجہ صحابہؓ کا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے راویوں کی عدالت کے سلسلے میں سب سے پہلے صحابہؓ کو رکھا ہے۔

صحابی کی تعریف: صحابی وہ شخص ہے، جس نے رسول ﷺ سے ملاقات کی ہو اور جس کا انتقال اسلام پر ہوا ہو (اگرچہ درمیانی عرصے میں ارتداد کی حالت گزری ہو)۔

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ:

الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ عَدُولٌ

یعنی تمام صحابہؓ عادل ہیں، چاہے وہ فتنوں کے دور (یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے) میں، ملوث ہی کیوں نہ ہوئے ہوں۔

صحابہ کی عدالت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی صحابیؓ، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سلسلے میں دانستہ کذب کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ فتنوں کے دور میں، صحابہؓ کے طرز عمل کو ایسا اجتہاد سمجھا جائے گا، جس کے غلط ہونے پر ایک اجر بہر حال موجود ہے اور صحیح ہونے پر دو اجر ہیں۔ صحابہؓ حاملین شریعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لیے انہیں منتخب فرمایا۔ صحابہ کے زمانے کو رسول اللہ ﷺ نے خَيْرُ الْقُرُونِ (بہترین زمانہ) قرار دیا۔ لہذا اتمام صحابہؓ کو علم حدیث کے سلسلے میں عادل تصور کیا جائے گا۔

1- پہلے درجے کا راوی

یہ قابلِ حُجَّت اور اعلیٰ درجے کا راوی ہے۔ اس کی توثیق میں ”أَفْعَلُ“ (اسم تفضیل) کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یا اعلیٰ درجے کے الفاظ سے اس کی توثیق کی جاتی ہے۔ مثلاً

a- فُلَانٌ "أَثْبَتَ النَّاسِ" (فلاں شخص سب سے زیادہ ثقاہت کا حامل ہے)

b- أَوْثَقُ النَّاسِ (لوگوں میں سب سے زیادہ ثقہ ہے)

c- فُلَانٌ "إِلَيْهِ الْمُنتَهَى فِي التَّحْبُتِ" (فلاں شخص پختگی میں اپنی انتہا پر ہے)

2- دوسرے درجے کا راوی

یہ راوی قابلِ حُجَّت یعنی قابلِ استدلال ہوتا ہے، اور اس راوی کی توثیق کے لیے دو (2) صفات استعمال کی جاتی ہیں۔ مثلاً

a- ثِقَّةٌ "ثِقَّةٌ" (بہت ہی قابلِ اعتماد)

b- ثِقَّةٌ "ثَبَّتَ" (قابلِ اعتماد اور پختہ)

c- مُثَقِّنٌ "مُثَقِّنٌ" (ماہر و مضبوط)

d- ثِقَّةٌ "حَافِظٌ" (قابلِ اعتماد اور ذہین)

تعدیل کے دو اوسط درجے:

3- تیسرے درجے کا راوی

یہ راوی بھی قابلِ حُجَّت یعنی قابلِ استدلال ہوتا ہے، لیکن اس راوی کی توثیق کے لیے صرف ایک (1) لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے

-a	ثِقَّةٌ	(قابل اعتماد)	-b	حُجَّةٌ	(قابل حجت)
-c	ثَبَّتٌ	(پختہ)	-d	مُتَّقِنٌ	(ماہر)
-e	عَدْلٌ	(عادل)			

4- چوتھے درجے کا راوی

(چوتھے اور پانچویں درجے کے راویوں کی احادیث قابلِ حُجَّت نہیں ہوتی ہیں ، لیکن پہچان اور تفتیش کے لیے بطور جائزہ ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔)

یہ راوی نا قابلِ حُجَّت یعنی نا قابلِ استدلال ہوتا ہے ، لیکن اس کی روایتوں کو لکھا جاتا ہے ، اور ان کی جانچ کی جاتی ہے۔ اس درجے کے راوی کی توثیق کے لیے 'عدالت' کو تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن اس میں "ضَبَطُ" (قوتِ حافظہ) شامل نہیں ہوتی۔ مثلاً

-a	صَدُوقٌ	(بہت سچا)
-b	مَحَلَّةُ الصِّدْقِ	(سچائی پر قائم)
-c	صَدُوقٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ	(سچا لیکن حافظے میں کمزور)
-d	صَدُوقٌ يَهُمُّ يَا لَهُ أَوْهَامٌ	(سچا ہے لیکن وہم کا شکار یا ادہام کا شکار)
-e	يُخَطِئُ	(غلطیاں کرتا ہے)
-f	لَا بَأْسَ بِهِ	(اس میں کوئی خرابی نہیں)
-g	لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ	(اس میں کوئی خرابی نہیں)

تعذیل کے دو ادنیٰ درجے:

5- پانچویں درجے کا راوی

یہ راوی بھی نا قابلِ حُجَّت یعنی نا قابلِ استدلال ہوتا ہے ، لیکن اس کی روایتیں لکھی جاتی ہیں اور ان کی تفتیش کی جاتی ہے۔ راوی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں کوئی توثیق کی علامت نہیں ہوتی۔ مثلاً

-a	فُلَانٌ شَيْخٌ	(فلاں آدمی شیخ ہے)
-b	رَوَى عَنْهُ النَّاسُ	(لوگ ان سے روایت کرتے ہیں)

6- چھٹے درجے کا راوی

چھٹے درجے کے راویوں کی احادیث بھی قابل حجت نہیں سمجھی جاتیں۔ انہیں لکھا جاتا ہے لیکن تفتیش کے لیے ان کا جائزہ نہیں لیا جاتا، کیوں کہ اس درجے میں راوی کے حافظے کی خرابی کا معاملہ پوری طرح واضح ہوتا ہے۔ یہ درجہ اگرچہ تعدیل کا آخری درجہ ہے لیکن جرح کے قریب ہے مثلاً

- a- فُلَانٌ صَالِحٌ الْحَدِيثِ (فلاں حدیث کے معاملے میں مناسب طرز عمل رکھتا ہے)
b- فُلَانٌ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ (فلاں آدمی کی حدیث لکھی جاتی ہے)

جرح کے چھ (6) مراتب اور اُن کے الفاظ

جرح کے دو ادنیٰ درجے:

ساتویں اور آٹھویں درجے کے راویوں کی حدیثیں ناقابل حجت ہوتی ہیں لیکن ان احادیث کو صرف اعتبار یعنی تحقیق و تفتیش اور چھان پھانک کے لیے لکھا جاتا ہے۔

7- ساتویں درجے کا راوی

ساتویں درجے میں راوی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن سے نرم رویے کا استدلال

کیا جاتا ہے۔ یہ جرح کا پہلا درجہ ہے۔ جیسے

- a- فُلَانٌ لَيْسَ الْحَدِيثِ (فلاں شخص حدیث میں نرم رویہ اختیار کرتا ہے)۔
b- فِيهِ مَقَالٌ (اس راوی کے متعلق باتیں کہی گئی ہیں)۔

8- آٹھویں درجے کا راوی

آٹھویں درجے کے راوی کی روایت بھی ناقابل حجت یعنی ناقابل استدلال ہوتی ہے۔ یہ جرح کا دوسرا درجہ ہے۔ آٹھویں درجے کے راوی کے لیے کچھ اس طرح کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

- a- فُلَانٌ لَا يُحْتَجُّ بِهِ (فلاں کی روایت ناقابل حجت ہوتی ہے)۔
b- لَهُ مَنَاجِيرٌ (فلاں شخص کے پاس منکر روایات ہیں)۔

c- ضَعِيفٌ (یہ شخص بہت کمزور ہے)۔

جرح کے دو اوسط درجے:

نویں ، دسویں ، گیارہویں ، اور بارہویں درجے کے راویوں کی حدیثیں نہ تو قابلِ حجت ہوتی ہیں ، اور نہ لکھی جاتی ہیں ، اور نہ ان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

9- نویں درجے کا راوی

یہ جرح کا تیسرا درجہ ہے۔ نویں درجے کے راوی کے لیے کچھ اس طرح کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

- a- فُلَانٌ لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ (فلاں شخص کی حدیث نہیں لکھی جاتی)
- b- لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ (اس آدمی سے روایت کرنا جائز نہیں ہے)
- c- ضَعِيفٌ جِدًّا (یہ شخص بہت ہی کمزور ہے)
- d- وَاهٍ بِمَرَّةٍ (بالکل واپسی جاتا ہے)

10- دسویں درجے کا راوی

دسویں درجے کے راوی پر جرح اور تنقید زیادہ شدید ہوتی ہے۔ اس پر جھوٹ کا اتہام اور الزام ہوتا ہے۔ یہ جرح کا چوتھا درجہ ہے۔ اس درجے کے راوی کے لیے مندرجہ ذیل قسم کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

- a- فُلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْكَذِبِ (فلاں پر جھوٹ کا اتہام ہے)
- b- فُلَانٌ مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ (فلاں پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے)
- c- يَسْرِقُ الْحَدِيثَ (یہ شخص حدیثیں چراتا ہے)
- d- سَاقِطٌ (یہ شخص ناقابلِ اعتبار ہے)
- e- مَتْرُوكٌ يَـٰ مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ (اس شخص کی حدیثوں کو ترک کر دیا گیا ہے)
- f- لَيْسَ بِثِقَّةٍ (یہ شخص قابلِ اعتماد نہیں ہے)

جرح کے دو اعلیٰ درجے:

(آخری دو (2) درجوں میں سخت ترین تنقید کی جاتی ہے)

11- گیارھویں درجے کا راوی

یہ جرح کا شدید تر پانچواں درجہ ہے۔ یہ راوی ناقابلِ حجت ہوتا ہے۔ نہ اس کی روایت کی کتابت کی جاتی ہے اور نہ ہی یہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ راوی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن میں راوی کے جھوٹے ہونے کی صراحت موجود ہوتی ہے۔ مثلاً

- | | | |
|----|-------------------|--|
| a- | كُذِّبَ | (یہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔) |
| b- | دَجَّالٌ | (یہ بہت بڑا فریبی ہے۔) |
| c- | وَضَّاعٌ | (یہ بہت بڑا جعل ساز اور حدیثوں کا گھڑنے والا ہے) |
| d- | يَكْذِبُ | (یہ جھوٹ بکتا ہے۔) |
| e- | يَضَعُ | (جعل سازی کرتا ہے۔) |
| f- | يَضَعُ الْحَدِيثَ | (یہ حدیث گھڑتا ہے۔) |

12- بارھویں درجے کا راوی

یہ راوی پر جرح اور تنقید کا چھٹا اور آخری درجہ ہے۔ اس میں راوی کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جو اس کے جھوٹ اور جعل سازی کی بلندی و انتہا کی صراحت و وضاحت کرتے ہیں۔

- | | | |
|----|-------------------------------------|----------------------------------|
| a- | فُلَانٌ أَكْذَبُ النَّاسِ | (فلاں سب سے بڑا جھوٹا ہے۔) |
| b- | إِلَيْهِ الْمُنْتَهَى فِي الْكُذِبِ | (اس کی ذات پر جھوٹ کی انتہا ہے۔) |
| c- | هُوَ رُكْنُ الْكُذِبِ | (وہ جھوٹ کا رکن رکین ہے۔) |
| d- | هُوَ مَنَبَعُ الْكُذِبِ | (وہ جھوٹ کا منبع ہے۔) |

خلاصہ راویوں کے مراتب

- 1- حدیث کے بارے میں یہ تعین کرنے کے لیے یہ حدیث ، صحیح ہے یا حسن ، ضعیف ہے یا موضوع ، راویوں کے حالات کا جاننا ضروری ہے۔

2- راویوں پر تنقید اور اعتراض کو (Criticism, Objections, Disapproval)

جرح کہتے ہیں۔

3- راویوں کی تصدیق ، تائید ، توثیق اور تصویب کو علم حدیث کی اصطلاح میں تعدیل

(Approval) کہتے ہیں۔

4- تعدیل کے چھ (6) مراتب ہیں۔

5- جرح کے بھی چھ (6) مراتب ہیں۔

مشق

1- لائبریری جا کر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب تقریب التہذیب تلاش کیجیے ، اور اس

(10) ایسے راوی تلاش کیجیے ، جن پر جرح ہوئی ہے ، جن کے لیے جرح کے الفاظ

استعمال ہوئے ہیں۔

2- لائبریری جا کر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب تقریب التہذیب تلاش کیجیے ، اور اس

(10) ایسے راوی تلاش کیجیے ، جن کی تعدیل ہوئی ہے ، جن کے لیے تعدیل کے

الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

بیان حدیث میں احتیاط کیجیے

(بلاحوالہ، بلاسند باتوں کے اظہار سے بچئے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

(مسلم ، المقدمة ، باب 3 ، حدیث 7)

” آدمی کو یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے “

● پندرہواں باب

تاریخ روایت احادیث

تاریخِ روایتِ احادیث

اسلامیات کے ابتدائی طالب علم کے لیے یہ بات بڑے تجسس کی حامل ہوتی ہے کہ فقہ کے چار مشہور اماموں کا زمانہ کون سا ہے؟ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دیگر محدثین کب پیدا ہوئے؟ اس وقت کس کا دورِ خلافت تھا؟ خلفائے راشدین کے کیا کارنامے تھے؟ مسلمانوں میں قرآن و سنت سے فکری انحراف کا آغاز کب سے ہوا؟ باطل فرتے کب وجود میں آئے؟ اور علمِ حدیث کی میراثِ روایت، کس طرح تو اتر کے ساتھ ثقہ افراد کے ذریعے نسل در نسل صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد کے محدثین میں منتقل ہوتی گئی؟

چنانچہ ذیل میں صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اور ان کے بعد آنے والے علمائے حدیث کے حالات اختصار کے ساتھ دیئے جا رہے ہیں۔ توسین میں ان کی تاریخِ وفات درج ہے۔ اور کہیں کہیں مختصر تعارف بھی۔ ہر صدی کے محدثین کو الگ الگ رکھا گیا ہے۔ سن وفات کی تاریخی ترتیب ہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح اس امت نے، آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (11ھ) کے فرمان ”بجھ سے روایت کرو“ ﴿حَدِّثُوا عَنِّي﴾ (مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب 17، حدیث 1259) کی تعمیل میں پہلے دور ہی سے حدیثوں کو یاد رکھا اور لکھا، اور اگلی نسلوں تک پہنچایا اور دوسرے دور میں راویوں کی چھان بین کی صحیح اور غلط کو میتز کیا اور کتابوں میں محفوظ کر کے احتیاط کے ساتھ اگلی نسلوں تک پہنچایا۔

سب سے پہلے آپ اگلے صفحہ پر دیے گئے چارٹ کی مدد سے ان فقہاء، محدثین اور خلفاء کے ادوار کا سرسری جائزہ لیجیے، اس کے بعد ان کی جمل تفصیلات ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی - ایک نظر میں

عمر رسول ﷺ	سن بعثت	واقعہ
----	9 ربیع الاول	پیدائش
6 سال	----	والدہ کا انتقال
8 سال	----	دادا کا انتقال
25 سال	----	حضرت خدیجہؓ (چالیس سالہ) سے شادی
40 سال	----	نبوت کے منصب پر سرفرازی اور فرضیت نماز
43-40 سال	1 تا 3 بعثت	خفیہ دعوت کا تین سالہ دور
43 سال	3 بعثت (اواخر میں)	علی الاعلان دعوت کا آغاز
45-43 سال	3 تا 5 بعثت	مخالفت کا پہلا دور (استہزاء اور پروپیگنڈہ)
45 سال	رجب 5 بعثت	ہجرت حبشہ
47-45 سال	5 تا 7 بعثت	شدید مخالفت کا دوسرا دور
47 سال	یکم محرم - 7 بعثت	شعب ابی طالب میں تین سال کی محصوری
50 سال	رجب 10 بعثت	وفات ابوطالب
50 سال	رمضان - 10 بعثت	وفات حضرت خدیجہؓ (65 سال کی عمر میں)
50 سال	شوال - 10 بعثت	حضرت سوڈہ سے نکاح
50 سال	شوال - 10 بعثت	سفر طائف
51 سال	شوال - 11 بعثت	حضرت عائشہؓ سے نکاح
52 سال	27 رجب - 12 بعثت	معراج اور فرضیت نماز پنجگانہ
53 سال	مصر - 14 بعثت	قیل کی سازش اور مدینہ کی طرف ہجرت

رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی - ایک نظر میں

واقعه	افرادى قوت	سن ہجرى	عمر رسول ﷺ
کے سے مدینہ ہجرت ، قبا آمد		ربیع الاول 1ھ	53 سال
مہاجرین و انصار میں مواخات		پہلی سہ ماہی 1ھ	53 سال
غزوہ بدر	313 افراد	رمضان 2ھ	54 سال
یہودی قبیلے بنو قینقاع کا محاصرہ اور جلا وطنی		شوال 2ھ	55 سال
غزوہ احد	700 افراد	شوال 3ھ	56 سال
واقعہ رجع اور واقعہ بنو معونہ		صفر 4ھ	57 سال
غزوہ بنو نضیر - یہودی قبیلے کی جلا وطنی		ربیع الاول 4ھ	57 سال
غزوہ اُحزاب		شوال 5ھ	58 سال
یہودی قبیلے بنو قریظہ کا خاتمہ		ذوالحجہ 5ھ	58 سال
معاہدہ حدیبیہ - بیعت رضوان	1,400 افراد	ذوالقعدہ 6ھ	59 سال
غزوہ خیبر	1,400 افراد	محرم 7ھ	60 سال
عمرہ تضاء		ذوالقعدہ 7ھ	60 سال
غزوہ فتح مکہ	10,000 افراد	10 رمضان 8ھ	61 سال
غزوہ تبوک	30,000 افراد	رجب 9ھ	62 سال
حجۃ الوداع	1,24,000 افراد	ذوالحجہ 10ھ	62 سال
وفات		12 ربیع الاول 11ھ	63 سال

حیاتِ حضرت ابو بکر صدیقؓ - ایک نظر میں

(مدّتِ خلافت: 11 تا 13 ھ سوا دو سال)

اہم واقعات	سن	حضرت ابو بکرؓ کی عمر
پیدائش (ولادت رسول ﷺ کے دو سال بعد خاندان بنی تمیم میں)	----	----
قبولِ اسلام (مردوں میں سب سے پہلے اسلام لے آئے)	1 نبویؐ	37 سال
ہجرتِ حبشہ کے لیے نکلے مگر ابنِ دغنه نے روک کر اپنی امان میں لے لیا	5 نبویؐ	42 سال
آپ کے ذریعے کئی لوگ مسلمان ہوئے، کئی غلاموں کو آزاد کیا۔	1 تا 13 نبویؐ	36 تا 49 سال
رسول ﷺ کے ساتھ ہجرتِ مدینہ (نانی اثین کا لقب قرآنی)	ربیع الاول 1 ھ	50 سال
واقعہٴ اُکب، مسطح بن اثانہ کی کفالت سے دستبرداری اور اجراء	شعبان 6 ھ	56 سال
تبوک کے موقع پر اپنا پورا مال فی سبیل اللہ پیش کیا	رجب 9 ھ	59 سال
رسول ﷺ نے ہجرت کی حیثیت سے تقرر کیا۔	ذوالقعدہ 9 ھ	59 سال
وفاتِ رسول ﷺ اور بیعتِ خلافتِ حضرت ابو بکرؓ	ربیع الاول 11 ھ	61 سال
وفاتِ حضرت ابو بکر صدیقؓ	جمادی الثانی 13 ھ	63 سال

دورِ حضرت ابو بکر صدیقؓ - اہم کارنامے (ربیع الاول 11ھ تا جمادی الثانی 13ھ)

ابوبکرؓ کی عمر	سن	فتوحات حضرت ابو بکر صدیقؓ:
61 سال	11ھ	1- فتح موتہ (شام کی جانب)۔ اسامہؓ بن زیدؓ سالار لکھن
62 سال	12ھ	2- فتح ایران: اہلہ (بصرہ) اور کاظمہ (کویت) کی طرف۔ خالدؓ بن ولید
62 سال	12ھ	3- کسکر، سفیہ، حیرہ، انبار، عین التمر اور دومتہ الجندل کی فتح۔ (خالدؓ بن ولید)
63 سال	13ھ	4- دمشق کی جانب یزید بن ابی سفیان کے ساتھ 3,000 افواج کو روانہ کیا۔
63 سال	13ھ	5- نخمس (شام) کی جانب ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ کو روانہ کیا۔ تعداد تین ہزار (3,000)
63 سال	13ھ	6- اردن کی جانب شرمیلؓ بن حسنہؓ کو روانہ کیا
63 سال	13ھ	7- غزہ (فلسطین) کی جانب عمرؓ بن العاصؓ کو روانہ کیا۔ تعداد تین ہزار (3,000)
		<u>مکرمین زکوٰۃ کے خلاف جنگ:</u>
61 سال	11ھ	بنو عیس اور بنو ذبیان کے خلاف خود حضرت ابو بکرؓ نے جنگ کی
		<u>مرتدین کے خلاف جنگ:</u>
62 سال	12ھ	1- بحرین میں نعمان بن منذر کو، حضرت علاءؓ بن محرزؓ نے قتل کیا۔
62 سال	12ھ	2- عثمان اور دہلی میں لقیط بن مالک کو حضرت حذیفہؓ بن یمان نے قتل کیا۔
62 سال	12ھ	3- اہل کندہ (یمین) کے مرتدین کو، حضرت زیاد بن ابیہ نے زیر کیا۔
62 سال	12ھ	4- بنی سلیم اور عرفیہ کی طرف، حضرت طریفہؓ کو روانہ کیا
		<u>جموئے مذہبیانِ نبوت کا استیصال:</u>
62 سال	12ھ	1- مسیلہ کذاب کا خاتمہ (جنگِ بمامہ۔ ریاض کے پاس)۔ عکرمہؓ بن ابی جہل، شرمیلہؓ بن حسنہ، خالدؓ بن ولید اور وحشیؓ بن حرب نے حصہ لیا
62 سال	12ھ	2- اسود غنسی کذاب کا قتل (یمین، حضرموت)
62 سال	12ھ	3- طلحہ بن خویلد اسدی کذاب شام فرار ہو گیا۔ پھر مسلمان ہوا (بنی اسد و غطفان)
63 سال	13ھ	جمع و ترمیمی قرآن۔ مصعب صدیقی (حضرت زید بن ثابتؓ کی گمرانی میں)

حیاتِ حضرت عمر فاروقؓ - ایک نظر میں (مدتِ خلافت: 13 تا 23 ھ - 10 سال)

حضرت عمرؓ کی عمر	سن	اہم واقعات
—	—	پیدائش (بخت سے 26 سال پہلے)
26 سال	1 نبوی	رسول ﷺ کی منصب نبوت پر سرفرازی
33 سال	7 نبوی	قبولِ اسلام
33 سال	7 نبوی	خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز پڑھی اور 'فاروق' کا لقب پایا
39 سال	ربیع الاول 1 ھ	ہجرتِ مدینہ
39 سال	1 ھ	اذان کے لیے رائے دی اور اس پر اتفاق ہوا
41 سال	شوال 3 ھ	غزوہٴ احد میں ابوسفیان کے نعروں کا جواب دیا
45 سال	ذوالقعدہ 6 ھ	حدیبیہ میں غیرتِ ایمانی کا اظہار کیا
50 سال	ربیع الاول 11 ھ	وفاتِ رسول ﷺ
53 سال	جمادی الثانی 13 ھ	حضرت عمرؓ کی خلافتِ اسلامیہ کا آغاز
53 سے 63 سال	13 ھ تا 23 ھ	فتوحات اور دورِ حکمرانی - ساڑھے دس سال
53 سال	کیم محرم 24 ھ	پارسی غلام ابو اللؤلؤ کے ہاتھوں شہادت

فتوحات دورِ حضرت عمر فاروقؓ (مدتِ خلافت: 13 تا 23 ہجری - 10 سال چھ ماہ)

فتوحات دورِ عمرؓ	سال	حکومتِ مرقوم
فتح بویب ایرانیوں کی شکست	14ھ	54 سال
فتح دمشق (شام)	14ھ	54 سال
تاریکی 3 روزہ جنگ (عراق)	14ھ	54 سال
فتح اردن	ذوالقعدہ 14ھ	54 سال
فتح صلح حصص (شام)	ذوالقعدہ 14ھ	54 سال
فتح یرموک (ایک لاکھ شامی ہلاک)	رجب 15ھ	55 سال
فتح مدائن (دجلہ عبور کیا)	16ھ	56 سال
بیت المقدس کی فتح	16ھ	56 سال
جلولاء (عراق) پر قبضہ	16ھ	56 سال
کمریت (عراق) پر قبضہ	17ھ	57 سال
خوزستان (ایران) پر قبضہ	17ھ	57 سال
عظیم فتح نہاوند (ایران) (فتح الفتوح)	18ھ	58 سال
قیساریہ (شام) کی فتح	19ھ	59 سال
اصفہان کی فتح (ایرانی سپہ سالار شہر یار کے قتل کے بعد صلح)	21ھ	61 سال
فتح مصر (فسطاط کی فتح)	21ھ	61 سال
اسکندریہ (مصر) کی تسخیر	21ھ	61 سال
ہمدان (ایران) اور طبرستان کی فتح	22ھ	62 سال
طرابلس (لیبیا) کی فتح	22ھ	62 سال
فتح آذربائیجان	22ھ	62 سال
صلح آرمینیا	22ھ	62 سال
خراسان کی فتح (ایران پر مکمل کنٹرول)	22ھ	62 سال
صلح فارس	23ھ	63 سال
فتح کرمان و سیستان	23ھ	63 سال
فتح کرمان (سندھ)	23ھ	63 سال

حیات حضرت عثمان غنیؓ - ایک نظر میں

(مدتِ خلافت: 24 تا 35 ھ - 12 سال)

سن	اہم واقعات
—	پیدائش (بعث سے 34 سال پہلے)
34 سال	قبولِ اسلام
42 سال	ہجرت حبشہ (اہلِ وعیال کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے شخص)
47 سال	ہجرت مدینہ
48 سال	بزمِ رومہ (مدینہ) کی خریداری اور وقف
49 سال	حضرت رقیہؓ کے بعد ائمِ کلثومؓ بنتِ رسولؐ سے شادی (ذوالنورین لقب)
54 سال	حدیبیہ میں سفارت کی خدمات (بیعتِ رضوان)
56 سال	غزوہ تبوک میں، بیس ہزار سے زائد فوج کے اخراجات ادا کیے
58 سال	وفاتِ رسول اللہ ﷺ
60 سال	وفاتِ حضرت ابو بکرؓ
70 سال	شہادتِ کربلا اور بیعتِ شامیہ عثمانیہ
72 سال	فتحِ افریقہ (الجزائر و مراکش)
74 سال	فتحِ قبرص (پہلا بحری حملہ)
77 سال	عظیم الشان بحری جنگ
82 سال	مدینہ پر باغیوں کی شورش اور اصلاح کی کوششیں
82 سال	کنانہ بنِ بشر، عمرو بن الحمق اور سودان بنِ حمران کے ہاتھوں شہادت

حیاتِ حضرت علیؑ - ایک نظر میں (مدتِ خلافت: 35 تا 40 ھ - 4 سال 9 ماہ)

اہم واقعات	سن	حضرت علیؑ کی عمر
پیدائش (بعثت سے دس سال قبل)	—	—
بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا	1 نبوی	11 سال
ہجرت کی رات، رسول اللہ ﷺ کی جگہ سوائے	13 بعثت	23 سال
ہجرت مدینہ اور تعمیر مسجد میں حصہ لیا	1 ھ	23 سال
غزوہ بدر میں عَلم برداری، انفرادی مقابلوں میں شمولیت اور فتح	رمضان 2 ھ	24 سال
نبی رسولؐ حضرت فاطمہؑ سے نکاح اور خصمی	2 ھ - 3 ھ	24-25 سال
صلح حدیبیہ (معاہدے سے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ مٹانے سے انکار)	ذیقعدہ 6 ھ	28 سال
غزوہ خیبر (عَلم برداری اور فتح)	محرم 7 ھ	29 سال
وفات رسول ﷺ و خلفاء ابوبکرؓ	ربیع الاول 11 ھ	33 سال
وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ	جمادی الثانی 13 ھ	36 سال
شہادتِ عمرؓ اور بیعتِ خلافتِ حضرت عثمانؓ	محرم 24 ھ	46 سال
...	ذی الحجہ 35 ھ	58 سال
دارالخلافت کی مدینہ سے کوفہ (عراق) منتقلی	35 ھ	58 سال
جنگِ جمل	36 ھ	59 سال
جنگِ صفین کا آغاز	37 ھ	60 سال
واقعہ حکیم اور خاریجی فرقہ کی بنیاد	صفر 37 ھ	60 سال
خارجیوں کے خلاف معرکہ نہروان	38 ھ	61 سال
بحری راستے سے ہندوستان (کوکن) پر حملہ	39 ھ	62 سال
ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہادت بمقام کوفہ (نجف)	رمضان 40 ھ	63 سال

خلفاء ، فقہاء اور محدثین ایک نظر میں

مدینہ اسکول

کوئٹہ اسکول

رسول اللہ ﷺ

ابن عمرؓ (73ھ) ابو ہریرہؓ (57ھ)
جابرؓ (78ھ) انسؓ (93ھ)

علیؓ (40ھ)
ابن مسعودؓ (32ھ)

عروہؓ (94ھ) سعید بن مسیبؓ (94ھ)
سالمؓ (106ھ) نافعؓ (117ھ)
زہریؓ (124ھ)

شریحؓ (78ھ)
علقمہؓ (62ھ)
سردقؓ (63ھ)

ابراہیم نخعیؓ (96ھ)
فحشیؓ (104ھ)
حمادؓ (104ھ)

امام مالکؓ (179ھ)

امام ابو یوسفؓ (180ھ)

زفرؓ ابو یوسفؓ محمدؓ
(158ھ) (183ھ) (189ھ)

امام شافعیؓ (204ھ)
امام محمدؓ (189ھ)
ابن مبارکؓ (181ھ)

امام حسین علیؓ (241ھ)

امام بخاریؓ (256ھ) امام مسلمؓ (261ھ) امام ابوداؤدؓ (275ھ) امام ترمذیؓ (279ھ) امام ابن ماجہؓ (273ھ)

دور رسالت

حضور ﷺ 11-0ھ

الخلفاء الراشدین

ابوبکرؓ 13-11ھ
عمرؓ 13-23ھ
عثمانؓ 35-23ھ
علیؓ 40-35ھ

دور نبوی امینہ

امیر معاویہؓ 60-40ھ
یزیدؓ 64-60ھ
عبدالملکؓ 86-65ھ
ولیدؓ 96-86ھ
عمر بن عبدالعزیزؓ 101-99ھ
ہشامؓ 125-105ھ
مردان ثانیؓ 132-127ھ

دور نبوی عباسی

سفاحؓ 137-132ھ
منصورؓ 158-137ھ
مہدیؓ 168-158ھ
ہادیؓ 170-168ھ
ہارون الرشیدؓ 194-170ھ
امینؓ 199-194ھ
مأمون عباسیؓ 219-199ھ
معتصمؓ 228-219ھ
واثقؓ 233-228ھ
معتزؓ 247-233ھ
معتزؓ 256-251ھ
معتد عباسیؓ 278-256ھ

خلفاء ، فقہاء اور محدثین ایک نظر میں

پچھلے صفحے پر آپ نے ایک چارٹ (CHART) ملاحظہ کیا۔ اس کے اہم نکات نوٹ کیجیے اور تاریخِ اسلام کی عظیم شخصیات کے ادوار کو ذہن نشین کر لیجیے۔

1- رسول اللہ ﷺ کا دورِ حکومت ، 0 تا ربیع الاوّل 11 ھ ہے۔

خلافتِ راشدہ

- 2- حضرت ابوبکرؓ کا دورِ حکومت ، ربیع الاوّل 11 ھ تا جمادی الثانی 13 ھ ہے۔
- 3- حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت ، ربیع الثانی 13 ھ سے یکم محرم 24 ھ تک ہے۔
- 4- حضرت عثمانؓ کا دورِ حکومت ، محرم 24 ھ سے ذی الحجہ 35 ھ تک ہے۔
- 5- حضرت علیؓ کا دورِ حکومت ، ذی الحجہ 35 ھ سے رمضان 40 ھ تک ہے۔
- 6- 40 ھ میں خلافتِ راشدہ کا اختتام ہو گیا اور شخصی ، خاندانی اور موروثی خلافت کا آغاز ہوا۔

خلافتِ بنی اُمیہ اور خلافتِ بنی عباسؓ

- 7- 40 ھ سے 132 ھ تک پورے 92 سال تک ، بنی اُمیہ کے خاندان نے حکومت کی۔
- 8- 132 ھ سے 656 ھ تک پورے 524 سال ، بنو عباس نے حکومت کی۔ ان کا پہلا خلیفہ سفاح تھا۔ آخری خلیفہ مُعتصم باللہ کو ہلاکوخان نے قتل کر دیا۔

فقہ کے چار مشہور امام

- 9- امام مالکؒ 93 ھ میں پیدا ہوئے اور 179 ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ امام مالکؒ نے علمِ مدینے کے تابعین (عمروؒ ، سعید بن مسیبؒ ، نافعؒ ، زہریؒ وغیرہ) سے حاصل کیا اور انہوں نے مدینے میں مقیم صحابہؓ (ابن عمرؓ ، ابو ہریرہؓ وغیرہ) سے علم حاصل کیا۔

- 10- امام ابوحنیفہؒ 80ھ میں پیدا ہوئے اور 150ھ میں انتقال فرمایا۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم کی بنیاد کوئی تابعین (قاضی شریحؒ، علقہؒ، مسروقؒ وغیرہ) اور کوئی صحابہ بالخصوص حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات پر منحصر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بنو امیہ کا دور بھی دیکھا اور بنو عباس کا بھی۔
- 11- امام شافعیؒ 150ھ میں پیدا ہوئے اور 204ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ بنو عباس کا دورِ خلافت تھا۔ امام شافعیؒ نے ابتداء میں امام مالکؒ سے مدنی روایات علم حاصل کیا۔ پھر بغداد جا کر عراقی روایات کا علم حاصل کیا۔ امام شافعیؒ مدنی مکتبہ فقہ اور عراقی مکتبہ فقہ کو جمع کرنے والے ہیں۔ پھر یہ مصر گئے اور مصر میں ملنے والی احادیث کی روشنی میں اپنے نئے مکتب کی بنیاد رکھی۔ مصر میں انتقال فرمایا۔
- 12- امام احمد بن حنبلؒ نے 241ھ میں وفات پائی۔ ان کا زمانہ بھی بنو عباس کی خلافت کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ابتداء میں امام شافعیؒ سے استفادہ کیا۔ مشہور علمائے حدیث امام احمد بن حنبلؒ ہی کے شاگرد ہیں۔ مسند احمد ان کی مشہور تصنیف ہے۔

حدیث کے مشہور امام

- 13- روایت حدیث اور کتابت حدیث کا کام، رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلسل جاری و ساری رہا، لیکن کتابی اعتبار سے تدوین حدیث کا زیادہ تر کام 140ھ سے 270ھ کے درمیان ہوا۔
- 14- امام احمد بن حنبلؒ کے شاگردوں میں، مندرجہ ذیل مشہور محدثین شامل ہیں۔
- (a) امام بخاریؒ : پیدائش 194ھ وفات 256ھ
- (b) امام مسلمؒ : پیدائش 204ھ وفات 261ھ
- (c) امام ابوداؤدؒ : پیدائش 202ھ وفات 275ھ
- (d) امام ترمذیؒ : پیدائش 209ھ وفات 279ھ
- (e) امام ابن ماجہؒ : پیدائش 209ھ وفات 273ھ

رسول ﷺ کے تحریری حکم نامے

● حضرت محمد رسول اللہ ﷺ (المتوفیٰ 11ھ) :

رسول اللہ ﷺ نے 7ھ میں اپنے کاتبین سے خود خطوط لکھوا کر مختلف سلاطین کو بھیجے۔ ان میں قیسر روم، پردیز (شاہ ایران)، نجاشی (شاہ حبشہ)، مقوقس (شاہ مصر)، منذر بن سراوی (شاہ بحرین)، شاہ عمان، وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت ابوشاہ یمنیؓ کو، فتح مکہ کے موقع پر دیے گئے خطبے کو قلم بند کرنے کا حکم دیا (صحیح بخاری)۔ رسول ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو ایک صحابی کے قتل پر دیت کا تحریری حکم جاری کیا۔ (بخاری و مسلم)۔ مختلف قبائل کے نام دیت کے مسائل لکھوا کر ارسال کیے (مسلم) ایک صحابی کو محاذِ جنگ پر بھیجتے وقت خط لکھوا کر دیا اور حکم دیا کہ اس خط کو وہاں پہنچ کر کھولا جائے اور تمام مجاہدین میں پڑھ کر سنایا جائے (بخاری)۔ ہجرت کے بعد مدینے کے یہودیوں کے ساتھ 53 دفعات پر مشتمل ایک معاہدہ تحریر کرایا (ابن ہشام)۔ اپنے دو غلام حضرت رافعؓ اور حضرت علانہؓ کو آزاد کر کے آزادی کا تحریری پروانہ عطا فرمایا (مسند احمد)۔ 5ھ میں بنو عطفان ، 6ھ میں قریش سے (صلح حدیبیہ) اور 9ھ میں اکیدر بن عبد الملک سے تحریری معاہدے کیے (طبرانی، ابن سعد)۔ حضرت معاذ بن جبل کو ان کے بیٹے کے انتقال پر ایک تحریری تعزیت نامہ یمن روانہ کیا (مستدرک حاکم)۔ ایک صحابی ہلال بن حارث مزنیؓ کو زمین کے لیے تحریری حکم جاری فرمایا۔ ایک انصاری صحابی نے رسول ﷺ سے کہا: ”میں آپ ﷺ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں، مگر یاد نہیں رکھ سکتا۔“ تب رسول ﷺ نے فرمایا: ﴿اسْتَعِينْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأْ بِيَدِهِ إِلَى الْخَطِّ﴾ ”اپنے ہاتھ سے مدد لو اور پھر ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ لکھ لیا کرو“ (ترمذی)۔ فتح مکہ کے دوسرے دن خطبے میں رسول ﷺ نے فرمایا: ﴿وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ ”جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک میری احادیث پہنچادیں، جو حاضر نہیں ہیں۔ (بخاری) بنو عبد القیس کے وفد کو رسول ﷺ نے احکام بتانے کے بعد کہا: ﴿احْفَظُوا وَانْخَبِرُوا مِنْ زَوَائِكُمْ﴾ ”ان باتوں کو یاد کر لو، اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو جا کر بتاؤ۔“ (بخاری و مسلم)

آسمائے صحابہؓ بہ ترتیب تاریخ وفات

دورِ خلافت حضرت ابو بکرؓ 11 تا 13 ھ

● حضرت ابو بکرؓ (المتوفیٰ جمادی الثانی 13 ھ) :

پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد بس دو سال تین ماہ بقید حیات رہے۔ یہی عرصہ ان کی خلافت کا ہے۔ ان کے دور میں مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد ہوا۔ چھوٹے انبیاء کا استیصال ہوا۔ اس لیے آپ سے حدیثوں کی روایت کم ہوئی ہے۔ رسول ﷺ سے عمر میں صرف دو سال چھوٹے تھے۔ 61 سال کی عمر میں خلیفہ بنے اور 63 سال کی عمر میں انتقال کیا۔

دورِ خلافت حضرت عمرؓ (13 تا 23 ھ)

● حضرت سعد بن عبادہ ساعدی خزرجی انصاری رئیس خزرج (المتوفیٰ 15 ھ) :

حضرت سعد بن عبادہ نے احادیث لکھیں۔ ان کے بیٹے قیس بن سعد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کی کتاب پائی (مسند احمد) ان سے قیسؓ کے علاوہ ابن عباسؓ اور سعید بن مسیب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت سعد نے رسول ﷺ سے خود احادیث سن کر ایک صحیفہ مرتب کیا تھا۔ (ترمذی)

● حضرت معاذ بن جبل خزرجی انصاری (المتوفیٰ 18 ھ) :

رسول اللہ ﷺ نے یمن کا قاضی اور معلم مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے شام کا حاکم مقرر فرمایا۔ طاعون عمواس میں 36 سال کی عمر تھی کہ انتقال فرمایا۔ آخری وقت میں بھی حدیثیں بیان کیں۔ ان سے جو نیز صحابہ عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

● حضرت اُبی بن کعب خزرجی (المتوفیٰ 29 ھ) :

بنو نجار سے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ رسول اللہ کے زمانے میں فتویٰ دینے کا اعزاز انہیں حاصل

ہے۔ قراءت میں مہارت تھی۔ بڑے صحابہ بھی ان کے درس حدیث میں شرکت فرماتے۔

● حضرت عمرؓ (شہادت یکم محرم 24ھ):

دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ ساڑھے 10 سال حکومت کی۔ 63 سال کی عمر میں ایک غیر مسلم پارسی غلام ابو اللؤلؤ نے شہید کیا۔ رسول ﷺ سے 13 سال چھوٹے تھے۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت عمر 49-50 سال تھی۔ ان سے عشرہ مبشرہ اور صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے پاس 'احادیث کا ایک مجموعہ' موجود تھا، جس میں زکوٰۃ و صدقات کے احکامات درج تھے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کی یہ کتاب خود پڑھی تھی۔ (موطا امام مالکؒ)

دور خلافت حضرت عثمانؓ (23 تا 35ھ)

● حضرت عبداللہ بن مسعود (المتوفی 32ھ):

بدری صحابی ہیں۔ 848 احادیث روایت کیں۔ کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کوفہ کے بیت المال کے ذمے دار تھے۔ پھر یہ کوفہ سے مدینہ آ گئے۔ مدینے ہی میں وفات پائی۔ علقمہ، مسروق، اور قاضی شریحؓ ان کے مشہور شاگرد ہیں۔ ان کے پاس بھی رسول ﷺ کی احادیث تحریری طور پر موجود تھیں۔ حضرت معنؓ کہتے ہیں کہ ان کے بیٹے عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود نے ایک کتاب نکالی اور حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ میرے والد حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ (جامع بیان العلم)

● حضرت عثمانؓ (شہادت ذوالحجہ 35ھ):

تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ رسول ﷺ کی وفات کے وقت 58 سال کے تھے۔ 24ھ میں شہادت عمرؓ کے بعد 70 سال کی عمر میں خلیفہ بنائے گئے۔ 12 سال حکومت کی اور 82 سال کی عمر میں ناحق شہید کیے گئے۔ ان سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے پاس

احادیث کا ایک مجموعہ صحیفہ عثمان موجود تھا، اس میں زکوٰۃ کے جملہ احکام درج تھے۔ (بخاری)

دو در خلافت حضرت علیؑ (35 تا 40 ھ)

- حضرت علیؑ نے (قتل عثمان کی وجہ سے) حرم رسول ﷺ کی بے حرمتی کے بعد، 35 ھ میں دار الخلافہ مدینے سے کوفہ (عراق) منتقل کر دیا۔
- حضرت ابو رافعؓ القبطی المصری (المتوفی 36 ھ):
رسول ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رسول ﷺ نے انہیں احادیث لکھنے کی اجازت دی تھی اور ان کے پاس احادیث کا صحیفہ موجود تھا۔ (ابن سعد)
- حضرت سہل بن حنیف الاوسی الانصاری (المتوفی 38 ھ):
بدری صحابی ہیں۔ حضرت علیؑ نے انہیں مدینہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ فارس کے حاکم بھی رہے۔ ان کے بیٹے ان سے روایت کرتے ہیں۔ کوفہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابتؓ انصاری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ حضرت علیؑ نے پڑھائی۔
- حضرت علیؑ (شہادت رمضان 40 ھ):
چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ رسول ﷺ سے عمر میں 30 سال چھوٹے تھے۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی عمر صرف 33 سال تھی۔ 35 ھ میں شہادت عثمانؓ کے بعد 58 سال کی عمر میں خلیفہ بنائے گئے۔ 63 سال کی عمر میں ابن ملجم خارجی نے شہید کیا۔ کوفہ کے قریب نجف میں دفن کیے گئے۔ ان سے ایک بڑی جماعت نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت علیؑ کے پاس احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ موجود تھا، جس میں زکوٰۃ، حرمت مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے نکات درج تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ)
- رسول ﷺ نے حضرت علیؑ کو زکوٰۃ کے مسائل پر ایک صحیفہ لکھوا کر دیا تھا۔ (مسند احمد)

دورِ خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ (40 تا 60 ھ)

● حضرت امیر معاویہؓ: مشہور صحابی حضرت امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ کتابتِ وحی کا شرف حاصل کیا۔ کوفے سے دارالخلافہ دمشق (شام) منتقل کر دیا۔ رجب 60 ھ میں جب کہ ان کی عمر 80 کے قریب تھی، انتقال فرمایا۔

● ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ (المتوفی 45 ھ): حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی ہیں اور رسول ﷺ کی زوجہ ہیں۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی عمر 28 سال تھی۔ والد کے انتقال کے وقت 41 سال کی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں 62 سال کی تھیں کہ 45 ھ میں انتقال فرمایا۔ ان سے 60 احادیث منقول ہیں۔ ان سے ان کے بھائی ابن عمرؓ اور بھتیجے سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب وغیرہ کے علاوہ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

● حضرت حسن بن علیؓ (پیدائش 3 ھ۔ المتوفی 50 ھ): حضرت علیؓ کے بعد پانچویں خلیفہ ہوئے۔ 6-7 ماہ خلافت کر کے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ مرویات کی تعداد 13 ہے۔ ان سے حضرت عائشہؓ، حسن بن حسنؓ، عکرمہؓ اور محمد بن سیرینؓ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

● حضرت عمرو بن حزمؓ خزرجمی (المتوفی 51 ھ): بنونجار کے خاندان سے خزرجمی انصاری صحابی ہیں۔ 61 سال کی عمر میں 51 ھ میں انتقال کیا۔ رسول ﷺ نے 20 سال کے اس نوجوان کو 10 ھ میں نجران کا گورنر بنایا تو حضرت ابی بن کعبؓ سے طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت اور جزیہ کے احکام پر مشتمل تحریری یادداشتیں لکھوا کر دیں۔ رسول ﷺ کے یہ احکام ان کے ہاں سرکاری دستاویز کے طور پر محفوظ تھے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، دارمی)

● حضرت ابو ایوب انصاریؓ خالد بن یزید خزرجمی (المتوفی 52 ھ): بنونجار کے خاندان سے خزرجمی انصاری صحابی۔ میزبان رسول ﷺ ہیں۔ تمام غزوات میں شریک

رہے۔ حضرت علیؑ نے جب کوفے کو دار الخلافہ بنایا تو حضرت ابویوبؓ کو مدینے میں جانشین بنایا۔ خوارج کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ صرف ایک حدیث سننے کے لیے مدینے سے مصر کا سفر کیا، اور مصر کے گورنر حضرت عقبہ بن عامرؓ سے حدیث سن کر مدینہ واپس لوٹے۔ رومیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی اور اسی موقع پر انتقال کیا۔ تدفین رومی سرزمین پر ہوئی، جو قسطنطنیہ کے قریب ہے۔ آج کل یہ ترکی کے شہر استنبول کا حصہ ہے۔

● حضرت وائل بن حُجرؓ:

حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں انتقال کیا۔ رسول ﷺ نے حضرت امیر معاویہؓ سے نماز، زکوٰۃ، نکاح، سود، شراب وغیرہ کے احکام لکھوا کر حضرت وائلؓ کو دیئے تھے۔ (طبرانی) حضرت موت کے رئیس تھے۔

● حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (المتوفیٰ 54ھ):

یمن کے رہنے والے تھے۔ 360 احادیث روایت کیں۔ کوفے کے امیر رہے۔ ایران کے کئی شہر فتح کیے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ مکہ میں انتقال فرمایا۔

● حضرت سمرہ بن جندبؓ (المتوفیٰ 54ھ): غطفانی ہیں۔ احد میں اپنے سے بڑے

لڑکے کو پچھاڑ کر شرکت کی۔ بصرہ میں حاکم کی منصب پر فائز رہے۔ خوارج کے سخت خلاف تھے۔

64 سال کی عمر میں 54ھ میں انتقال کیا۔ حضرت سمرہؓ بھی رسول ﷺ کی احادیث کو لکھ کر اپنے

بیٹوں کو بھیجا کرتے تھے۔ حدیث کے حافظ اور کثیر الروایت تھے (الاستیعاب) ایک مرتبہ ان کے

ایک موقف کی، حضرت ابی بن کعبؓ نے بذریعہ خط توثیق کی (مسند احمد)

● ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ (المتوفیٰ 58ھ):

حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی، مکہ میں رسول ﷺ سے نکاح ہوا، ہجرت کے بعد رخصتی ہوئی۔ رسول

ﷺ کے انتقال کے وقت 20 سال کی تھیں۔ 67 سال کی عمر تھی کہ 58ھ میں انتقال فرمایا۔ آپؓ نے

2,210 احادیث روایت کیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اپنے بھانجے عروہ بن زبیر اور اپنے بھتیجے قاسم

بن محمد بن ابوبکر کے علاوہ، کئی دیگر لوگوں بشمول مسروقؓ، عمرہؓ، صفیہؓ، نے ان سے روایتیں لیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت کردہ احادیث کو، حضرت عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ (تہذیب المتہذیب)

حضرت ابو ہریرہؓ (المتوفی 58ھ):

5,374 احادیث روایت کیں۔ سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ حافظے کے انتہائی قوی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو چادر بچھانے کا حکم دیا تھا، رسول نے انہیں چادر میں لپیٹ کر دعا کی تھی۔ جس کے بعد حافظہ مزید پختہ ہو گیا۔ ان سے ان کے شاگرد حضرات ابو صالحؓ، سلمانؓ، ابوسلمہؓ، ابوعلقمہؓ، الاعرجؓ، ابویونسؓ، عجلانؓ، ہمام بن منبہؓ، سعید بن مسیبؓ اور دیگر لوگوں نے احادیث روایت کیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ 28 سال کی عمر میں، جنگ خیبر کے موقع پر 7ھ میں مسلمان ہوئے۔ اور 78 سال کی عمر میں 58ھ میں انتقال کیا۔ فضل بن حسن بن عمرو کہتے ہیں: "ان کے والد حسن بن عمروؓ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، رسول ﷺ کے انتقال کے بعد، حافظے میں محفوظ احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کی کتاب کی ایک نقل، حضرت عمر بن عبدالعزیز (م 101ھ) کے والد، عبدالعزیز بن مردان (م 80ھ) گورزمصر کے پاس بھی موجود تھی۔ (بخاری) مسند ابو ہریرہ کا ایک نسخہ آج بھی جرمنی کے کتب خانے میں موجود ہے، جو امام ابن تیمیہ (م 728ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک شاگرد بشیر بن نہیکؓ تابعی نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا اور اسے اپنے استاد کو سنا کر تصدیق کرائی تھی۔ (جامع بیان العلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد حضرت ہمام بن منبہؓ تابعی (پیدائش 40ھ۔ المتوفی 132ھ) نے اپنے استاد کی روایات کو لکھ لیا تھا۔ اس کا نام صحیفہ صحیحہ تھا۔ اس کے قلمی نسخے برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ امام احمد بن حنبلؓ نے اپنی مسند میں اس صحیفے کی تمام احادیث کو شامل کر لیا ہے۔ اس صحیفے کی بیشتر روایات بخاری اور مسلم میں بھی ملتی ہیں۔ اس میں 318 روایات ہیں۔ ذاکر حمید اللہ نے اسے الگ سے حیدرآباد دکن سے شائع کر دیا ہے۔

ساتویں باب میں آپ حضرت ابو ہریرہؓ کے نامور شاگرد تابعین اور ان کے شاگرد نامور تابعین کا نقشہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

دورِ خلافتِ یزید بن معاویہؓ (60 تا 64ھ)

● حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی انصاریؓ (المتوفی 60ھ):

خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت سعدؓ دورِ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انہوں نے رسول ﷺ کی احادیث لکھیں۔ آپ کے بیٹے حضرت قیسؓ اسی کتاب سے روایت کرتے تھے۔ (مسند احمد) امیر بننے کے بعد مہر کے منبر پر رسول ﷺ کی احادیث بیان کیں۔ (مسند احمد) حضرت انسؓ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

● حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی رجب 60ھ):

ابوسفیانؓ کے بیٹے تھے اور بنو امیہ سے تعلق تھا۔ فتح مکہ کے بعد 8ھ میں 27 سال کی عمر تھی کہ والد کے ساتھ اسلام لے آئے۔ کچھ دن کلمتِ وحی کی خدمت بھی انجام دی۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت 29 سال کے تھے اور حضرت علیؓ سے 5 سال چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دمشق کا حاکم بنایا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں پورے شام کا حاکم بنایا۔ شہادتِ عثمانؓ کے بعد قصاص کا مطالبہ کیا اور حضرت علیؓ کی بیعت سے انکار کیا۔ 5 سال تک حضرت علیؓ سے برسرِ پیکار رہے۔ شہادتِ علیؓ کے بعد پانچویں خلیفہ حضرت حسنؓ کی دستبرداری کے بعد پورے عالمِ اسلام کے خلیفہ بن گئے۔ اپنے دورِ حکومت میں خوارج کا استیصال کیا۔ ان سے 163 روایتیں مروی ہیں۔ 4 متفق علیہ ہیں۔ اس کے علاوہ 4 بخاری اور 5 مسلم میں موجود ہیں۔ انتقال سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لیے نامزد کیا۔ 78 سال کی عمر تھی کہ رجب 60ھ میں انتقال فرمایا۔

● حضرت حسین بن علیؓ (پیدائش 4ھ۔ شہادتِ محرم 61ھ):

حضرت حسینؓ، حضرت علیؓ کے چھوٹے بیٹے ہیں ان سے حضرت ابوہریرہؓ، بیٹے علی زین العابدینؓ، بیٹیاں فاطمہ بنتِ حسین اور سکینہ بنتِ حسین نے روایت کی ہے۔ والد کے انتقال کے وقت 40ھ میں 35 سال کے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت (40 تا 60ھ) میں مدینے ہی میں رہے۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے یزید کی بیعت نہیں کی۔ 56 سال کی عمر تھی کہ کربلا (عراق) میں شہید کیے گئے۔

● ام المومنین حضرت ام سلمہؓ (المتوفیٰ 63ھ):

حضرت ام سلمہؓ مخزومی ہیں۔ چچازاد بھائی ابو سلمہؓ سے نکاح ہوا۔ ابو سلمہؓ احد میں زخمی ہوئے۔ ابو سلمہؓ نے 4ھ میں انتقال کیا، پھر رسول ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت 32 سال کی تھیں۔ واقعہ حرہ کے بعد 63ھ میں یزید کا دور حکومت تھا کہ 84 سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ سے 378 احادیث مروی ہیں۔ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ بھی ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ ان سے حضرت حسن بصریؒ کی والدہ خیرہ، عبدالرحمان بن ابوبکرؓ، اسامہ بن زیدؓ، نافعؓ، عروہ وغیرہ نے روایت کی۔

● یزید بن معاویہؓ (پیدائش 26ھ۔ المتوفیٰ ربیع الاول 64ھ):

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو جب 60ھ میں جانشین بنایا تھا۔ اس نے 3 سال 9 مہینے حکومت کی۔ 34 سال کی عمر تھی کہ خلیفہ بنایا گیا۔ 38 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے دور میں کر بلا کا افسوسناک واقعہ 10 محرم 61ھ کو پیش آیا۔ علاوہ ازیں 63ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا۔ یزید کی شامی فوجوں نے مدینہ منورہ کو 3 دن تک لوٹا اور اکابر و اشراف قریش اور انصار کو قتل کیا۔

● حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن عاصؓ (المتوفیٰ 65ھ):

فاجر مہر حضرت عمروؓ بن عاصؓ کے بیٹے ہیں۔ والد سے پہلے اسلام لے آئے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ آپ سے کئی روایات مروی ہیں۔ ان کے ہاں احادیث کا جو صحیفہ صحیفہ صادقہ کے نام سے موجود تھا، اس میں ایک ہزار احادیث تھیں (ابن اثیر)۔ یہ پورا صحیفہ، مسند امام احمد بن حنبل میں موجود ہے۔ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ صحیفہ صادقہ میں پانچ ہزار تین سو چوبیس (5,374) احادیث موجود تھیں، غالباً یہ مختلف سندوں پر مشتمل تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اس صحیفے میں دیکھ کر لوگوں کو جوابات دیا کرتے تھے۔ رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا: ﴿اَلْكُتُبُ فَاَوَّلُ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ الْاَحْسَنُ﴾ (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب 3، حدیث 3648) ”لکھو! اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔“ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کو، حضرت ابو ہریرہؓ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ احادیث لکھنے میں مجھ سے بہتر ہیں۔ (بخاری و مسلم)

دوِ خلافتِ محمد الملک بن مروان اموی (65 تا 86ھ)

● حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (پیدائش 10 نبوی۔ المتوفیٰ 68ھ):
 1,660 احادیث روایت کیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ فقہ اور تفسیر کے امام ہیں۔
 حضرت عمرؓ کے مقرب تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں کوفے کا گورنر مقرر کیا۔ طائف میں انتقال کیا۔
 حضرات عکرمہ، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر وغیرہ ان کے مشہور شاگرد ہیں۔ رسول ﷺ کی احادیث کو
 حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نختیوں، چمڑوں، کپڑوں اور کاغذ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کے پاس احادیث
 کی کتب موجود تھیں (ترمذی)۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ انہی سے شاگردوں کو
 احادیث املاء کراتے تھے۔ ابن عباسؓ کے بعد، یہ احادیث ان کے بیٹے علی بن عبد اللہ بن عباسؓ
 کے پاس محفوظ رہیں۔ ابن عباسؓ کے انتقال کے وقت ان کے پاس ایک اونٹ کے
 بوجھ برابر کتابیں موجود تھیں۔ (ابن سعد)

● حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بن خطاب (المتوفیٰ 73ھ):
 2,630 احادیث روایت کیں۔ ان سے حضرات نافعؓ، طاؤسؓ، مجاہدؓ، بیٹے سالمؓ، سعید بن
 المسیب، حسن بصریؓ، ابن سیرینؓ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ
 رسول ﷺ کی احادیث کو املاء کراتے تھے اور ان کے شاگرد حضرت نافعؓ تابعی لکھتے جاتے
 تھے (سنن دارمی)۔

● حضرت ابو سعید الخدری الخزر جی الانصاری (المتوفیٰ 74ھ):
 1,170 احادیث روایت کیں۔ مکہ میں وفات پائی۔ آپ کے حلقہٴ درس میں شاگردوں کی کثرت
 ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹوں کو ان کے پاس حدیثیں سننے کے لیے بھیجا۔ (مسند احمد)
 ● حضرت جابر بن عبد اللہ خزر جی انصاری (المتوفیٰ 78ھ)
 18 سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ ان کے والد شہید احد ہیں۔ رسول ﷺ کی وفات کے وقت
 31 سال کے تھے۔ 94 سال کی عمر پائی۔ 1,540 احادیث روایت کیں۔ حضرات

عطاء، حسن بصری، مجاہد، قتادہ، شعبی وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔
حضرت جابرؓ کی احادیث کو ان کے شاگردوں حضرت وہبؓ بن منبہ اور سلیمان بن قیس یثقری
ابصری (م 80ھ) نے لکھ لیا تھا۔ (تہذیب الحدیث) عبد اللہ بن اُنسؓ سے ایک حدیث سننے کے
لیے اونٹ خرید کر ایک مہینے تک شام کا سفر کیا (الادب المفرد - بخاری) مسجد نبوی میں درس
دیتے۔ حضرت جابرؓ کے پاس مناسک حج کے موضوع پر احادیث کا ایک مجموعہ موجود تھا (صحیح مسلم)

دور خلافتِ خلیفہ ولید بن مروان بن محمد اموی (86 تا 96ھ)

● حضرت انسؓ بن مالک خزرجمی انصاری (المتوفی 93ھ):
بنو نجار سے تھے۔ 2,286 احادیث روایت کیں۔ خادم رسول ﷺ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
حضرت ابن عمرؓ، امام زہریؓ، قتادہ، حمید الطویل، حسن بصریؓ، ربیعہ، ابن اسیرین وغیرہ بے
شمار شاگردوں نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت انسؓ کے پاس بھی رسول ﷺ کی احادیث
تحریری طور پر موجود تھیں۔ وہ اپنے شاگردوں کو اپنی بیاض دکھاتے کہ یہ حدیثیں میں نے نہ صرف
رسول ﷺ سے سُنیں بلکہ آپؐ کو سنا کر توثیق بھی کرائی (متدرک حاکم)۔ انتقال کے وقت عمر
سوسال سے متجاوز تھی۔ بصرہ میں انتقال کیا۔

کبار تابعین

● حضرت علقمہ بن قیس نخعی تابعی (المتوفی 62ھ):
علقمہ رسول ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، عمرؓ، علیؓ، حذیفہؓ،
ابو الدرداءؓ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ کوفہ کے فقیہ تابعی ہیں۔ امام شعبیؓ کے علاوہ ان کے اپنے
بھانجے ابراہیم نخعیؓ اور بھتیجے اسود بن یزید ان کے خاص شاگرد ہیں۔
● حضرت مسروق بن اجدع تابعی (المتوفی 63ھ):
مسروق یمنی ہمدانی ہیں۔ حضرت علیؓ، عمرؓ، اور ابن مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور
میں مدینہ پہنچے۔ قاضی شریح ان سے فیصلوں میں مدد لیا کرتے تھے۔ اموی دور میں قاضی رہے۔

کوفے میں قیام کیا ، پھر قزوین چلے گئے۔

● حضرت قاضی شریح تابعی (المتوفی 78ھ):

قاضی شریحؒ یعنی تھے، یامیموں کے حلیف عجمی تھے۔ حضرت علیؓ، عمرؓ، اور ابن مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ بصرہ کے حافظین حدیث میں شمار ہوتا تھا۔ امام شعبیؒ، ابن سیرینؒ، مجاہدؒ اور ابانیم نخعیؒ ان کے شاگرد ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کوفے کا قاضی مقرر کیا۔ عمر 100 سال سے زائد پائی۔ پیدائشی طور پر اطلس تھے ، یعنی داڑھی مونچھ سے بے نیاز تھے۔

● حضرت سعید بن مسیب قریشی تابعی (پیدائش 14ھ۔ المتوفی 93ھ):

رکس التابعین کہلاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ ، زید بن ثابت اور حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمانؓ سے بھی روایت کی۔ چالیس حج کیے تھے۔ ان کے شاگرد علی بن زید، کبیر، سلیم بن حیان، امام زہریؒ وغیرہ بے شمار ہیں۔

● حضرت عروہ بن زبیر تابعی (پیدائش 22ھ۔ المتوفی 94ھ):

حضرت زبیر بن عوامؓ کے بیٹے۔ حضرت ابو بکرؓ کے نواسے، حضرت اسماءؓ کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں ، زیادہ تر اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی روایات کی ہیں۔ انہوں نے بھی احادیث لکھ لی تھیں۔ ان کے بیٹے ہشام بن عروہ بھی بہت بڑے محدث ہیں۔

● حضرت علی بن حسین زین العابدین تابعی (پیدائش 38ھ۔ المتوفی 94ھ):

حضرت حسینؓ کے بیٹے ہیں۔ واقعہ کربلا کے وقت بیمار تھے ، 23 سال کی عمر تھی۔ اپنے والد اور مدینہ کے دیگر علماء یعنی ابن عباسؓ ، عائشہؓ ، ام سلمہؓ ، ابورافعؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے بیٹوں حضرت محمد الباقرؒ اور حضرت زید بن علی شہید کے علاوہ ، ان کے شاگردوں طاؤسؓ، زہریؓ، ہشام وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

● حضرت ابو سلمہ تابعی (المتوفی 94ھ):

حضرت ابو سلمہؓ عبداللہ بن عبد الرحمن بن عوف کے بھتیجے ہیں۔ فقہائے مدینہ میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ ، ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں۔ ان سے امام زہریؒ، یحییٰ بن کثیرؒ اور

شعبی نے روایت کی ہے۔

- حضرت سعید بن جبیر تابعی (پیدائش 45ھ۔ شہادت 95ھ) :
کوفہ میں مقیم تھے۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں۔ حجاج بن یوسف نے انہیں شہید کیا۔
حضرت سعید بن جبیرؓ، اپنے استاد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کردہ احادیث کو تحریری طور پر
مرتب کرتے تھے۔ (مسند دارمی)
- حضرت ابراہیم بن یزید نخعی (پیدائش 46ھ۔ المتوفی 96ھ) :
ابراہیم نخعیؓ، اپنے چچا علقمہؓ اور اپنے ماموں مسروقؓ کے شاگرد ہیں۔ کوفہ کے مشہور فقہاء میں
شمار کیے جاتے ہیں۔ ان سے اعشؓ اور امام ابوحنیفہؒ کے استاد حماد بن سلیمان نے روایت کی ہے۔
- حضرت ابو صالح ذکوان السمان الزیات تابعی (المتوفی 101ھ) :
تیل، گھی وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ کے شاگرد ہیں۔ ان
سے اعشؓ، سہیل بن ابی صالحؓ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

دوسری صدی ہجری کے علمائے حدیث

دور خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بن مروان (99ھ تا 101ھ)

- حضرت امام عامر بن شرحبیل شعبی تابعی (پیدائش 17ھ۔ المتوفی 104ھ) :
امام شعبیؓ، حضرت علیؓ و علقمہؓ و مسروقؓ کے شاگرد ہیں۔ 500 صحابہ کو دیکھنے کا اعزاز حاصل
ہے۔ ان سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

دور خلافت ہشام اموی 105ھ تا 125ھ

- حضرت طاؤس بن کیسان تابعی (المتوفی 105ھ) :
حضرت زید بن ثابتؓ و عائشہؓ و علیؓ کے شاگرد ہیں۔ فارسی الاصل مدائنی ہیں۔ مکہ میں
وفات پائی۔ امام زہریؓ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت طاؤسؓ نے دیت کے بارے

میں احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا (بیہقی)۔

● حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر تابعی (المتوفی 106ھ) :

حضرت عمرؓ کے پوتے تھے۔ اپنے والد ابن عمرؓ ، ابوہریرہؓ ، عائشہؓ اور ابویوب انصاریؓ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان سے عمرو بن دینارؓ ، امام زہریؓ ، حمید الطویلؓ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

● حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر تابعی (پیدائش 37ھ۔ المتوفی 106ھ) :

حضرت ابوبکرؓ کے پوتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور محدث ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے خاص شاگرد ہیں ، جو ان کی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں ابن عمرؓ ، ابوہریرہؓ وغیرہ سے فیض اٹھایا۔ امام شعبیؒ ، نافعؓ ، زہریؓ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

● حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس تابعی (پیدائش 22ھ۔ المتوفی 107ھ) :

حضرت عکرمہؓ ، ابن عباسؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ تفسیر میں کمال حاصل تھا۔ اصلاً بربری تھے۔ حضرت علیؓ ، ابوہریرہؓ ، ابن عمرؓ ، عمرو بن عاصؓ ، ابوسعید خدریؓ ، عائشہؓ ، معاذیہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا۔ عکرمہؓ کے پیچھے شاگردوں کا ہجوم ہوتا۔

● حضرت مجاہدؒ تابعی (پیدائش 21ھ۔ المتوفی 107ھ) :

قیس بن مخزومی کے غلام تھے۔ غالباً 21ھ یا 22ھ میں پیدا ہوئے۔ تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت عائشہؓ و ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ ، علیؓ ، ابن عمرؓ ، ابن زبیرؓ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان سے عطاؓ ، عکرمہؓ ، قتادہؓ اور اعمشؓ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

آخری صحابیؓ

● حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ بن عبداللہ اللیثیؓ (3ھ تا 110ھ) :

یہ رسول ﷺ کے وہ صحابی ہیں ، جنہوں نے سب سے آخر میں وفات پائی۔ 107 سال کی عمر پائی۔ رسول ﷺ کے انتقال کے وقت 8 سال کے تھے۔ یہ حضرات ابوبکر صدیقؓ ، عمرؓ ، علیؓ ، معاذ بن جبلؓ ، حذیفہؓ ، ابن مسعودؓ ، ابن عباسؓ ، زید بن ارقمؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام زہریؓ ، قتادہؓ ، عمرو بن دینارؓ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ کئی میں دفن ہوئے۔

● حضرت حسن بصریؒ تابعی (پیدائش 21ھ۔ المتوفی 110ھ) :

حضرت حسن بصریؒ ، حضرت زید بن ثابتؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کے والدین بھی غلام

تھے۔ حضرت علیؑ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے انہیں دودھ پلایا تھا۔ مجاہد، عطاء، طاؤس، حمید الطویل، قتادہ وغیرہ بے شمار شاگرد ہیں۔

● حضرت محمد بن سیرین تابعی (پیدائش 33ھ۔ المتوفیٰ 110ھ) :
حضرت ابن سیرینؓ، حضرت انسؓ کے غلام تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ، انس بن مالکؓ و حذیفہؓ کے شاگرد ہیں۔ ان سے ہشام، عوف اور سالم الخياط نے روایت کی ہے۔ 33ھ میں پیدا ہوئے۔ امام شععی، قتادہ، اوزاعی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

● حضرت مکحول بن عبد اللہ دمشقی تابعی (المتوفیٰ 113ھ) :
حضرت مکحولؓ، نجبی النسل غالباً کابلی تھے۔ دمشق میں قیام کیا۔ شام کے مشہور فقیہ تابعی ہیں۔ حضرت انسؓ اور عبد الرحمن بن غنمؓ سے احادیث سنیں۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام اور مصر جا کر سماعت حدیث کی۔ امام زہری، ابن اہلق، امام اوزاعی وغیرہ کے استاد ہیں۔

● حضرت محمد بن علی الباقرؓ تابعی (پیدائش 57ھ۔ المتوفیٰ 114ھ) :
امام حسینؓ کے پوتے اور علی زین العابدینؓ کے بیٹے ہیں۔ دادا کی شہادت کے وقت 3 سال کی عمر تھی۔ حضرت جعفر الصادقؓ کے والد ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بھی شاگرد ہیں۔ دادا، امام حسینؓ، امام حسنؓ، حضرت علیؓ، محمد بن حنیفہ، عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔ امام اوزاعی، اعمش، ابن جریج، زہری وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

● حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی (پیدائش 27ھ۔ المتوفیٰ 114ھ) :
حضرت عطاء بن ابی رباحؓ میں پیدا ہوئے۔ غلام تھے۔ حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ اور ابو سعید خدریؓ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان سے امام زہری، امام اوزاعی، ابن جریج، الاعمش، ایوب سختیانی اور امام ابو حنیفہ نے روایت کی۔ (تہذیب التہذیب)

● حضرت وہب بن منبہ الیمانی تابعی (پیدائش 34ھ، المتوفیٰ 114ھ) :
حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ کے شاگرد، یمن کے قاضی اور حاکم تھے۔ ان کے بھائی ہمام بن منبہ تھے۔ صنعا میں وفات پائی۔

- حضرت عبدالرحمن بن هرمز الاعرج مدنی (المتوفی 117ھ) :
حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں۔ امام زہری کے استاد ہیں۔
- حضرت نافع بن کاؤس یا هرمز مولیٰ عبداللہ بن عمر تابعی (المتوفی 117ھ) :
حضرت نافع ، حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام اور شاگرد ہیں۔ عجمی النسل تھے۔ کئی صحابہ سے استفادہ کیا۔ امام مالک کے استاد ہیں۔ ان کی سند سونے کی زنجیر (سلسلۃ الذهب) کہلاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے بعض مکتوبات وغیرہ لکھوائے ، جنہیں حضرت نافع نے تحریر کیا (داری)۔
- حضرت قتادہ بن دعامہ تابعی (پیدائش 61ھ۔ المتوفی 118ھ) :
حضرت قتادہ ، حضرت انس اور دیگر صحابہ کے شاگرد ہیں۔ تفسیر ، حدیث ، فقہ اور لغت کے امام ہیں۔ حافظ قرآن تھے۔ 12 سال حضرت حسن بصری کی خدمت میں رہے۔ ایوب سختیائی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔
- حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی (المتوفی 120ھ) :
حضرت حماد ، امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔ سفیان ثوری اور شعبہ نے ان سے روایت کی ہے۔
- حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری تابعی (پیدائش 58ھ۔ المتوفی 124ھ) :
امام زہری ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے زمانہ طالب علمی ہی میں سنن اور آثار صحابہ قلمبند کر لیے تھے۔ سعید بن المسیب کی خدمت میں 20 سال رہ کر علم حاصل کیا۔ امام زہری کے شاگردوں میں امام مالک ، امام اوزاعی ، سفیان بن عیینہ ، ابن جریج ، شعیب ، لیث ، معمر وغیرہ ہیں ، جو ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام زہری کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ مدینے کے گورنر ابو بکر بن عمرو بن حزم نے انہیں ہدایت کی کہ حضرت عائشہ کی شاگرد حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن اور حضرت عائشہ کے بھتیجے حضرت قاسم بن محمد کے پاس موجود احادیث کو لکھ لیا جائے (تہذیب التہذیب)۔

دورِ خلافت مروان بن محمد بن مروان اموی (127 تا 132ھ)

- ابو اسحق عمرو بن عبداللہ السیعی التابعی الکوفی (المتوفی 129ھ):
امام سبئی، براء بن عازب اور زید بن ارقم کے شاگرد ہیں۔ اعمش، شعبہ اور امام ثوری نے ان سے روایت کی ہے۔ ثقہ اور عابد ہیں۔

خاتمہ بنو امیہ - آغاز دور خلافت بنو عباس (132ھ تا 656ھ)

- بنو عباس نے پہلے کوفہ (عراق) کو دار الخلافہ بنایا۔ پھر ایک نیا شہر بغداد (عراق) تعمیر کر کے اُسے دار الخلافہ کی حیثیت دی۔

- حضرت ہمام ابن منبہ الیمانی الصنعانی (پیدائش 40ھ، المتوفی 132ھ):
حضرات عبداللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، ابو ہریرہ، معاویہ، اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ ان سے ان کے بھائی وہب بن منبہ اور عمر بن راشد نے احادیث روایت کیں۔ انہوں نے احادیث کا ایک مجموعہ ”صحیفہ صحیحہ“ ترتیب دیا تھا۔ جو حال ہی میں دریافت ہو کر شائع ہو گیا ہے۔ خوشی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس مجموعے کی ساری احادیث مختلف اسناد کے ساتھ مُسنَد امام احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ) میں موجود ہیں۔ یہاں بات کا ثبوت ہے کہ محدثین کی چھان بین پر کامل اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

- حضرت ربیعہ بن ابی عبد الرحمن تابعی (المتوفی 133ھ):
امام ربیعہ الرائی، حضرت انس اور حضرت سائب کے شاگرد ہیں۔ امام مالک کے استاد اور مدینہ کے ممتاز فقیہ ہیں۔ امام مالک کے علاوہ سفیان ثوری وغیرہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

- حضرت زید بن اسلم تابعی (المتوفی 136ھ):
حضرت زید، حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے امام مالک، سفیان ثوری اور ابن عیینہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

دور خلافت منصور عباسی (137ھ تا 158ھ)

- حضرت عبد اللہ بن دینار (المتوفی 137ھ) :
حضرت عبد اللہ بن دینار کی تاریخ وفات ابن حجر نے 127ھ لکھی ہے۔ (تہذیب التہذیب) ابن عمرؓ، انسؓ اور نافعؓ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔
- حضرت عاصم بن سلیمان الاحول تابعی (المتوفی 142ھ) :
امام احولؓ کا بصری علماء میں شمار ہوتا ہے۔ حضرات انسؓ، عبد اللہ بن سرجسؓ، عکرمہؓ، ابن سرینؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔
- سلیمان بن مہران الاعمش تابعی (پیدائش 10 محرم 61ھ یوم کربلا۔ المتوفی 147ھ) :
حضرت انس بن مالکؓ، عبد اللہ بن ابی اوفیؓ اور ابوصالحؓ کے شاگرد ہیں۔ کوئی روایات کا بیشتر دارودار، حضرت عمشؓ ہی پر ہے۔
- حضرت جعفر الصادق التابعی (پیدائش 80ھ۔ المتوفی 148ھ) :
حضرت جعفر الصادقؓ، حضرت محمد بن علی الباقر کے بیٹے ہیں اور امام حسین کے پڑپوتے ہیں۔ یحییٰ بن سعیدؓ، ابن جریجؓ، امام مالکؓ، سفیان ثوریؓ، ابن عیینہؓ اور امام ابوحنیفہؓ نے ان سے روایت کی ہے۔
- حضرت عبد الملک بن جریج (پیدائش 80ھ۔ المتوفی 150ھ) :
ابن جریجؓ نے مکہ میں جمع و تدوین حدیث کا کام انجام دیا۔ فقیہ تھے۔ عطاءؓ، مجاہدؓ اور ابن ابی ملیکہؓ سے حدیث سنی ان سے کئی لوگوں نے روایت کی ہے۔ احکام کی احادیث جمع کیں۔
- محمد بن اسحاق مدنی نزہل عراق (۔ المتوفی 150ھ) :
محمد بن اسحاق امام مغازی ہیں۔ بغدادی ہیں۔ سیرت میں ایک بڑا نام۔ احادیث واقوال رسول ﷺ کے بہت بڑے عالم۔ امام زہریؓ کے خاص شاگرد ہیں۔

● حضرت امام ابو حنیفہؒ (80ھ تا 150ھ) :

مشہور امام فقہ، مجتہد مطلق بغداد میں انتقال فرمایا۔ کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اہل بیت حضرت انسؓ (93ھ) کو دیکھا تھا۔ مولانا گوہر رحمنؒ کی تحقیق کے مطابق یہ روایت تابعی ہیں۔ علم ہریرت کی سماعت عطاءؓ، محمد بن منکدرؓ، نافعؓ، ہشام بن عروہؓ وغیرہ سے کی۔ فقہ میں حضرت حماد بن سلیمانؓ کے شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسفؓ، امام محمدؓ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

- حضرت معمر بن راشدؒ (پیدائش 95ھ - المتوفیٰ 153ھ):
اصلاً بصری ہیں، لیکن یمن میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ یمن میں جمع و تدوین حدیث کا کام انجام دیا۔ یمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد حضرت ہمام بن منبہؓ (متوفیٰ 132ھ) سے استفادہ کیا۔ اسی طرح بصرہ میں قتادہ سے اور رصافہ میں امام زہریؒ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت سفیان ثوریؒ، عبدالرزاق بن ہمامؒ، ابن جریرؒ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے شاگرد عبدالرزاق بن ہمام نے مختلف سندوں سے ان سے سن کر دس ہزار حدیثیں لکھیں۔
- حضرت امام عبدالرحمن بن عمر الاوزاعیؒ (پیدائش 88ھ - المتوفیٰ 157ھ):
امام اوزاعیؒ شام کے مشہور قاضی اور فقیہ ہیں۔ شام میں جمع و تدوین حدیث کا کام سرانجام دیا۔ عطاء اور زہریؒ وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ شام کے قاضی تھے۔ مجتہد مطلق اور فقہ کے امام تھے۔ ان کی فقہ شام اور اندلس میں رائج رہی۔ چوتھی صدی ہجری میں امام شافعیؒ کی فقہ کے مقابلے میں، ان کی فقہ کا چراغ بجھ گیا۔

دور خلافت مہدی عباسی 158ھ تا 168ھ

- حضرت شعبہ بن حجاج (پیدائش 83ھ - المتوفیٰ 160ھ):
حضرت شعبہؒ کو امام ثوریؒ "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا کرتے تھے۔ ماہر حدیث تھے۔ ان کے شاگرد حضرت یحییٰ بن سعید القطان نے ان سے علم حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس 10 سال گزارے۔
- حضرت امام سفیان ثوریؒ (پیدائش 97ھ - المتوفیٰ 161ھ):
امام سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ کے ہم عصر اور ہم شہر ہیں۔ خود فقہ کے امام اور مجتہد مطلق تھے۔ کوئی تھے۔ بصرہ میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں کوفہ میں ان کا فقہی مذہب بھی رائج تھا۔ امام اوزاعیؒ، ابن جریرؒ، مالکؒ، شعبہؒ، ابن عیینہؒ اور فضیل بن عیاضؒ ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے پاس بھی احادیث کا ایک مجموعہ موجود تھا۔
- حضرت حماد بن سلمہ بصریؒ (المتوفیٰ 167ھ):
حمادؒ بصرہ کے علماء میں سے تھے۔ حمید الطویلؒ کے بھانجے ہیں۔ حضرت ثابتؒ، حمید الطویلؒ اور قتادہ سے روایت کی اور ان سے یحییٰ بن سعیدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیعؒ نے روایت کی ہے۔

دور خلافت خلیفہ ہارون الرشید عباسی (170-194ھ)

- حضرت امام لیث بن سعد تبع تابعی (پیدائش 93ھ۔ المتوفی 175ھ):
لیث فقہ کے امام ہیں۔ مجتہد مطلق تھے۔ ان کا فقہی مسلک اہل مصر میں رائج رہا۔ عطاء، امام زہری ابن ابی ملیکہ وغیرہ سے حدیث سنی۔ عبداللہ بن مبارک وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

- حضرت امام مالک بن انس تبع تابعی (پیدائش 93ھ۔ المتوفی 179ھ):
مؤلف موطا امام مالک مجتہد مطلق اور امام فقہ۔ 86 سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت نافع اور امام زہری کے شاگرد ہیں۔ موطا امام مالک 130ھ کے لگ بھگ مرتب کی گئی۔ امام شافعی، امام لیث، امام محمد، عبداللہ بن المبارک جیسے بزرگوں کے علاوہ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ امام مالک کے شاگرد نافع بن عبداللہ نے 35 سال سے زائد عرصے کے لیے ان کے پاس صبح و شام تحصیل حدیث کے لیے حاضری دی۔ امام شافعی نے ان کے ہاں 11 سال گزارے۔

- حضرت عبد اللہ بن مبارک (المتوفی 181ھ):
حضرت عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں جمع و تدوین حدیث کا کام انجام دیا۔ امام مالک، امام ثوری، شعبہ اور امام اوزاعی سے سن کر روایت کی۔ ان کے شاگردوں میں سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین جیسے افراد شامل ہیں۔ انہوں نے 1,100 محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔
- حضرت امام ابو یوسف (پیدائش 113ھ۔ المتوفی 182ھ):
مشہور فقیہ اور خلافت عباسیہ کے چیف جسٹس تھے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کتاب الخراج کے مصنف ہیں۔ شرعی احکام پر مشتمل احادیث و آثار کو جمع کیا۔

- حضرت محمد بن حسن شیبانی (پیدائش 131ھ۔ المتوفی 189ھ):
مشہور فقیہ ہیں اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کتاب الآثار کے مصنف ہیں۔ شرعی احکام پر مشتمل

احادیث و آثار کو جمع کیا۔

دورِ خلافتِ خلیفہ مامون عباسی (198 تا 218ھ)

● حضرت سفیان بن عیینہ (المتوفی 198ھ):

حضرت سفیان، امام زہری کے شاگرد ہیں۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ مکہ میں وفات پائی۔ 70 حج کیے۔ ان سے امام شافعی، امام احمد، امام ثوری، شعبہ اور اعش وغیرہ نے روایت کی۔

تیسری صدی ہجری کے علمائے حدیث

● امام شافعی محمد بن ادريس تبع تابعی (پیدائش 150ھ۔ المتوفی 204ھ):

مجتہد مطلق، شہور امام فقہ و حدیث قریشی ہیں۔ امام مالک سے مؤطا پڑھی۔ امام مالک کی وفات تک مدینہ میں رہے۔ بغداد، مکہ اور مصر کا سفر کیا۔ مصر ہی میں وفات پائی۔ امام مالک کے علاوہ سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد وغیرہ سے حدیث پڑھی۔ امام شافعی سے امام احمد، ابو ثور، ابراہیم بن خالد، ابو ابراہیم مزنی، ربیع بن سلیم وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔

● حضرت ابو داؤد طیالسی (پیدائش 133ھ۔ المتوفی 204ھ):

امام بخاری، امام ترمذی، امام احمد اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ آبائی وطن فارس تھا لیکن بصرہ میں آباد ہو گئے۔ ان کی کتاب مسند طیالسی قدیم ترین مسند سمجھی جاتی ہے۔

● حضرت عبد الرزاق بن حمام صنعانی (پیدائش 126ھ۔ المتوفی 211ھ):

سفیان ثوری، ابن جریج، معمر اور امام اوزاعی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں امام احمد، اسحاق بن راہویہ وغیرہ شامل ہیں۔ مُصنّف عبد الرزاق ان کی مشہور کتاب ہے۔

● امام اسد بن موسیٰ اموی (المتوفی 212ھ):

حضرت اسد بن موسیٰ نے، حضرات ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، شعبہ وغیرہ سے روایت کی۔

- امام عبداللہ بن زبیر حُمَیدی مکی قریشی (المتوفیٰ 219ھ):
سفیان بن عیینہ اور امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ کے استاد۔ صحیح بخاری میں ان کی روایت کردہ پچھتر (75) احادیث منقول ہیں۔ مُسند حُمَیدی ان کی مشہور ترین کتاب ہے۔
- حضرت ابو عبیدہ قاسم بن سلامؓ (المتوفیٰ 224ھ):
ابو عبیدہ ازد کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ خراسانی الاصل اور طرطوس کے قاضی تھے۔ بغداد میں رہائش تھی، لیکن حج کرنے گئے اور حجاز میں انتقال کیا۔

دورِ خلافتِ خلیفہِ ثالثِ باللہ عباسی (227 تا 232ھ)

- امام سعید بن منصور بلخی (المتوفیٰ 227ھ):
اسماعیل بن علیہ، لیث بن سعد اور سفیان بن عیینہ سے روایت کی۔ امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کی مشہور کتاب سنن ابی سعید ہے۔
- امام محمد بن صباح الدولابی البغدادی (المتوفیٰ 227ھ):
امام بخاری کے استاد ہیں۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے بھی ان سے روایت کی ہے۔
- محمد بن سعد الهاشمی (پیدائش 168ھ۔ المتوفیٰ 230ھ):
ابن سعد بغداد میں رہے۔ یہ واقفی کے کاتب تھے، لیکن واقفی سے زیادہ ثقہ ہیں۔ سیرت نگار، صحابہ اور تابعین کے حالات زندگی لکھنے والے۔ مؤلف طبقات ابن سعد۔

دورِ خلافتِ خلیفہ متوکل علی اللہ عباسی (232 تا 247ھ)

- حضرت یحییٰ بن معینؒ (المتوفیٰ 233ھ):
حضرت یحییٰ بن معینؒ جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ علم حدیث کی طلب میں ساڑھے دس لاکھ درہم کی خطیر رقم خرچ کر ڈالی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ہم عصر ہیں اور یہ ایک دوسرے کے خوشہ چیں ہیں۔

- حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ (پیدائش 159ھ۔ المتوفی 235ھ):
مؤلف مُسنَد ابو بکر بن ابی شیبہ۔ انہوں نے نہ صرف صحابہ کی روایات کو الگ الگ مرتب کیا بلکہ فقہی موضوعات پر احادیث کو بھی جمع کیا۔
امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن ماجہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔
- حضرت امام اسحاق بن راہویہ (پیدائش 161ھ۔ المتوفی 238ھ):
سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک اور وکیع سے سنا اور ان سے بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے بزرگوں نے ان سے استفادہ کیا۔
- امام ابو ثور ابراہیم بن خالد الکلبی (المتوفی 240ھ):
امام ابو ثور، فقہ کے امام ہیں۔ بہت سارے مسائل میں امام شافعی کے مذہب کی پیروی کی۔ لیکن خود مجتہد بھی تھے۔ بغداد میں ان کے فقہی مذہب کی پیروی کی جاتی تھی۔

● حضرت امام احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ):
مشہور مجتہد، امام فقہ وحدیث... مؤلف مُسنَد احمد۔ 180ھ میں مسند لکھنے کا آغاز کیا۔ مسند میں بلا تکرار 27,634 احادیث ہیں، اور تین سو (300) ثلاثیات ہیں۔
امام شافعی، یحییٰ بن سعید، ابن ہمام، سفیان بن عیینہ، ابوداؤد طیالسی، عبدالرحمان بن مہدی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ امام احمد خود امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد ان کے شاگرد ہیں، جبکہ امام ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے۔

- حضرت عبد بن حمید ابو محمد عبد الحمید کشی (المتوفی 249ھ):
جرجان کے قریبی قصبے کش کے متوطن تھے۔ امام مسلم اور ترمذی نے ان سے روایتیں نقل کی

ہیں۔ مسند عبد بن حمید کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

● حضرت امام عبد اللہ دارمی (سمرقندی) (المتوفی 255ھ):

مؤلف سنن دارمی۔ امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اپنی کتابوں میں ان کے مرویات درج کیے ہیں۔ عام محدثین کی طرح یہ بھی خود مجتہد تھے۔ اور قرآن و سنت کی پیروی کیا کرتے تھے۔ سنن دارمی کی ثلاثیات، صحیح بخاری کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

زمانہ خلافت خلیفہ معتمد عباسی (256ھ تا 278ھ)

● حضرت امام بخاری محمد بن اسمعیل (پیدائش 194ھ۔ المتوفی 256ھ):

مؤلف صحیح البخاری۔ امام بخاری نے بغداد، بصرہ، خراسان، کوفہ، خوارزم، مکہ، مدینہ، عسقلان، حمص اور شام کے تقریباً تمام محدثین سے استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار (1,000) سے زیادہ ہے۔ امام بخاری نے صحیح البخاری کا زیادہ تر حصہ مدینہ منورہ میں لکھا ہے۔

● حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری (پیدائش 204ھ۔ المتوفی 261ھ):

مؤلف صحیح مسلم۔ خراسان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے رے، عراق، حجاز، مصر اور بغداد کے علاوہ بصرہ اور بلخ کے محدثین سے استفادہ کیا۔ امام مسلم نے امام بخاری سے بھی فیض حاصل کیا۔

● حضرت امام ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی (پیدائش 209ھ۔ المتوفی 273ھ):

مؤلف سنن ابن ماجہ۔ کئی ممالک کا سفر کیا۔ یہ صحاح ستہ کی آخری کتاب ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوبکر بن ابی الدین بغدادی وغیرہ سے روایت کی۔ شاہ ولی اللہ نے انہیں حنبلی قرار دیا ہے۔

● امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (پیدائش 202ھ۔ المتوفی 275ھ):

مؤلف سنن ابی داؤد۔ ان کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین جیسے لوگ شامل ہیں۔ امام ترمذی اور امام نسائی کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل

ہے۔ سنن ابی داؤدؒ کا شمار حدیث کی اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ جس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ فقہی مسائل میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کے ہم خیال تھے۔ بصرہ میں انتقال کیا۔

● حضرت داؤد بن علی الظاہری (المتوفیٰ 275ھ):

امام فقہ ظاہری۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق بن راہویہ اور امام ابو ثور سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ پہلے امام شافعیؒ کے مقلد تھے، پھر اپنا مسلک ایجاد کیا۔ اور قرآن کے ظاہر اور حدیث کے ظاہر پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی۔ امام داؤد ظاہری قرآن، سنت اور اجماع کے قائل تھے۔ لیکن قیاس کو نہیں مانتے تھے۔ ان کا انتقال بغداد میں ہوا۔ اور یہیں مدفون ہیں۔ ان کے مذہب کے سب سے بڑے مولف اور امام حضرت ابن حزم الاندلسی (456ھ) ہیں۔ اندلس میں ظاہری مذہب کے چراغ کو مالکی مذہب نے گل کر دیا۔

● ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم مروزی ثم دینوری (پیدائش 213ھ۔ المتوفیٰ 276ھ):

ابن قتیبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل سنت کے امام ہیں۔ بغداد میں انتقال کیا۔ تاویل مختلف الحدیث اور کتاب المعارف کے مصنف ہیں۔

● حضرت امام ترمذی ابو عیسیٰ (پیدائش 209ھ۔ المتوفیٰ 279ھ):

مولف جامع ترمذی۔ ان کے اساتذہ میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ بھی شامل ہیں۔ دریائے جیحون کے کنارے آباد شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ جامع ترمذی کے علاوہ شمائل ترمذی اور کتاب العلیل ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ اکثر مسائل میں امام شافعیؒ کے ہم نوا ہیں، لیکن خود بھی مجتہد تھے۔

● حضرت ابو زرعہ عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی (المتوفیٰ 281ھ):

ابو زرعہؒ اپنے زمانے میں شام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام احمد بن حنبل، ابی نعیم، آدم بن ابی ایاس، سعید بن منصور وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں امام ابو داؤدؒ

ابن ابی حاتم، ابن جوصاء اور طحاوی جیسے بزرگ شامل ہیں۔

● حضرت ابو بکرؓ البزار (المتوفی 292ھ):

امام البزار بصری ہیں۔ لیکن وفات شام میں پائی۔ پنساری تھے۔ بغداد، اصفہان اور شام کا سفر کیا۔ ابوالقاسم طبرانی (م 360ھ) ان کے شاگرد ہیں۔ مُسند بزار ان کی تالیف ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے علمائے حدیث

● حضرت امام نسائی احمد بن شعیب (پیدائش 215ھ۔ المتوفی 303ھ):

مؤلف سنن نسائی۔ امام اسحاق بن راہویہ، بخاری، ابوداؤد وغیرہ سے بھی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ فقہ میں امام شافعی کے پیرو لیکن خود مجتہد بھی تھے۔ سنن نسائی کو بخاری اور مسلم کے بعد زیادہ صحیح سمجھا گیا ہے۔ خراسان وطن تھا۔ مصر میں ساکن ہوئے۔

● امام ابو یعلیٰ موصلیٰ احمد بن علی (پیدائش 207ھ۔ المتوفی 307ھ):

امام احمد اور ابن معین کے شاگرد اور ابن حبان کے استاد ہیں۔ مُسند صغیر ابی یعلیٰ کی مشہور کتاب ہے۔

زمانہ خلافت خلیفہ مقتدر عباسی (328ھ تا 330ھ)

● حضرت محمد بن جریر طبری (المتوفی 310ھ):

امام طبری نے فقہ شافعی، مالکی اور حنفی پر عبور حاصل کیا۔ پھر خود اپنے مذہب کی بنیاد رکھی۔ مجتہد مطلق تھے۔ ان کی تاریخ اور تفسیر بہت مشہور ہے۔ امام طبری کا فقہی مسلک پانچویں صدی ہجری تک بعض مقامات پر رائج رہا۔ اس کے بعد یہ فنا ہو گیا۔

● حضرت محمد بن اسحاق ابن خزیمہ (پیدائش 223ھ۔ المتوفی 311ھ):

امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان کے استاد ہیں۔ مؤلف صحیح ابن خزیمہ۔ امام مزنی اور اسحاق بن راہویہ جیسے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اجتہاد کے منصب پر فائز تھے۔ امام سیوطی

کہتے ہیں: صحیح ابن خزیمہ کا مرتبہ ، صحیح ابن حبان سے زیادہ ہے۔

● حضرت ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی (المتوفی 316ھ):

مؤلف مُسْنَدِ صَحِيحِ ابُو عَوَانَه۔ یہ کتاب صحیح مسلم کا استخراج ہے۔ ابو حاتم ، ابو زرہ اور امام مسلم کے شاگرد ہیں۔ شافعی ہیں۔ کھیل حدیث کے لیے بے شمار سفر کیے۔

● حضرت ابو جعفر طحاوی (پیدائش 239ھ۔ المتوفی 321ھ):

مؤلف مصنف الطحاوی۔ امام شافعی کے شاگرد امام مزنی کے بھانجے تھے۔ پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے۔ مشکل الآثار اور عقیدہ طحاویہ کے مرتب ہیں۔ مصر میں انتقال کیا۔

● حضرت عبد الرحمن بن ابی حاتم (المتوفی 327ھ):

مشہور محدث ہیں۔

● حضرت ابو حاطب محمد ابن حبان (پیدائش 275ھ۔ المتوفی 354ھ):

مؤلف صحيح ابن حبان۔ محمد بن اسحاق ابو خزیمہ کے شاگرد ہیں۔ افغانی ہیں۔

● حضرت سلیمان بن احمد طبرانی (پیدائش 260ھ۔ المتوفی 360ھ):

شافعی مجتہد تھے۔ مؤلف المعجم الکبیر، الاوسط، الصغیر۔ امام نسائی اور ابو زرہ کے شاگرد ہیں۔ ابو نعیم ان کے شاگرد ہیں۔ دریائے اردن سے متصل مقام طبریہ کے متوطن تھے۔

● حضرت ابن عدی (المتوفی 365ھ):

مشہور محدث ہیں۔

● حضرت ابن عساکر ابو القاسم علی الدمشقی الشافعی (المتوفی 371ھ):

مشہور محدث ہیں۔ التاریخ الکبیر دمشق ان کی مشہور کتاب ہے۔

● حضرت امام علی بن عمر دارقطنی (پیدائش 306ھ۔ المتوفی 385ھ):

مؤلف سنن دارقطنی۔ دارقطن بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ اسماء الرجال اور نقائص حدیث کے بہت بڑے عالم ہیں۔ ان کی کتاب صحاح کے بعد مستدرکین سمجھی گئی ہے۔

پانچویں صدی ہجری کے علماء

● حضرت امام حاکم (پیدائش 321ھ - المتوفیٰ 405ھ):

امام بیہقی اور امام دارقطنی کے شاگرد ہیں۔ مؤلف المستدرک الصحیحین۔ اپنے علاقے کے حاکم تھے۔ اور عالم دین بھی تھے۔ امام بیہقی کے استاد ہیں۔ حاکم کی صحیح حدیثوں کا معیار، ابن خزیمہ اور ابن حبان سے کم ہے۔

● حضرت ابن مردویہ (المتوفیٰ 410ھ):

مشہور محدث ہیں۔

● حضرت ابو نعیم اصفہانی (پیدائش 336ھ - المتوفیٰ 430ھ):

ابو نعیم اصفہانی کے شاگرد خاص خطیب بغدادی ہیں۔
مؤلف حلیۃ الاولیاء، دلائل النبوة۔ فقہ میں شافعی اور کلام میں اشعری تھے۔

● حضرت ابن حزم الاندلسی (المتوفیٰ 457ھ): مؤلف کتاب المحلی۔

ظاہری فقہ کے مشہور امام ہیں۔ امام داؤد ظاہری (275ھ) کے پیرو ہیں۔ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں۔ بعض معاملات میں ان کے ہاں تفرد پایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے ہاں بعض اصول بہت پختہ اور راسخ ہیں۔

● حضرت امام بیہقی ابو بکر احمد بن حسین (پیدائش 384ھ - المتوفیٰ 458ھ):

امام بیہقی، امام حاکم کے شاگرد ہیں۔ شافعی تھے۔ نیشاپور میں انتقال کیا۔
مؤلف السنن الکبریٰ و السنن الصغریٰ۔

● حضرت خطیب بغدادی (پیدائش 392ھ - المتوفیٰ 463ھ):

خطیب بغدادی ابو نعیم اصفہانی کے شاگرد ہیں۔ مؤلف الکفایہ فی علوم الروایہ۔ شافعی اور اشعری تھے۔ تاریخ بغداد ان کی مشہور کتاب ہے۔

● حضرت ابن عبد البر القرطبی الاندلسی (پیدائش 368ھ - المتوفیٰ 463ھ):

ابن عبد البر مشہور محدث ہیں۔ مؤطا امام مالک کی شرح التہمید لکھی۔

- مالکی تھے، لیکن اندھے مقلد نہ تھے۔ اسماء الرجال پر ان کی کتاب استیعاب ہے۔
- محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی (پیدائش 418ھ۔ المتوفی 488ھ):
بخاری اور مسلم کو جمع کیا۔ مشہور محدث ہیں۔ ابن حزم (م 457ھ) کے شاگرد ہیں۔ ظاہری تھے۔

چھٹی صدی ہجری کے علماء

- حضرت امام غزالیؒ (المتوفی 505ھ):
مجدد اسلام اور متکلم ہیں۔ علمائے اصول میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ احیاء العلوم ان کی مشہور کتاب ہے۔
- حضرت دیلمی (المتوفی 509ھ):
مشہور محدث ہیں۔
- حضرت امام حسین بن مسعود البغوی خراسانی (پیدائش 436ھ۔ المتوفی 519ھ):
مؤلف تفسیر معالم التزیل، مَصَابِيحُ السُّنَّةِ۔ تقریباً دو سو سال بعد خطیب العمریؒ
تبریزی نے اضافہ کر کے اس کا نام مشکوٰۃ رکھا۔
- حضرت رزین بن معاویہؒ (المتوفی 535ھ):
مؤلف تجرید الصحاح۔ صحاح ستہ کو جمع کیا۔
- امام ابن العربیؒ (ابو بکر محمد بن عبداللہ) (پیدائش 468ھ۔ المتوفی 543ھ):
احکام القرآن اور ترمذی کی شرح عارضة الاحوذی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مالکی ہیں۔
- حضرت قاضی عیاض الاندلسی (پیدائش 446ھ۔ المتوفی 544ھ):
سیرت پر کتاب الشفاء ان کی مشہور کتاب ہے۔
- حضرت مرغینانی ابو الحسن برہان الدین علی (المتوفی 592ھ):
مشہور حنفی فقیہ ہیں۔ مؤلف الہدایہ۔

● عبد الرحمن بن علی ابن جوزی بغدادی (المتوفی 597ھ):

- امام ابن جوزیؒ حنبلی تھے۔ داعی بغداد اور بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں۔ جرح و تعدیل کے امام ہیں۔
- موضوعات، صفة الصفوة، تبلیس ابلیس، اخبار الاخیار اور منهاج الصادقین ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

ساتویں صدی ہجری کے علماء

- حضرت ابن صلاح ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن (المتوفی 643ھ):
مؤلف علوم الحدیث (معروف بہ مقدمہ) مشہور محدث ہیں۔ بغداد میں انتقال کیا۔
حدیث کے علاوہ اسماء الرجال ، تفسیر اور فقہ میں حاصل تھا۔
- حضرت مقدسی عبدالغنی بن عبدالواحد (المتوفی 600ھ):
مشہور محدث ہیں۔ اسماء الرجال پر سب سے اہم کتاب الکمال کے مصنف ہیں۔
- ابن الیثر جزری (پیدائش 543ھ۔ المتوفی 606ھ):
ابن الیثر شافعی ہیں۔ موصل میں انتقال کیا۔ النہایہ فی غریب الحدیث کے علاوہ جامع
الاصول ان کی مشہور کتب ہیں۔ صحاح ستہ کو جمع کیا۔

طائفة علماء اہل بیت علیہم السلام (656ھ۔ 1258ھ)۔
بلا کو خان کے آخری خلیفہ منقسم باللہ کو نقل کر دیا

- حضرت حافظ عبدالعظیم منذری مصری (پیدائش 581ھ۔ المتوفی 656ھ):
امام منذری، ابن قدامہ حنبلی کے شاگرد ہیں۔ عز الدین عبدالسلام اور ابن دقیق العید کے
استاد ہیں۔ مؤلف الترغیب والترہیب۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی نے تخریج کر کے
صحیح ترغیب وترہیب اور ضعیف ترغیب وترہیب کے نام سے الگ الگ جلدوں میں شائع کیا ہے۔
- حضرت امام یحییٰ بن شرف نووی شافعی۔ حورانی (المتوفی 676ھ):
امام نووی شارح صحیح مسلم اور مشہور محدث ہیں۔ ریاض الصالحین ، اربعین نووی اور
کتاب الاذکار ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے علماء

- حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (پیدائش 661ھ - المتوفی 728ھ):
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مجتہد، مجدد، مجاہد، ناقد، محدث، فقیہ، متکلم اور مفسر ہیں۔
- حضرت ولی الدین خطیب التبریزیؒ (المتوفی 737ھ):
مؤلف مشکوٰۃ المصابیح۔ امام بغویؒ کی کتاب المصابیح السنہ میں تیسری فصل کا اضافہ کیا۔ شافعی ہیں۔ ملا علی قاریؒ (م 1014ھ) اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م 1052ھ) اور مولانا عبید اللہ رحمانیؒ (م 1342ھ) نے مشکوٰۃ کی شرحیں لکھی۔
- حضرت یوسف میزیؒ (المتوفی 742ھ):
مشہور محدث ہیں۔ اسماء الرجال پر ان کی مشہور کتاب تہذیب الکمال ہے۔
- حضرت ابن قدامہ المقدسیؒ (المتوفی 744ھ):
مشہور محدث ہیں۔ مؤلف المغنی
- حضرت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (المتوفی 748ھ):
امام ذہبیؒ مشہور محدث ہیں۔ علم جرح و تعدیل کے ماہر ہیں۔ اسماء الرجال پر تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال ان کی مشہور کتابیں ہیں۔
- حضرت حافظ شمس الدین ابن قیمؒ (پیدائش 691ھ - المتوفی 751ھ):
حافظ ابن قیمؒ حنبلی مجتہد ہیں۔ زاد المعاد، اعلام الموقعین وغیرہ ان کی مشہور کتب ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد مشہور محدث، مفسر، فقیہ ہیں۔
- حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعیؒ (پیدائش 701ھ - المتوفی 774ھ):
حافظ ابن کثیرؒ مشہور مفسر، محدث، مورخ اور عالم دین ہیں اور امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کی تفسیر اور تاریخ البدایہ والنہایہ اور جامع المسانید مشہور ہے، جو

صحاح ستہ اور مسند احمد وغیرہ کی جامع ہے۔

● حضرت امام شاطبیؒ (المتوفی 790ھ) :

امام شاطبیؒ مشہور محدث ہیں۔ علمائے اصول میں شمار ہوتا ہے۔ مولف الموافقات۔

نویں صدی ہجری کے علماء

● حضرت ابن حجر عسقلانی (پیدائش 773ھ۔ المتوفی 852ھ) :

امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے ہیں۔ فقہ میں شافعی تھے۔ امام سخاویؒ ان کے شاگرد ہیں۔ مؤلف فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ بلوغ الرام وغیرہ وغیرہ۔

دسویں صدی ہجری کے مشہور علماء

● حضرت محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ (المتوفی 902ھ) :

امام سخاویؒ مشہور محدث ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد ہیں۔

● حضرت جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی 911ھ) :

شارح سنن نسائی و ابن ماجہ و مؤطا۔ مشہور مفسر، محدث، مورخ۔ کئی علوم پر ان کی موجود ہیں۔

● حضرت احمد بن محمد قسطلانیؒ (المتوفی 923ھ) :

مشہور محدث اور شارح بخاری ہیں۔

● شیخ علی متقیؒ (پیدائش 885ھ۔ المتوفی 975ھ) :

شیخ علی متقیؒ ، ابن حجرؒ ، محمد بن سخاویؒ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال ان کی مشہور تصنیف ہے۔ شیخ طاہر پٹنی ان کے شاگرد ہیں۔

● شیخ محمد طاہر پٹنیؒ (فتنی) (المتوفی 986ھ) :

شیخ طاہر پٹنیؒ ، شیخ علی متقیؒ کے شاگرد ہیں۔ پٹن (ہمد آباد) کے متوطن تھے۔ مغنی فی اسماء الرجال اور تذکرہ الموضوعات ، مجمع بحار الانوار ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری کے علماء

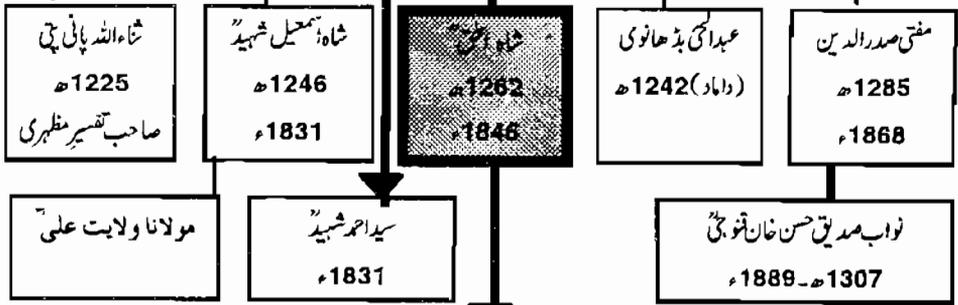
- حضرت ملا علی قاریؒ نور الدین بن سلطان (المتوفی 1014ھ) :
مؤلف مرقاۃ المصابیح . مشکوٰۃ کی شرح لکھی۔ موضوع احادیث کو بھی انہوں نے جمع کیا۔
- حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (المتوفی 1054ھ) :
شیخ عبدالحق مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ کی شرح لکھی۔
- شیخ محمد حیات سندھیؒ (المتوفی 1116ھ) :
گھونکی (سکھر) میں پیدا ہوئے۔ اور 1163ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔
شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ اور محمد بن اسماعیل یثربیؒ (صاحب سبل السلام) ان کے شاگرد ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے علماء

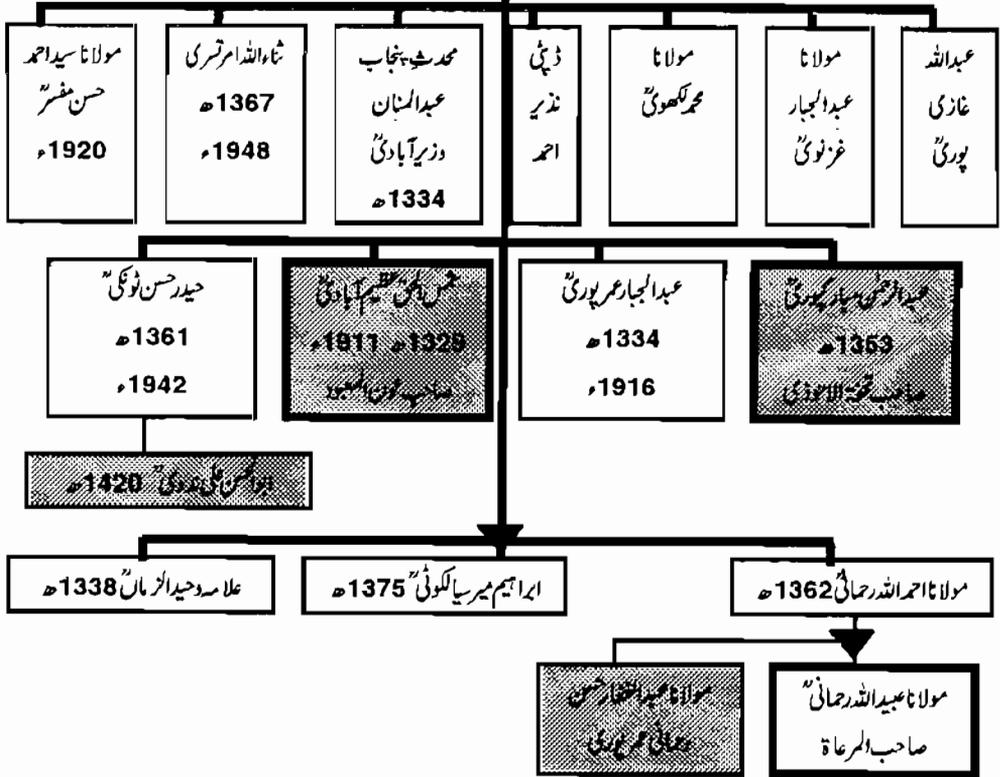
- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی 1176ھ) : مفکر اسلام،
مجدد اسلام ، محدث ، مفسر، مجتہد و فقیہ۔ (1762ء)
اگلے صفحے پر دیئے گئے چارٹ کا بغور مطالعہ فرمائیے۔ برصغیر ہندو پاک میں روایت حدیث اور تدریس
حدیث کی سندوں کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے ملتا ہے۔ ان کے چاروں بیٹوں نے علمی نام کمایا۔ پوتے
شاہ اسماعیل شہید بھی بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے۔ نواسے حضرت شاہ الطحطاویؒ بھی
روایت حدیث اور تدریس حدیث کے سلسلے کی اہم کڑی ہیں۔
حنفی علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث دونوں کا سلسلہ حدیث شاہ ولی اللہ کے نواسے حضرت شاہ الطحطاویؒ
سے جا ملتا ہے۔
علمائے دیوبند، مولانا مملوک علیؒ اور شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے واسطے سے اس سلسلے سے وابستہ ہیں، جبکہ علمائے
اہل حدیث مولانا سید نذیر حسین بہاری کے واسطے سے اس سلسلے سے وابستہ ہیں۔
مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی ، مولانا اشفاق الرحمنؒ کا ندھلویؒ ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ، مولانا
منظہر نانوتوی وغیرہ کے واسطے سے اس سلسلے سے جڑے ہوئے ہیں۔

علمائے اہل حدیث اور سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ 1176ھ (1763ء)

شاہ عبدالعزیز (المتوفی 1239ھ ، 1823ء)

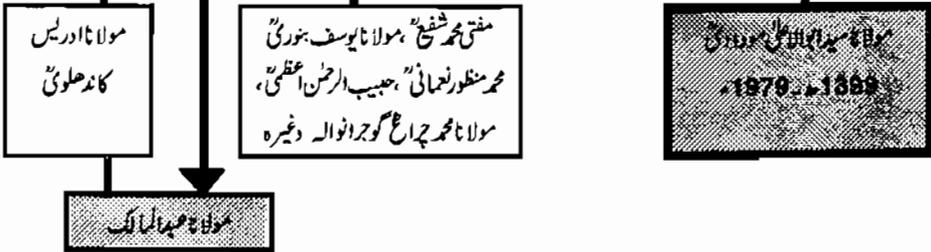
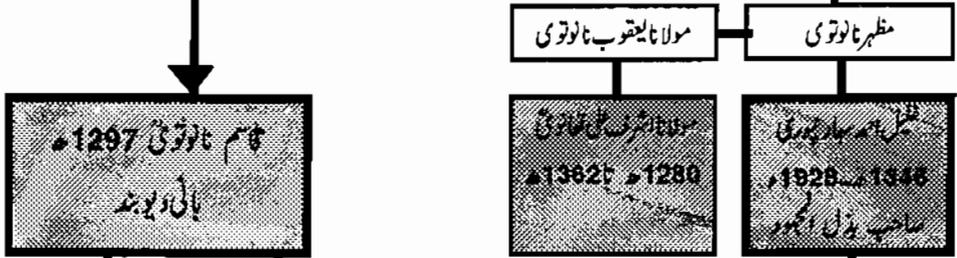
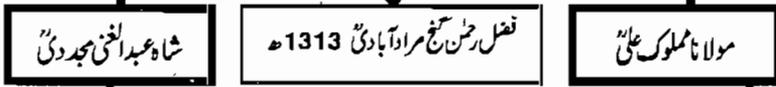


شیخ الکل سید نذیر حسین بہاری ثم دہلوی 1320ھ - 1902ء



علمائے دیوبند اور سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ 1176ھ (1763ء)

شاہ عبدالعزیز (المعروف 1239ھ ، 1823ء)



مولانا عبدالملک

- حضرت محمد بن اسماعیل الصنعانی (المتوفیٰ 1182ھ - 1768ء): مشہور محدث ہیں۔ مؤلف سُبُلُ السَّلَام۔ شرح بلوغ المرام۔

تیرھویں صدی ہجری کے علماء

- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفیٰ 1206ھ - مطابق 1792ء): کتاب التوحید ان کی مشہور کتاب ہے۔ عرب کی سرزمین کو شرک و بدعات سے پاک کر کے ایک اسلامی حکومت قائم کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ حنبلی ہیں اور امام ابن تیمیہ سے بہت متاثر ہیں۔ آج کل سعودی عرب کی وزارت مذہبی امور، انہی کے خاندان کے فرد کے پاس ہوتی ہے۔
- علامہ ثناء اللہ پانی پتی (المتوفیٰ 1225ھ - 1810ء): تفسیر مظہری کے مؤلف ہیں۔ نہایت وسیع النظر عالم دین۔ صحیح احادیث کی روشنی میں معروف حنفی مسلک سے اختلاف کیا۔
- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفیٰ 1239ھ - 1818ء): شاہ عبدالعزیز، مشہور مفسر ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے بیٹے اور مفتی اعظم ہند ہیں۔ حدیث کے تمام سلسلے ان سے مل جاتے ہیں۔
- شاہ اسماعیل شہید دہلوی (المتوفیٰ 1246ھ - 1831ء): حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے ہیں۔ تقویۃ الایمان کے علاوہ دیگر کئی کتب کے مصنف ہیں۔ 47 سال کی عمر میں بالا کوٹ کے مقام پر سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ مسلمانوں میں توحید کی صحیح روح پھونکنے، عقائد کو درست کرنے اور جہادی فضا کو پیدا کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔ تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، منصب امامت، رسالہ اصولِ فقہ اور تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ صاحب کا

خاندان شاہ اسماعیلؒ کے بعد دو حصوں میں بٹ گیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ حنفیت پر قائم رہے۔ یہ سلسلہ علمائے دیوبند سے جاملتا ہے۔ جبکہ شاہ اسماعیل اور ان کے رفقاء کا سلسلہ علمائے اہل حدیث پر ختم ہوتا ہے۔

● حضرت محمد بن علی شوکانیؒ (1173ھ - المتوفیٰ 1250ھ - 1834ء):

امام شوکانی نیل الاوطار کے مؤلف ہیں۔ یعنی محدث، مفسر، ہیں۔

● حضرت شاہ اسحق محدث دہلویؒ (المتوفیٰ 1262ھ - 1846ء)

شاہ اسحقؒ، شاہ ولی اللہؒ کے نواسے ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد ان کے جانشین ہوئے اور علم حدیث کے چراغ کو جلانے رکھا۔ آپ کے شاگردوں میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ، امداد اللہ مہاجرکیؒ، فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور مشہور اہل حدیث عالم شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی شامل ہیں۔

● جنگ آزادی (1274ھ - 1857ء)

● انگریزوں کی باقاعدہ حکومت کا آغاز (1275ھ - 1858ء)

چودھویں صدی ہجری کے علماء

● مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنویؒ (المتوفیٰ 1304ھ - 1866ء)

ہندوستان کے مابیناز عالم دین۔ مؤلف حاشیہ ہدایہ۔ مجموعہ فتاویٰ

کم عمری میں انتقال کیا۔ مجتہد منتسب کے مقام پر فائز تھے۔ صحیح احادیث اور قوی دلائل کی روشنی

میں معروف حنفی مسلک سے اختلاف کیا اور اپنی اختلافی رائے کا جرأت مندانہ اظہار کیا۔

● حضرت نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ (المتوفیٰ 1307ھ - 1889ء) کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بلوغ المرام کی شرح لکھی۔ مفتی صدرالدین آزرہ، شیخ حسین بن محسن انصاری جیسے اساتذہ کے شاگرد تھے۔ عربی، فارسی و اردو میں دوسو (200) سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام فارسی میں ہے۔ فتح العلام شرح بلوغ المرام عربی میں ہے۔ السراج الوہاج شرح مختصر صحیح مسلم للمندریؒ۔

● حضرت شیخ الكل میان نذیر حسین صاحب محدث بھاری ثم دہلویؒ

(المتوفیٰ 1320ھ - مطابق 1902ء) میان نذیر حسینؒ، شیخ الكل کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ دہلی میں شاہ الطحیٰ کے جانشین ہوئے۔ شاگردوں میں مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ، محدث پنجاب عبدالمنان وزیر آبادیؒ، ڈپٹی نذیر احمدؒ، مولانا عبدالجبار عمر پوریؒ، شمس الحق عظیم آبادیؒ، حیدر حسن ٹونکیؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ معروف ہیں۔ پورے ساٹھ (60) سال درس حدیث دیا۔ شیخ الكل کا لقب پایا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) سے زیادہ ہے۔

● حضرت محمد اشرف عظیم آبادیؒ (المتوفیٰ 1322ھ - مطابق 1904ء):

بہار (ہندوستان) کے بہت بڑے محدث۔ عون المعبود شرح ابی داؤد کی تالیف میں معاون تھے۔

● شیخ حسین بن محسن انصاریؒ خزرجمی (المتوفیٰ 1327ھ - مطابق 1907ء):

1245ھ میں ولادت ہوئی۔ یمن سے بھوپال (ہندوستان) آئے۔ آپ کے شاگردوں میں نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ محدث شمس الحق ڈیانویؒ، عظیم آبادی اور مولانا عبدالرحمن لکھنویؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔ شیخ حسینؒ ایک واسطے سے صاحب نیل الاوطار قاضی شوکانیؒ کے شاگرد ہیں۔ کہا جاتا ہے انہیں 'فتح الباری' کی تیرہ (13) ضخیم جلدیں تقریباً حفظ تھیں۔

- حضرت مولانا شمس الحق ڈیانویؒ عظیم آبادی (المتوفیٰ 1329ھ - 1911ء) مولانا شمس الحق عظیم محدث ہیں۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد۔ التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی۔
- حضرت جمال الدین قاسمیؒ (المتوفیٰ 1332ھ - مطابق 1914ء) علم حدیث کی اصطلاحات پر ایک اہم کتاب قواعد التحدیث لکھی۔
- مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (پیدائش 1269ھ المتوفیٰ 1346ھ - 1928ء) مولانا خلیل احمد کی سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود بہت مشہور ہے۔ مولانا مملوک علیؒ کے نواسے تھے۔ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ”بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد“ دس سال میں مکمل کی۔
- مولانا نور شاہ کشمیریؒ (المتوفیٰ 1352ھ - مطابق 1934ء) مولانا نور شاہ کشمیریؒ، شیخ الہند محمود الحسنؒ کے شاگرد ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور ڈابھیل گجرات (ہند) میں درس حدیث دیا۔ ”فیض الباری“ ان کی مشہور کتاب ہے، جو بخاری کی شرح ہے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) سے زیادہ ہے۔ جس میں مفتی شفیع، ادریس کاندھلویؒ، منظور نعمانیؒ، یوسف بنوریؒ، حبیب الرحمنؒ عظیمی محدث جیسے افراد شامل ہیں۔
- مولانا عبد الرحمن مبارک پوریؒ (المتوفیٰ 1353ھ - مطابق 1934ء) مولانا عبد الرحمنؒ، مبارک پور کے مردم خیز علاقے کے نامور محدث ہیں۔ شیخ حسین بن محسن انصاریؒ اور میاں نذیر حسینؒ کے شاگرد ہیں۔ ان سے عبد السلام مبارک پوریؒ، عبید اللہ رحمانیؒ، تقی الدین ہلائیؒ وغیرہ نے کسب فیض کیا۔ تحفة الأخوذی شرح جامع ترمذی، شفاء الغلل شرح کتاب العلل لترمذی ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔
- مولانا اشرف علی تھانویؒ (پیدائش 1280ھ - المتوفیٰ 1362ھ): مولانا اشرف علی تھانویؒ مفسر اور فقیہ تھے۔ 82 سال عمر تھی کہ 1943ء میں انتقال ہوا۔ مولانا مملوک علیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کے شاگردوں میں مفتی محمد حسنؒ،

مولانا خیر محمد جالندھری، قاری طیب، مفتی محمد شفیع، مولانا رسول خان اور مولانا ظفر احمد تھانوی کے علاوہ بے شمار افراد شامل ہیں۔ تقریباً ایک ہزار (1000) چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ بیان القرآن، بہشتی زیور اور التکشف ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

(1366ھ - 1947ء)

● قیام پاکستان

● مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی 1368ھ - مطابق 1949ء)

مولانا شبیر احمد عثمانی نے قیام پاکستان میں اور پاکستان کی آئینی بنیادیں فراہم کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جمعیت علمائے اسلام کے بانی ہیں۔ پارلیمنٹ کے رکن بنے۔ قرارداد مقاصد کی منظوری میں مولانا مودودی کے ساتھ مل کر اہم کردار ادا کیا۔ دسمبر 1949ء میں انتقال ہوا۔ تفسیر عثمانی اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

● مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی (پیدائش 1903ء - المتوفی 1399ھ - 1979ء)

بانی جماعت اسلامی۔ نفاذ شریعت کے لیے تمام مکاتب فکر کے علماء کو جمع کیا۔ مفسر، متکلم، داعی، فتنہ قومیت، فتنہ قادیان، فتنہ انکار حدیث وغیرہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کو مغربی علوم اور مغربی تہذیب کی مرعوبیت سے نکالنے میں ان کا نمایاں کردار ہے۔ تفہیم القرآن، الجہاد فی الاسلام، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، تحقیقات، قادیانی مسئلہ، مسئلہ قومیت، رسائل و مسائل اور سنت کی آئینی حیثیت ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

پندرہویں صدی ہجری کے عظیم محدث

● شیخ محمد ناصر الدین البانی (المتوفی 1420ھ - مطابق 2000ء):

(مؤلف سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ وغیرہما) شیخ محمد ناصر الدین البانی اس دور کے سب سے بڑے محدث ہیں اور غالباً حافظ ابن حجر عسقلانی

(المتوفی 852ھ) کے بعد دنیا کے علم حدیث میں ایسی ہستی پیدا نہیں ہوئی۔ شیخ البانی نے عقائد ، تصوف ، چاروں فقہی مذاہب اور سنن اربعہ وغیرہ کی تمام کتابوں میں موجود احادیث کی تخریج کر دی ہے۔ اور ہر علم و فن پر بطور استشہاد پیش کی جانے والی احادیث کی حیثیت متعین کر دی ہے۔ یہ کام کئی اداروں کے لیے ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت تنہا ایک شخص سے لی۔ ان کے اہم ابتدائی کارناموں میں سے امام غزالیؒ کی مشہور زمانہ کتاب ”احیاء العلوم“ کی احادیث کی تخریج بھی ہے۔

علاوہ ازیں سنن اربعہ کو انہوں نے صحیح نسائی ، ضعیف نسائی ، صحیح ترمذی ، ضعیف ترمذی ، صحیح ابو داؤد ، ضعیف ابو داؤد اور صحیح ابن ماجہ ، ضعیف ابن ماجہ کی صورت میں الگ الگ تقسیم کر دیا ہے۔ فضائل اعمال کے لیے استعمال ہونے والی امام منذریؒ کی اہم کتاب ”الترغیب و الترہیب“ کو بھی صحیح اور ضعیف دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی حیثیت بھی متعین کر دی ہے۔

اسی طرح عالم عرب میں فقہی امور پر مشتمل مقبول خاص و عام کتب ”فقہ السنہ“ (علامہ سید سابق) اور ”الحلال و الحرام فی الاسلام“ (علامہ یوسف القرضاوی) میں وارد تمام احادیث کی بھی تخریج کر دی ہے۔ علم حدیث کے علماء ، محققین اور طلبہ کے لیے اب احادیث کی جانچ پڑتال کا کام نہایت آسان ہو گیا ہے۔ یہ سارا کام اب کمپیوٹر کی CDS پر منتقل ہو رہا ہے۔ ابھی ”مکتبۃ الحدیث الشریف“ بیروت لبنان سے ، تین CDS پر مشتمل ایک سیٹ آیا ہے جس میں 2100 کتابیں ہیں۔

علم حدیث اور عصر حاضر کے تقاضے

اس صدی کے علماء کا کمپیوٹر سے واقف ہونا اور تمام بڑے دینی مدارس میں ان CDS کا ہونا لازمی ہو گیا ہے۔ بالخصوص علم حدیث سے خصوصی شغف رکھنے والے علماء کے لیے یہ لازمی ہے۔ اس لیے کہ یہ علم نہایت وسیع ہے۔ کمپیوٹر کی مدد سے بہت ہی کم وقت میں سند حدیث کے ایک ایک راوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ محدثین کے تہرے مل سکتے ہیں۔ ان کی طرف سے کی گئی جرح و تعدیل معلوم ہو سکتی ہے اور حدیث کی حیثیت کا تعین ہو سکتا ہے۔ اسی متن یا اس سے ملتے جلتے متن پر مبنی احادیث سامنے آ سکتی ہیں اور

مختلف متون پر مشتمل احادیث کے حوالہ جات معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

خلاصہ تاریخ روایت احادیث

- 1- ہر دور میں احادیث کی روایت نسل در نسل ہوتی رہی ہے اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔
- 2- صحابہ کرامؓ میں کئی بزرگ ایسے گزرے ہیں ، جنہوں نے احادیث کی روایت کے علاوہ ، کتابت بھی کی۔
- 3- گزشتہ چودہ سو سالوں میں ، لدتِ مسلمہ نے عظیم الشان محدثین پیدا کیے۔
- 4- ہندوپاک کے دینی مدارس میں ، تمام مکاتب فکر کے علماء کی روایت حدیث کی سندیں ، بشمول علمائے دیوبند ، علمائے اہل حدیث اور مولانا مودودیؒ ، حضرت شاہ ولی اللہ سے جا ملتی ہیں۔
- 5- ہمارے دور میں البانیہ کے مشہور عالم شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ نے علم حدیث اور تحقیق حدیث کے سلسلے میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں ہیں۔
- 6- گزشتہ ادوار کے مقابلے میں ، آج Computer CDs اور کتب احادیث کی بڑے پیمانے پر اشاعت سے ، علم حدیث کا احاطہ بہت آسان ہو گیا ہے۔

سوالات مشق

- 1- رسول اللہ ﷺ کی کئی زندگی اور مدنی زندگی کی اہم ترین تاریخوں کو زبانی یاد کر لیجیے۔
- 2- خلفائے راشدین کی زندگی کے اہم واقعات کو ، سن ہجری کے اعتبار سے یاد کر کے ان کے خوبصورت چارٹ بنائیے۔ پھر انہیں اپنے گھر ، مدرسے ، اسکول یا دفتر میں آویزاں کیجیے ، تاکہ دوسرے لوگ بھی مستفید ہو سکیں۔
- 3- رسول اللہ ﷺ کے تحریری حکم ناموں پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔

- 4- دس (10) مشہور صحابہ کے حالاتِ زندگی دو دوسطروں میں مختصر آ بیان کیجیے۔
- 5- دس (10) مشہور تابعین کے حالاتِ زندگی دو دوسطروں میں مختصر آ بیان کیجیے۔
- 6- دس (10) مشہور تبع تابعین کے حالاتِ زندگی دو دوسطروں میں مختصر آ بیان کیجیے۔
- 7- دس (10) مشہور تبع تابعین کے حالاتِ زندگی دو دوسطروں میں مختصر آ بیان کیجیے۔
- 8- دس (10) مشہور ایسے افراد کے حالاتِ زندگی مختصر آ بیان کیجیے ، جنہوں نے علمِ فقہ میں کمال حاصل کیا۔
- 9- دس (10) مشہور ایسے افراد کے حالاتِ زندگی مختصر آ بیان کیجیے ، جنہوں نے علمِ حدیث میں کمال حاصل کیا۔
- 10- دس (10) مشہور ایسے افراد کے حالاتِ زندگی مختصر آ بیان کیجیے ، جنہوں نے علمِ تفسیر میں کمال حاصل کیا۔

جھوٹی حدیثوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ

”آخری زمانے میں بڑے بڑے فریبی اور جھوٹے پیدا ہوں گے

يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ

تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے

فَيَأْيَاكُمْ! وَإِيَاهُمْ! لَا يُضِلُّونَكُمْ! وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ

(مسلم، المقدمة، باب 4، حدیث 16)

ان سے اپنے آپ کو بچاؤ! کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کسی فتنے میں مبتلا نہ کر دیں!

● سولواں باب

منکرین حدیث
کے اعتراضات
اور ان کے جوابات

منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض 1 | وحی سے مراد صرف قرآن ہے۔ احادیث وحی نہیں ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ، وحی کے تین (3) طریقے بتائے ہیں اور سورۃ الصافات میں خواب کو بھی، وحی کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِي حِجَابٍ

أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ (الشوریٰ: 51)

”کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اُس سے رو برو بات کرے، (1) اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے (2) یا پردے کے پیچھے سے ہوتی ہے (3) یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اللہ کے حکم سے ، جو کچھ اللہ چاہتا ہے ، وحی کرتا ہے۔“

اس آیت سے انبیاء پر، اللہ کی طرف سے وحی کے تین (3) طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

(1) وحی کے ذریعے: وحی سربیع اور تیز اشارے کو کہتے ہیں۔ اس طرح رسول ﷺ کے دل پر کوئی چیز القاء

کی جاتی تھی۔ اسی طریقے سے وحی خفی یعنی احادیث کا القاء ہوا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ﴾ (النجم: 4-3)

”آپؐ خواہش نفس سے کلام نہیں فرماتے، بلکہ یہ تو صرف ایک وحی ہے ، جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔“

یہی بات رسول ﷺ نے ابن عمروؓ سے فرمائی کہ میری زبان سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔

﴿اُكْتُبْ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ﴾ (ابوداؤد ، کتاب العلم ، حدیث: 3648)

”دیکھو ! اُس خدا کی قسم ! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں

نکلتا۔“ (ابوداؤد ، مسند احمد ، دارمی)

(2) پردے کے پیچھے سے گفتگو: رسول اور نبی، اللہ کا کلام سنتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا۔

حضرت موسیٰ سے کوہ طور کے دامن میں اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے، محمد ﷺ سے معراج کے موقع پر گفتگو کی تھی اور کئی مرتبہ کی۔ اسی موقع پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس طریقے سے بھی احادیث کا القاء ہوا۔

(3) فرشتے کا نزول: حضرت جبرئیلؑ بعض اوقات انسانی شکل میں آتے۔ (بعض مرتبہ حضرت دجیہ کلبیؑ کی شکل میں آئے)۔ دو مرتبہ اپنی اصلی شکل میں رسول ﷺ کو نظر آئے۔ لیکن بیشتر مرتبہ حضرت جبرئیلؑ وحی کو آپ کے دل پر نازل کرتے تھے۔ قرآن میں ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ﴾ (الشعراء: 194) اسی طریقے سے دجی جلی یعنی قرآن کا نزول ہوا۔

(4) خواب کے ذریعے وحی: حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسمعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ باپ نے خواب بیٹے کو سنایا۔ بیٹے نے خواب سن کر کہا: ﴿أَفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ (الصافات: 102) ”ابا جان آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اُس پر عمل کیجیے“۔

یہاں حضرت اسمعیلؑ نے اپنے والد کے خواب کو امر اور حکم قرار دیا۔ کیونکہ انبیاء کا خواب وحی کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی صلح حدیبیہ سے پہلے خواب دیکھا۔ اس کا ذکر سورۃ الفتح کی آیت نمبر 27 میں موجود ہے۔ اس طریقے سے بھی رسول ﷺ پر احادیث القاء کی گئیں۔

مندرجہ بالا چار (4) طریقوں سے، محمد رسول اللہ ﷺ کو وحی جلی (قرآن) اور دجی خفی (احادیث) عطا کی گئیں۔ یہ دونوں چیزیں مل کر اللہ تعالیٰ کے ماخذ قانون یعنی آسمانی ماخذ شریعت (Divine Sources of Law) کی تکمیل کرتے ہیں۔ اسی لیے قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: 80)

”جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی، دراصل اُس نے اللہ کی اطاعت کی“

اسی لیے قرآن واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی مرد یا عورت کو، نہ صرف اللہ کے فیصلوں سے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں سے اختلاف کی آزادی باقی نہیں رہتی۔ اُسے دونوں کو بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑے گا۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا

أَنْ يَكُونُوا لَهُمْ خِيَرَةً مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾ (الاحزاب: 36)

”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو ، اللہ اور رسول ﷺ کے کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کے بعد ، خود فیصلہ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔“

اعتراض 2

قرآن کہتا ہے کہ قرآن ہی کے ذریعے لوگوں کو متنبہ اور خبردار کیا گیا ہے۔
احادیث کا یہ درجہ نہیں ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿ وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ لِأُنذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ﴾ (الانعام: 19)

”مجھ پر یہ قرآن وحی کیا گیا ہے ، تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے سے
آپ لوگوں کو متنبہ اور خبردار کروں اور ہر اُس شخص کو جس تک یہ پہنچے۔“

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے بھی متنبہ اور خبردار کیا ہے اور احادیث کے ذریعے بھی۔
صحیح بات یہ ہے کہ وحی کے ذریعے سے متنبہ اور خبردار کیا گیا ہے ، جس میں قرآن اور احادیث رسول
دونوں شامل ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ﴾ (الانبیاء: 45)

”کہہ دیجیے! میں تو وحی کے ذریعے ، آپ لوگوں کو متنبہ اور خبردار کر رہا ہوں۔“

اس آیت میں قرآن کے بجائے ، وحی کا جامع لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ﴿ إِنَّمَا ﴾ —
ذریعے حصر (Confine) کیا گیا ہے ، جبکہ سورۃ الانعام کی آیت 19 میں ، جس کا آپ نے
ذکر کیا ہے ، حصر موجود نہیں ہے۔

وحی کے لیے ، بعض اوقات قرآن میں ﴿ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ﴾ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

اعتراض 3

سب سے پہلے قرآن ہے ، ہمارا ایمان قرآن پر ہے۔ قرآن کے مطابق کوئی
چیز ہوگی تو ہم اُسے تسلیم کریں گے ، ورنہ نہیں۔

جواب: منکرین حدیث کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایمان کی صحیح ترتیب کو نہیں سمجھتے ، اور ”سب سے

پہلے قرآن“ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ جہاں تک قرآن اور سنت کے باہمی تعلق کا معاملہ ہے اس کتاب کے تیسرے باب میں اس کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسے دوبارہ پڑھ لیجیے۔ مشرکین مکہ کے سامنے جب صادق و امین محمد بن عبد اللہ نے، اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے پیش کیا تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر لیا۔ آپ ﷺ نے جب یہ کہا کہ مجھ پر ’وحی‘ نازل ہوتی ہے تو انہوں نے اس دعوے کو بھی من و عن تسلیم کر لیا۔ صحابہ کرام نے، قرآن کو بھی حدیث محمد ﷺ کی روشنی میں اللہ کا کلام تسلیم کر لیا۔

● گویا ایک مسلمان کے لیے صحیح ترتیب یہ ہوگی۔

1- صادق و امین محمد بن عبد اللہ کو، محمد رسول اللہ تسلیم کر کے ایمان لانا۔

2- محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی وحی پر ایمان لانا۔

3- محمد رسول ﷺ کی ہر بات (ہر حدیث) کو تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا۔

4- زبان رسالت ﷺ پر نمودار ہونے والی ایک خاص وحی (قرآن) پر بھی ایمان لانا۔

قرآن، مفہوم کے اعتبار سے بھی اور الفاظ کے اعتبار سے بھی اللہ کا کلام ہے، اس لیے اس پر اس حیثیت سے ایمان لانا ضروری ہے، یعنی پہلے محمد ﷺ پر ایمان ہوا، پھر قرآن پر۔ یہ قرآن، کل وحی یعنی (رسول ﷺ کی بتائی ہوئی کل چیزوں) کا ایک مخصوص جزو ہے۔

مکرمین حدیث اس فطری ترتیب کو الٹ دیتے ہیں۔ وہ قرآن کی روشنی میں، محمد ﷺ کو تسلیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ صحیح ترتیب یہ ہے کہ محمد ﷺ کے تمام اقوال و اعمال پر ایمان لایا جائے، پھر آپ کے اقوال کے ایک مخصوص جزو کی حیثیت سے، قرآن کو تسلیم کیا جائے۔

● قرآن میں خود رسول ﷺ کو بھی ’وحی‘ سے چمٹنے کا حکم دیا گیا، جس کے نتیجے میں صراطِ مستقیم

پر گامزن رہ سکتے ہیں۔

﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالْأَيْدِي أَوْحَى إِلَيْكَ أَنْك عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ (الزخرف: 43)

”آپ بہر حال اُس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیے، جو وحی کے ذریعے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے۔

یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔“ (یعنی وحی جلی اور وحی خفی دونوں سے چمٹے رہیے)۔

● قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ وحی کے علم سے محرومی ، بیانی سے محرومی کے مترادف ہے۔

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾ (الانعام: 50)

”میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں ، جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔

ان سے پوچھیے ؟ کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ؟“

● قرآن میں اللہ تعالیٰ یہ بھی حکم دیتا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ (الحشر: 7)

”رسول اللہ ﷺ جو کچھ (ما Whatever) عطا فرمائیں ، اُسے لے لو!“

لیکن منکرین حدیث کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ ایک چیز لینا چاہتے

ہیں اور دوسری چیز کو قبول کرنے میں تردد کرتے ہیں۔

اسی وحی کو ، مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں حکم دیا گیا:

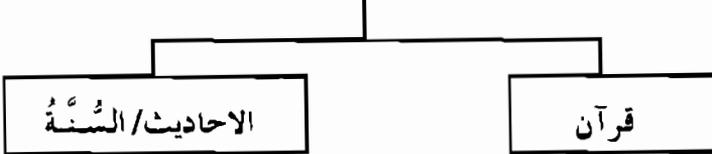
﴿وَأذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ﴾

(البقرة: 231)

”اور یاد رکھو اللہ کے اُس احسان کو! جو تم پر کیا گیا ہے اور یاد رکھو اُس کتاب (قرآن) اور اُس

حکمت (احادیث) کو ، جو اُس نے تم پر نازل کی ہیں۔ اللہ تمہیں ان کی پابندی کی نصیحت کرتا ہے۔“

وَحْيٍ (مَا أَنْزَلَ اللَّهُ)



● قرآن کے لیے ، ﴿الكتاب﴾ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی کی تلاوت کی جاتی ہے۔ رسول

ﷺ کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری تلاوت آیات بھی تھی۔ ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ اسی

لیے ہم اصطلاحی طور پر ، اسے وحی جلی اور وحی متلو کا نام دیتے ہیں۔

● احادیث رسول ﷺ کے لیے ، ﴿الْحِكْمَةُ﴾ ، ﴿الْمِيزَانُ﴾ اور ﴿النُّور﴾ کے الفاظ

بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ اسی لیے ہم اصطلاحی طور پر، اسے وحی خفی اور وحی غیر متلو کا نام دیتے ہیں۔

﴿اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ﴾ (الشوریٰ: 17)

”اللہ ہی ہے، جس نے حق کے ساتھ کتاب (قرآن) نازل کی اور میزان (حدیث) بھی۔“

﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾

(النساء: 113)

”اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ پر کتاب (قرآن) بھی نازل کی ہے اور حکمت (وحی خفی)

بھی اور آپ کو وہ سب چیزیں سکھائیں، جو آپ نہیں جانتے تھے۔“

﴿فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا﴾ (التغابن: 8)

”لہذا اللہ پر ایمان لاؤ! اور اُس کے رسول ﷺ پر بھی ایمان لاؤ!

اور اُس نور (وحی خفی) پر بھی جو ہم نے نازل کیا ہے، ایمان لاؤ!“

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ (المائدہ: 15)

”یقیناً تم لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے نور (وحی خفی) بھی آ گیا ہے اور کتابِ مبین بھی“

رسول ﷺ معلم بھی بنا کر بھیجے گئے تھے، معلم کا کام صرف تلاوت کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اپنے

قول اور عمل کے ذریعے سمجھانا بھی ہوتا ہے۔ رسول ﷺ وحی خفی کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔ اسی کا

نام سنت اور حدیث ہے۔

رسول ﷺ نبی معصوم ہیں۔ آپ کے اسوہ حسنہ کو مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ گذشتہ

کئی صدیوں سے ساری دنیا کے مسلمان رسول ﷺ کی اسی حیثیت کے پیش نظر آپ ﷺ کی

اطاعت اور پیروی کر رہے ہیں۔

اعتراض 4	کیا رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی اترتی تھی؟ اور کیا اس کا ثبوت قرآن میں موجود ہے؟
----------	---

جواب: ہم جیسے سیدھے سادھے مسلمانوں کے لیے جو صحابہ کرامؓ کے راستے پر گامزن ہیں، یہ

سوال کسی اہمیت کا حامل نہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ نے پہلے صادق و امین محمد بن عبد اللہ کو، محمد رسول

اللہ تسلیم کیا اور جب رسول تسلیم کر لیا تو وحی کو بھی تسلیم کیا۔ اور اس وحی کے ایک خاص جزو کے طور پر قرآن کو تسلیم کیا ، یعنی انہوں نے احادیث نبوی کی بنیاد پر ، قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم کیا۔ یعنی صحابہ کرام نے پہلے احادیث کو تسلیم کیا اور بعد میں قرآن کو۔ لیکن منکرین حدیث کا معاملہ الٹا ہے ، وہ گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے قرآن کو ماننا چاہتے ہیں اور یہ غور کرنے کی زحمت گوارا کرنا نہیں چاہتے کہ یہ قرآن کہاں سے آیا ہے؟ اور کن ہونٹوں پر بکھرتا رہا۔ اور آج ہمارے پاس جس حالت میں موجود ہے ، وہ کن مراحل سے ہو کر پہنچا ہے۔ لیکن بفرض محال وہ قرآن ہی سے طلب دلیل ہیں، جس کے قائل ہونے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ، تو ہم کئی ایسے ثبوت فراہم کر سکتے ہیں ، جن سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ رسول پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ دو مثالیں حاضر ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ حضرت زیدؓ کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیں۔ نکاح کے بعد اللہ نے فرمایا: ہم نے آپؐ کا نکاح زینبؓ سے کر دیا۔ ﴿وَرُوِّجْنَا كَمَا كُنَّا﴾ (الاحزاب: 37) ظاہر ہے نکاح سے پہلے یہ حکم ، وحی خفی کے ذریعے دیا گیا۔ قرآن میں تو یہ حکم موجود نہیں ہے۔

2- یہودی قبیلے بنی نضیر کا گھیراؤ کر کے رسول ﷺ نے بعض کھجور کے درختوں کو کٹوا دیا۔ یہودیوں نے اعتراض کیا کہ یہ کام فساد فی الارض میں شامل ہے۔ اس کا جواب اللہ نے یہ دیا کہ رسول ﷺ نے اللہ کی اجازت سے یہ درخت کٹوائے تھے۔ ﴿فَإِذِ انبأ اللہ﴾ (الحشر: 5) ظاہر ہے کٹوانے سے پہلے اجازت ، اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعے دی تھی، ورنہ قرآن میں کسی اور جگہ یہ حکم نہیں پایا جاتا۔

اعتراض 5 احادیث کی پوزیشن کو یہ بات مزید کمزور کر دیتی ہے کہ قرآن کی طرح احادیث کی کتابت کا فوری اہتمام نہیں کیا گیا۔ کیا یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ اگر ان کی حیثیت بھی دینی ہوتی تو کیا رسول اللہ ﷺ اس سے پہلو تہی کرتے ؟ احادیث کی تمام کتب دوسری اور تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ قرآن کی طرح احادیث کی کتابت کا یقیناً اہتمام موجود نہ تھا۔

جواب: رسول ﷺ کے زمانے میں کاتب موجود تھے۔ انہیں کاتبان وحی کا نام دیا گیا۔ یہ

قرآن بھی لکھتے اور احادیث رسولؐ اور فرامین رسولؐ بھی لکھتے۔

منکرین حدیث کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کی کتابت کی تاریخ کا ثبوت اور علم بھی ، احادیث ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

کتابت وحی کا کام سب سے پہلے، حضرت شرییلؓ بن حسنہ کنڈی نے انجام دیا، پھر حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح نے، پھر حضرت ابیؓ بن کعب انصاریؓ (م 29ھ) نے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو بکرؓ (م 13ھ)، حضرت عمرؓ (م 24ھ)، حضرت عثمانؓ (م 35ھ)، حضرت عمرو بن عاصؓ (م 50ھ)، عبداللہؓ بن ارقمؓ، ثابتؓ بن قیسؓ شہید موطا (م 12ھ)، حضرت حظلہؓ (م 41ھ)، مغیرہؓ بن شعبہ (م 50ھ)، عبداللہؓ بن رواحہ شہید موتہ (م 8ھ)، خالدؓ بن ولید (م 22ھ)، علاءؓ حضرمیؓ، حذیفہؓ بن یمان (م 36ھ)، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ (م 60ھ) اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ (م 45ھ) نے بھی مختلف اوقات میں یہ خدمت انجام دی۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ حضرت علیؓ نے لکھا۔ بادشاہوں کے نام خطوط حضرت عامرؓ بن فہیرہ نے لکھے۔ امراء عمان کے نام خط حضرت ابیؓ بن کعب نے لکھا۔

قرآن کی کتابت کا زیادہ تر کام، حضرت زیدؓ بن ثابت کے سپرد تھا۔ انہوں نے رسولؐ کی ہدایت پر عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی، تاکہ یہودیوں وغیرہ سے خط و کتابت میں دشواری نہ ہو۔ رسولؐ نے ابتداء میں خود اپنے فرامین لکھوائے۔ صحابہؓ نے آپؐ کے اقوال و افعال لکھے۔ درمیانی عرصے میں احادیث کی کتابت کو رسولؐ نے عارضی طور پر محض اس خدشے سے روک دیا تھا کہ کہیں قرآن سے اختلاط نہ ہو جائے۔ اس مرحلے کی تکمیل کے بعد، احادیث کی دینی اور قانونی حیثیت کے پیش نظر، صحابہؓ نے احادیث کی کتابت کے کام کا دوبارہ آغاز کر دیا۔

احادیث کی کتابت کی سعادت، رسولؐ کے انتقال کے بعد، مندرجہ ذیل صحابہؓ نے حاصل کی۔ حضرت علیؓ (م 40ھ)، حضرت ابو ہریرہؓ (م 58ھ)، حضرت جابرؓ (م 74ھ)، حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م 68ھ)، حضرت انسؓ بن مالک (م 93ھ)، حضرت عمرو بن حزم (م 51ھ)، حضرت سمرہؓ بن

جندب (م 54ھ)، حضرت سعد بن عبادہ (م 18ھ)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م 73ھ) اور حضرت عبداللہ بن مسعود (م 32ھ) وغیرہ۔ ان سب کی تفصیلات، ہم گذشتہ صفحات (چودھویں باب) میں لکھ چکے ہیں۔ اس پورے باب کا بار بار تفصیل سے مطالعہ کیجیے اور اہم شخصیات کی تاریخ وفات کو ذہن نشین کر لیجیے، تاکہ احادیث کی سندوں کو سمجھنے میں مدد ملے۔ علاوہ ازیں ساتویں باب میں بھی، مختلف صحابہ کے شجرہ ہائے روایت اسی لیے چارٹ کے ذریعے پیش کیے گئے ہیں، تاکہ حدیث کے ابتدائی طالب علموں کو رسول ﷺ اور صحابہؓ سے لے کر امام مالکؒ (م 179) اور امام بخاریؒ (م 256) تک کی سندوں کا اندازہ ہو جائے اور درمیانی کڑیاں روشن ہو جائیں۔ اس کے بعد کسی کم علم معترض کو احادیث پر شک کرنے کا موقع نہیں مل سکتا، بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ دین کو سمجھنا چاہتا ہو۔

یہ بات صحیح نہیں ہے کہ احادیث کی کتب دوسری اور تیسری صدی کی پیداوار ہیں۔ ہم پچھلے باب میں مذکورہ بالا صحابہؓ اور تابعین (جیسے حضرت نافعؓ (متوفی 117ھ)، سعید بن جبیرؓ (متوفی 95ھ)، ہمام بن منبہؓ (متوفی 132ھ)، عروہ بن زبیرؓ (متوفی 94ھ) وغیرہ) کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ ان کے ہاں احادیث کا تحریری سرمایہ موجود تھا، جو اگلی نسلوں تک منتقل ہوا۔ یہ سارا سرمایہ اب احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہو گیا ہے۔

اعتراض 6	احادیث کے مجموعے تحسین کے مراحل سے گزر رہے ہیں، جب کہ قرآن کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔
-----------------	---

جواب: جہاں تک تحسین کا تعلق ہے، یہ قرآن کی کتابت اور احادیث کی کتابت دونوں میں جاری و ساری ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کی 114 سورتوں کی ترتیب، توفیقی (غیر اجتہادی) ہے اور رسول کی ہدایات کے عین مطابق ہے۔ لیکن قرآنی کتابت کی تحسین ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی، پہلے اس پر نقطے لگائے گئے، پھر اس کے بعد زیر، زبر اور پیش کی علامتیں لگائی گئیں، پھر مدوں کا اضافہ کیا گیا، پھر آیات کے اختتام پر فواصل کی علامت رکھی گئی، پھر آیت کو ایک نمبر کے ساتھ لکھا جانے لگا، پھر ہر

سورۃ کے سرے پر اس سورت کا نام لکھا گیا ، پھر سورۃ نمبر لکھا جانے لگا ، پھر کئی سالوں بعد پاروں کی تقسیم ہوئی ، پھر کئی سالوں بعد رکوعات کی تقسیم ہوئی۔ اس طرح کتابت کی تحسین ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی ، بلکہ آج کل بعض ایسے قرآن آرہے ہیں ، جن میں ”توین غنہ“ اور ”توین بلا غنہ“ کی علامتوں کو دو مختلف طریقوں سے لکھا جانے لگا ہے، تاکہ قاری تلاوت کرتے ہوئے ”غنہ“ کا خیال کرے۔

بالکل اسی طرح احادیث کا معاملہ ہے، انہیں صحابہؓ نے بیان کیا، ان پر عمل کیا۔ خود لکھا۔ تابعین کو بتایا، لکھایا، تابعین سے عمل کرایا، تابعین نے یہ سارا ذخیرہ سند کے ساتھ تبع تابعین تک پہنچایا۔ بعد کے محدثین نے انہیں سندوں کے ساتھ لکھا ، پھر فقہی ابواب میں تقسیم کیا اور عنوانات دیے۔ انہیں مختلف کتب اور فصول میں تقسیم کیا گیا۔ آج کل انہیں نمبر دیے جا رہے ہیں۔ بلکہ اب انہیں کمپیوٹر کی مدد سے C.D پر منتقل کیا جا رہا ہے۔ صحاح ستہ (چھ کتابیں) اب ایک ہی جلد میں دستیاب ہیں۔ اب ان کتابوں میں موجود تکرار کو بھی حذف کیا جا رہا ہے۔ ایک عظیم الشان منصوبہ یہ بھی ہے کہ احادیث کے تمام مجموعوں میں سے صحیح احادیث اور ضعیف احادیث وغیرہ کو نکال کر ایک مجموعے میں رکھا جائے اور انہیں بین الاقوامی کوڈ نمبر (International Code Number) دیا جائے، تاکہ حدیث پر تحقیق کرنے والا اس کوڈ (Code) کی مدد سے اپنے موضوع پر موجود تمام احادیث اور ان کا حکم دریافت کر سکے۔

یہ عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں تمام صحیح اور حسن احادیث بلا تکرار ایک ہی سی ڈی (CD) اور ایک ہی جلد میں سما جائیں۔ (ان شاء اللہ)

اعتراض 7	قرآن کو ایک کتاب میں محفوظ کر دیا گیا ہے ، احادیثِ نبویؐ کو بھی ایک ہی کتاب میں کیوں محفوظ نہیں کیا گیا؟
-----------------	--

جواب: قرآن مجید بھی رسول ﷺ کے زمانے میں ایک کتاب میں ، یا ایک جلد میں محفوظ

نہیں ہوا۔ یہ کام حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ہوا۔

قرآن اور احادیث کی نوعیت بطورِ وحی تو ایک ہی ہے، دونوں زبانِ رسالت ﷺ کی ترجمان ہیں۔

ایک دوسرے سے مربوط و متصل ہیں۔ ان میں کوئی باہمی تناقض اور تضاد بھی نہیں پایا جاتا۔ لیکن قرآن میں

اجمال ہے اور احادیث میں تفصیل۔ خود قرآن کے اندر بھی کئی سورتوں میں اجمال ہے اور مدنی سورتوں میں تفصیل۔ اجمال کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ محدود ہو اور تفصیل کا تقاضا ہے کہ وہ وسیع ہو۔ محدود چیز کی کتابت کا اہتمام پہلے ہوا اور وسیع کا بعد میں۔ آج کل صحاح ستہ (چھ کتابوں) کو ایک ہی جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ لیکن اصل مسئلہ ایک کتاب یا ایک جلد کا نہیں ہے۔ اصل مسئلہ، علم وحی (قرآن و سنت) کی اصل شکل و صورت میں من و عن حفاظت کا ہے۔ حفاظت حدیث کی طرح، حفاظت قرآن کے سلسلے میں بھی، مکررین حدیث کو ایک بہت بڑی غلط فہمی لاحق ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حفاظت قرآن صرف کتابت پر موقوف رہی ہے، جب کہ اصل معاملہ ایسا نہیں ہے۔ مصحف ابو بکرؓ بھی، جسے 'مصحف صدیقی' کا نام دیا گیا، اعراب اور نقاط سے خالی تھا، پھر مصحف صدیقی کی نقول بھی جنہیں 'مصحف عثمانی' کا نام دیا گیا، اعراب اور نقاط سے خالی تھیں۔ آج ترکی میں مصحف عثمانی کی جو نقل پائی جاتی ہے، وہ بھی اعراب اور نقاط سے خالی ہے۔

اعراب و نقاط کے بارے میں، یہ بات معروف ہے کہ یہ کام مشہور تابعی ابو الاسود الدؤلی الوائلی (المتوفی 69ھ)، امام حسن بصریؒ تابعی (م 110ھ) اور حجاج بن یوسف الثقفی (م 95ھ) کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ جب کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کے تمام عرصے میں قرآن کی حفاظت، حفظ کے ذریعے سے کی گئی۔ قرآن نسل در نسل تو اتر کے ساتھ، سینئر صحابہ سے جونیئر صحابہ کو، اور پھر جونیئر صحابہ سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین تک منتقل ہوتا رہا، اسی طرح رسول ﷺ کی احادیث بھی تو اتر کے ساتھ نسل در نسل منتقل ہوتی رہیں۔

جس طرح ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث، رسول ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی تک پہنچی اور پھر ابن عمرؓ سے حضرت نافع تابعیؓ تک پہنچی اور حضرت نافع سے حضرت امام مالکؓ تبع تابعی تک پہنچی، اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن، رسول سے من و عن ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تک پہنچا اور ان سے حضرت حسن بصریؒ تابعی (م 110ھ) تک پہنچا (جنہیں حضرت ام سلمہؓ نے دودھ پلایا تھا) اور ان سے یحییٰ بن یحیر (م 129ھ) تک پہنچا اور ان سے قراءت کے مشہور امام ابو عمرو بن العلاء البصری

(م 154ھ) تک پہنچا۔ اور پھر ان سے مختلف ملکوں میں قراء کے ذریعے پھیلتا گیا۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ محض ”بے نقط و اعراب کتابی قرآن“ پر اکتفا کر لیا جاتا تو قرآن مجید میں انجیل کی مختلف روایتوں سے زیادہ اختلاف پیدا ہو جاتا۔ کوئی ”قاف“ کو ”فاء“ پڑھتا، کوئی ”باء“ کو ”تاء“ پڑھتا۔ اور کوئی ”تاء“ کو ”ثاء“ پڑھتا۔ اور کوئی ”یاء“ پڑھتا۔ اگر آپ ہماری بات سمجھنا چاہتے ہیں تو ایک آیت نقطوں اور اعراب کے بغیر کاغذ پر لکھیے، پھر دیکھیے کہ ان کو کس طرح کتنے مختلف تلفظ کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔

خام عقلیت کا ایک خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تاریخی حقائق پر صبر و تحمل سے غور و فکر کرنے کے بجائے، محض عجلت پسندی سے چیزوں کو سمجھنا چاہتی ہے۔

منکرین حدیث کے ذہنی تضاد کا اس سے زیادہ بین ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ سے نقل کردہ قرآن کو توہین و عن تسلیم کرتے ہیں، لیکن جو احادیث بالکل اسی طرح نسل در نسل منتقل ہوئی ہیں، انہیں تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ ہے۔

اگر آپ قرآن کے مشہور ”سات قراء“ کے سلسلہ ہائے روایت کا بغور جائزہ لیں تو یہ بات آپ پر واضح ہو جائے گی کہ یہ محدثین کے سلسلہ ہائے روایت سے قطعی مختلف نہیں ہیں۔

قراءت کے سات (7) مشہور امام یہ ہیں۔

- (1) امام نافع بن ابونعیم المدنی (التونی 169ھ)۔ مدینہ منورہ میں۔
- (2) امام عبداللہ بن کثیر الحکی التابی (التونی 120ھ)۔ مکہ مکرمہ میں۔
- (3) امام ابو عمرو بن العلاء زبان البصری (التونی 154ھ)۔ بصرہ (عراق) میں۔
- (4) امام ابو عمران عبداللہ بن عامر الدمشقی التابی (التونی 118ھ)۔ دمشق (شام) میں۔
- (5) امام عاصم بن النخوعی داکونی (التونی 127ھ)۔ کوفہ (عراق) میں۔
- (6) ابوعمارہ حمزہ بن حبیب الزیاتی (التونی 157ھ)۔ کوفہ (عراق) میں۔
- (7) امام ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی الکوفی (التونی 189ھ)۔ کوفہ (عراق) میں۔

قرآن کے ان تمام سات قرآء کا سلسلہ ، صحابہ کرامؓ سے ہو کر نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ ان صحابہؓ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ، حضرت عبداللہ بن السائب مخزومیؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ جیسے جلیل القدر افراد شامل ہیں۔ یہ وہی بزرگ حضرات ہیں ، جن کے سلسلے سے ہمیں احادیث بھی پہنچی ہیں۔

نماز کی رکعتوں کی تعداد اور رکوع و سجود کی تعداد، زکوٰۃ کی مختلف شرحیں، قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن تمام اُردار میں تو اتر کے ساتھ احادیثِ نبویؐ کے مطابق عمل ہوتا رہا اور یہ مسلم معاشرے کی تہذیب میں خون کی طرح جاری و ساری رہیں ، ان احادیث کے بغیر اسلامی معاشرے کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مکرمین حدیث اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے محض کتاب دینے پر اکتفا نہیں کیا۔ اور نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے پر اکتفا نہیں کیا ، بلکہ قرآنی احکامات پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تربیت کی ہے، ان سے نماز پڑھوائی ہے۔ ان سے ایک مخصوص شرح کے مطابق زکوٰۃ وصول کی ہے۔ ان کے اعمال کی اصلاح اور تحسین و تہذیب فرمائی ہے۔ جب تمدن نے ترقی کی اور قرآن، جو لوگوں کے حافظے میں محفوظ تھا ، کتابی شکل میں بھی محفوظ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے احادیثِ نبویؐ کی بتدریج 'کتابی حفاظت' کا بھی انتظام فرمایا ، جو اسلامی معاشرے میں جاری و ساری تھیں ، جو لوگوں کے اذہان میں، ان کے دلوں میں، اُن کی زبانوں پر اور ان کے افعال و اعمال میں موجود تھیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح قرآن کو حافظے میں محفوظ کرنے کے بعد ، کتابت کے ذریعے محفوظ کیا گیا اور اب آج کے دور میں کیسٹس اور سی ڈیز (CDs) پر محفوظ کیا جا رہا ہے ، اسی طرح احادیثِ نبویؐ کو بھی اولاً اعمال میں اور دماغوں میں محفوظ کیا گیا، پھر کاغذ پر محفوظ کیا گیا اور اب وہ دور آ رہا ہے، جب اسے کیسٹ اور سی ڈیز (CDs) پر بھی محفوظ کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

مکرمین حدیث کی طرف سے احادیث کی ایک جلد کا مطالبہ ، ماضی کے مطالبات سے مختلف نہیں ہے۔

نہ صرف مشرکین مکہ ، بلکہ اہل کتاب کا بھی ایک نرالا مطالبہ یہ تھا کہ ہم اُس وقت تک یقین نہیں کریں گے، جب تک محمد ﷺ ہم پر بھی ایک ایسی کتاب اتار کر نہ لائیں، جسے خود ہم پڑھ سکیں۔ (بنی اسرائیل: 93) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآنی عظمت کی نشانی کتابی صورت نہیں ہے، بلکہ نشانی یہ ہے کہ یہ اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہو۔

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ (الحنکبوت: 49)

رسول ﷺ کی سنتیں بھی ، پہلے سینوں میں محفوظ ہوئیں، پھر کتابی صورت میں۔ خود رسول ﷺ کی زندگی میں سنت کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ کر لیا گیا تھا۔

اعتراض 8 حدیث کی سندوں پر کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے، جب وہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے، انہوں نے فلاں سے اور انہوں نے فلاں سے سنا۔

جواب: سندوں کے سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھیے کہ صحابہؓ کو سند کی ضرورت نہ تھی۔ وہ متن یاد رکھتے تھے۔ بلکہ متن خود بخود یاد ہو جاتا تھا۔ زبان اُن کی تھی۔ محاورہ اُن کا تھا۔ ماحول اُن کا تھا۔ وہ اُن واقعات کی دنیا سے عملاً گزر رہے تھے اور اُن مسائل سے عملاً دوچار تھے، جن میں آپ ﷺ اپنے قول و عمل سے وحی جلی اور وحی خفی کی قوی اور عملی تعبیر پیش کر رہے تھے۔

صحابہؓ کے بعد، تابعین بڑے اشتیاق سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال کو کرید کرید کر صحابہؓ سے پوچھتے، عمل کرتے، صحابہؓ کے اقوال و اعمال کو دیکھتے اور رسول اللہ کے اقوال و اعمال سے ملاتے۔ انہیں یاد کرتے تھے، بلکہ وہ بھی خود بخود یاد ہو جاتے تھے۔ انہیں سند میں اپنے استاد صحابی کا نام یاد رکھنا پڑتا تھا، بلکہ یاد ہو جاتا تھا۔ بھلا کسی کو اپنے استاد کا نام یاد کرنے کی زحمت گوارا کرنی پڑتی ہے؟ ان کے بعد تبع تابعین کو اپنے استاد اور استاد کے استاد کا نام یاد کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح سند کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔

ذرا ہشیم تصور سے اُس زمانے کا اندازہ فرمائیے۔ اُن لوگوں کا حافظہ (Memory Box) صرف دو چیزوں سے پُر تھا۔ قصائد و اشعارِ جاہلیت اور علم الانساب۔ عربوں کا حافظہ ضرب المثل کی حد تک مشہور تھا۔ جب قرآن نازل ہوا اور تین جہری نمازوں میں پڑھا جانے لگا تو وہ اُن کے ذہن میں

بیٹھا گیا۔ وہ اُس کے پس منظر اور شانِ نزول سے واقف ہوتے گئے۔ وہ آیات کی تفصیلاتِ سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں سمجھتے گئے۔ اور احادیث ازبر ہوتی گئیں۔ ہمارے ذہن میں کتنی غیر ضروری چیزیں محفوظ ہیں، جو اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے ہم اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ صحابہؓ اور تابعین کے زمانے میں اس قسم کی خرافات نہیں تھیں۔ وقت فاضل تھا۔

آج ہمیں یہ سندیں بہت بڑی معلوم ہوتی ہیں، اجنبی محسوس ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ہماری زبان مختلف ہے۔ لوگ مختلف ہیں۔ ہم اُن ناموں سے واقف نہیں۔ اُن کی کُنسیتوں سے واقف نہیں۔ اُن کے شہروں قبیلوں اور ان کے اسفار سے لاعلم ہیں، جہاں وہ رہتے تھے، جہاں سے وہ جہاد کے لیے نکلتے تھے، جہاں آکر وہ دین کا علم سیکھتے تھے۔ آج ہم اُن کی آپس میں رشتے داریوں سے بے خبر ہیں۔ لیکن وہ جو ایک مربوط سلسلے میں جکڑے ہوئے تھے، اُن کے لیے سند، اُن کی شناخت اور پہچان تھی اور وہ اُسے اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے۔ محدثینِ عظام نے اسماء الرجال کے علم کے ذریعے، اُن تمام امداد اور کو محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن یہ علم، محنت، توجہ اور وقت کا طالب ہے۔ کام چور حضرات اس علم میں کمال حاصل کرنے کے بجائے، گھبرا کر تمام احادیث ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔

اعتراض 9 قرآن اور صرف قرآن ہم تک نَوَاتِر سے پہنچا ہے، اس لیے قرآن یقینی ہے، جب کہ احادیث ہم تک خبر واحد کی صورت میں پہنچی ہیں، اس لیے یہ یقین کا درجہ نہیں رکھتیں، بلکہ ظنی ہیں۔ دینی معاملات میں ظنی دلائل حجت نہیں بن سکتے۔

جواب: دنیا کے بیشتر معاملات خبر واحد کی روشنی ہی میں طے پاتے ہیں، اگر وہ خبر ثقہ آدمی سے ہم تک پہنچی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں مسلمانوں کو حکم دیا:

﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ (الحجرات: 6)

”اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے آئے تو اس بارے میں اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر خبر فاسق کے بجائے، عادل، ثقہ اور قابل اعتماد آدمی کی طرف سے

آئے تو اُسے قبول کر لیا جائے گا۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس ایک آدمی نے آ کر خبر دی کہ ”اے موسیٰ! سرداروں کے پاس آپ کے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں“ (سورۃ القصص، آیت نمبر 20) حضرت موسیٰؑ نے خیرِ واحد پر اعتماد کرتے ہوئے مصر کی زمین چھوڑ دی اور مدین کی طرف ہجرت کی۔ حضرت موسیٰؑ خیرِ متواتر کے انتظار میں بیٹھے نہیں رہے۔

اسی طرح اسی سورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ مدین کی سرزمین پر، دو لڑکیوں میں سے ایک لڑکی شرماتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے: ”میرے والد آپ کو بلا تے ہیں، تاکہ آپ کو یانی پلانے کی مزدوری ادا کریں“۔ حضرت موسیٰؑ ایک لڑکی کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے، اُن کے والد کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ خیرِ واحد پر عمل کرتے ہیں، خیرِ متواتر کا انتظار نہیں کرتے۔

خیرِ واحد اور خیرِ متواتر دراصل علمِ حدیث ہی کی اصطلاحات ہیں۔ خیرِ متواتر دراصل اُن موقعوں کے لیے ہوتی ہے، جب عوام الناس میں برسرِ عام گفتگو ہوتی ہے، خطبہ دیا جاتا ہے، تقریر کی جاتی ہے، ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر خطاب کیا جاتا ہے، اعلان کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر جگہ خیرِ متواتر کا مطالبہ احقنا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں بھی، ہر معاملہ تو اتر پر نہیں چھوڑتے بلکہ خیرِ واحد پر یقین کے بعد اس کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں۔ حکومت کے اہم فیصلوں میں فرد سے فرد کا رابطہ ہوتا ہے اور فرد ہی کو خفیہ احکام دیے جاتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان بہت سی گفتگو خیرِ واحد پر ہی مشتمل ہوتی ہے۔ اہم جنگی راز، خیرِ واحد ہی پر اعتماد کی دلیل ہوتے ہیں۔ البتہ خیرِ واحد کے لیے راوی کی عدالت اور راوی کا ضبطِ ضروری ہے۔ صحیح احادیث اگر خیرِ واحد پر مشتمل ہیں تو اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے، جبکہ یہ قبولیت کے لیے پانچ (5) کڑی شرطوں پر پوری اترتی ہیں، جن میں راوی کی عدالت اور ضبط بھی شامل ہے۔

اعتراض 10	محدثین بھی اخبارِ آحاد کو ظنی ہی مانتے ہیں۔ متواتر احادیث کا وجود ہی نہیں ہے۔ اس لیے احادیث ناقابلِ اعتبار ہیں۔
------------------	---

جواب: ظنی چیزیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ظن، غالب ہوتا ہے اور یقین کا فائدہ دیتا ہے، جبکہ دوسرا ظن، وہم و گمان یعنی شک پڑنی ہوتا ہے، جو حق کے مقابلے میں کسی ضرورت کو پورا نہیں کرتا۔ قرآن مجید کی

مندرجہ ذیل تین مثالوں پر غور کیجیے۔ ظن کا لفظ یقین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے ، اور شک کے لیے بھی۔

﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ . (الحجرات : 12)

”یقیناً بعض گمان (ظن) گناہ ہوتے ہیں۔“ (یعنی ہر قسم کا ظن گناہ نہیں ہوتا)

﴿الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ﴾ . (البقرة : 46)

”وہ لوگ جو یقین (ظن) رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کر کے رہیں گے۔“

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ . (يونس : 36)

”یقیناً حق کے مقابلے میں ، شک یعنی وہم و گمان (ظن) کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔“

آپ ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں۔ ظن غالب یہی ہوتا ہے کہ آپ حادثے کے بغیر منزل تک پہنچ جائیں گے۔ آپ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ متواتر احادیث کا وجود ہی نہیں ہے۔ متواتر احادیث ہیں ، لیکن کم۔ یاد رہے کہ یہ بھی علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کے لیے ہر طبقے میں دس یا زیادہ افراد کی روایت ضروری ہے۔ اخبار آحاد کا بیشتر حصہ ظن غالب پر مشتمل ہے۔

یقیناً وہم و گمان پر مبنی ظنی چیزیں اور ظنی روایات کی بعض صورتیں ضعیف ناقابل اعتبار اور مردود ہوتی ہیں ، جب سند منقطع ہو، راوی پر طعن ہو، یا زیادہ ثقہ راویوں سے اختلاف ہو۔ یہ ساری چیزیں آپ اس کتاب کے آٹھویں باب میں پڑھ چکے ہیں۔

صحیح اور حسن احادیث سے علم یقین حاصل ہوتا ہے کہ فی الواقع رسول ﷺ نے یہ کہا اور کیا ہے۔ چونکہ یہ ثقہ اور قابل اعتماد ذرائع سے ہم تک پہنچتی ہیں ، اس لیے قابل اعتبار ہوتی ہیں۔

<p>ایک ہی حدیث کو ایک صاحب صحیح قرار دیتے ہیں تو دوسرے ضعیف۔ یہ صورت حال حدیث کو دینی (ماخذ) نہیں رہنے دیتی ، کیونکہ اس طرح کی درجہ بندی ہمیں قرآن میں نظر نہیں آتی۔</p>	<p>اعتراض 11</p>
--	-------------------------

جواب: جلد بازی سے کام نہ لیجیے۔ کسی روایت کو اگر کوئی صحیح قرار دے تو آنکھیں بند کر کے صحیح تسلیم نہ کیجیے۔ اور دوسرا اسے ضعیف قرار دے تو ضعیف نہ مائیے۔ بلکہ تجزیہ کیجیے۔ سند کا جائزہ لیجیے۔ ایک ایک راوی

کا جائزہ لیجیے۔ متن کا جائزہ لیجیے۔ عِلَّتْ اور شُدُّ وِذْ پر غور کیجیے۔ راویوں کی عدالت اور ضبط کو دیکھیے۔ پھر دونوں دعوؤں کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کیجیے کہ یہ کس درجے کی حدیث ہے۔ قابل قبول احادیث میں سے صحیح حدیث اور حسن حدیث کی شرائط آپ دسویں باب میں پڑھ چکے ہیں۔ ایک نظر دوبارہ اُن پر ڈال لیجیے۔ یاد رکھیے! ہرن کی طرح، حدیث کے فن میں بھی، ماہرین حدیث کا اجماع اور ماہرین حدیث کے جمہور کا فیصلہ حجت ہوگا۔

لیکن یہ کیا طور ہیں کہ جہاں دو علماء کا اختلاف ہو، آپ نے سرے سے تمام احادیث کو مسترد کر دیا۔

تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

<p>اعتراض 12</p> <p>قرآن وہ واحد کتاب ہے، جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (حم السجدة: 42)</p> <p>”اس میں باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے، اور نہ پیچھے سے“</p> <p>احادیث کی یہ حیثیت نہیں۔</p>	<p>جواب: قرآن مجید کو جب لوح محفوظ سے، محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر تک لایا گیا تو اُسے شیاطین کی مداخلت سے محفوظ رکھا گیا۔ شیاطین کو مار بھگانے کے لیے شہاب ثاقب استعمال کیے گئے ہیں۔ اللہ کے پاک فرشتوں کے علاوہ کسی نے اس کو نہیں چھوا۔ اس میں باطل کا دخول ناممکن تھا۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ یہ ہے آپ کی نقل کردہ آیت کا صحیح مطلب۔</p> <p>تاریخ شاہد ہے کہ بے شمار افراد اور گروہوں نے، نہ صرف تحریف قرآن کی کوشش کی، بلکہ جھوٹی احادیث کو خود گھڑ کے امت میں پھیلانے کی کوشش کی، لیکن امت مسلمہ کی طرف سے علمائے کرام نے فرض کفایہ ادا کیا، اور اس طرح کی ہر سازش کو ناکام کیا۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی، Internet پر لبنان کے متعصب عیسائی اور بعض یہودی قرآن کی طرز پر بے مزہ، بے جوڑ اور بھونڈے جملے گھڑ کر، قرآن کی آیات کے طور پر پیش کر رہے ہیں، لیکن الحمد للہ مسلمان، اس شر سے محفوظ ہیں۔ اسی طرح جب جھوٹی احادیث کو رسول سے منسوب کر کے پیش کیا جاتا ہے تو علماء بروقت نوٹس لیتے ہیں اور امت کو خبردار کر دیتے ہیں۔</p>
--	--

یقیناً نزولِ قرآن کے دوران میں یا بعد میں کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام میں کمی بیشی نہیں کر سکتا اور اگر کسی نے اس طرح کی کوشش کی تو وہ پکڑا جائے گا۔ یہی معاملہ احادیث کا ہے۔ محمدؐ کی امت کے ماہرین حدیث، باطل احادیث کا نہ صرف سراغ لگاتے ہیں، بلکہ اس قسم کے ہر فتنے کی تیج کنی کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ محدثین نے جھوٹی احادیث کو صحیح حدیثوں سے چھانٹ کر الگ کر دیا ہے اور امت کو خبردار کر دیا ہے۔ ملا علی قاریؒ، ابن جوزیؒ، جلال الدین سیوطیؒ اور محمد ناصر الدین البانیؒ وغیرہ کی اس موضوع پر تصانیف موجود ہیں۔

<p>قرآن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا اور فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: 9)۔ ”یہ یاد دہانی، ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ احادیث کی یہ حیثیت نہیں۔</p>	<p>اعتراض 13</p>
---	-------------------------

جواب: سورۃ الحجر کی اس آیت میں بھی ﴿الذِّكْر﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ﴿الذِّكْر﴾ کا اطلاق وحی پر ہوتا ہے، جس میں قرآن مجید بھی شامل ہے اور رسولؐ کی سنت بھی۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول ﷺ کے ذریعے دی جانے والی کتاب قرآن اور آپؐ کے ذریعے دی جانے والی کُل تعلیمات کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، جن میں احادیث بھی شامل ہیں۔

<p>قرآن میں بالصراحت مذکور ہے کہ یہ انسان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ اس لیے اسلام کے نظام دینی میں، حدیث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔</p>	<p>اعتراض 14</p>
---	-------------------------

جواب: آپ کا سوال تین (3) پہلوں پر رکھتا ہے۔

(1) قرآن یقیناً انسان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے اور یہ ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے، لیکن اسی طرح سنتِ رسولؐ بھی سرا سر ہدایت ہے۔

خود قرآن نے رسول ﷺ کے بارے میں بھی یہ صاف صاف کہہ دیا کہ

وَأَنْ تَطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿ (سورة النور: 54)

”اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت اور پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ، ورنہ رسول ﷺ کی

ذمہ داری تو صرف صاف صاف احکام پہنچا دینا ہے“

(2) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے ، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ محمد ﷺ

کے ذریعے دی جانے والی تمام تعلیمات (قرآن و سنت) میں ، دین کے بنیادی اصول ، شریعت کے اہم قاعدے اور بیشتر مسائل کا حل موجود ہے ، جو نہ صرف قرآن بلکہ احادیث (اقوال و اعمال رسول ﷺ) پر مشتمل ہیں۔

(3) اسلام کے دینی نظام میں ، علوم و وحی پر مشتمل چیزوں پر انحصار لازمی ہے اور یہ قرآن اور سنت

ہیں۔ حدیث کے بغیر قانون شریعت (Divine Law) کی تکمیل نہیں ہوتی۔

نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے ، امت کے فقہاء و مجتہدین کے اجتہاد پر انحصار کیا جاتا ہے۔ تفصیل آخری سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن میں خود قرآن کے بارے میں کہا گیا

اعتراض 15

﴿مَا قَرَأْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: 38)

”ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی“

اب احادیث کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن کافی ہے۔

جواب: سورة الانعام کی پوری آیت کو سامنے رکھ کر غور کیجیے۔ معلوم ہو گا کہ یہاں

﴿الکتاب﴾ سے مراد ﴿القرآن﴾ نہیں ہے ، بلکہ تقدیر ، نوشتہ قسمت ، علم الہی اور کتاب

کائنات (Book of Universe) ہے۔ سلسلہ کلام سے اس کی وضاحت ہوگی۔

پوری آیت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿وَمَا مِنْ ذَاتِةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾

مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿ (الانعام: 38)

”نہ تو زمین میں کوئی جانور ایسا ہے اور نہ (آسمان میں) کوئی پرندہ ایسا ہے ، جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو، مگر یہ کہ وہ تمہاری طرح اٹیں ہیں۔ ہم نے ﴿الکتاب﴾ (کتاب کائنات) میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ، پھر یہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے۔“

اعتراض 16

قرآن خود اپنے بارے میں کہتا ہے: یہ

﴿وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (یوسف: 111) ”اور یہ ہر چیز کی تفصیل ہے“

اور ﴿تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: 89)

”یہ ہر چیز کو کھول دینے کے لیے ہے۔“

پھر قرآن سے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: مندرجہ بالا دو آیتوں میں لفظ ﴿كُلِّ﴾ کا استعمال ، استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہوا ہے۔

قرآن فہمی کے لیے عربی زبان کے اسالیب سے واقفیت ضروری ہے۔

سورۃ النحل ہی میں شہد کی مکھی کے بارے میں کہا گیا۔

﴿ثُمَّ كَلِمَیْ مِنْ كُلِّ الشَّمْرَاتِ﴾ (النحل: 69) ”تو پھر کھا ! ہر قسم کے پھلوں میں سے“

یہاں بھی لفظ ﴿كُلِّ﴾ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شہد کی مکھی کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام قسم کے

پھلوں کو کھائے۔

آپ کی نقل کردہ دو آیتوں میں ﴿تَفْصِيلَ﴾ اور ﴿تَبْيَانًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے

دین کے بنیادی اصول اور شریعت کے اہم قاعدے ، نہایت وضاحت اور تفصیل سے بیان کر دیئے

ہیں، جن میں اشتباہ اور ابہام کی گنجائش نہیں ہے۔

ان آیات کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن ، نبی کریم ﷺ کی وضاحتوں کا محتاج نہیں ہے۔

رسول ﷺ اور آپ کی احادیث کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: 44)

”اور ہم نے یہ ذکر آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے ، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی ﴿تَبْيِين﴾ تشریح و توضیح کرتے جائیں ، جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔“

﴿وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ (النحل: 64)

”ہم نے یہ کتاب آپ ﷺ پر اس لیے نازل کی ہے کہ آپ ﷺ اُن اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دیں (یعنی تَبْيِين کریں) ، جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔“

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ (النساء: 105)

”ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف نازل کی ہے ، تاکہ جو روشنی اللہ نے آپ کو دکھائی ہے ، اُس کے مطابق آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔“

اس آیت میں ، ﴿بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ سے مراد ، وحی خفی ہے ، یعنی وہ خاص روشنی ہے ، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائی ہے۔

ہر زبان کی طرح ، عربی زبان اور قرآن میں بھی ایک ہی لفظ مختلف مفہیم میں استعمال ہوتا ہے۔ اہل زبان سلسلہ کلام سے ہر جگہ وہ مخصوص مطلب لیتے ہیں ، جو متکلم کا مقصد اور مدعا ہوتا ہے۔ یہ ﴿بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ وہی چیز ہے ، جس کے لیے بعض مقامات پر ﴿النُّور﴾ ، ﴿الْمِيزَان﴾ اور ﴿الْحِكْمَةُ﴾ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ، جس کی مثالیں اعتراض نمبر 3 کے جواب میں دی جا چکی ہیں۔

اعتراض 17 حنفی ، شافعی ، حنبلی ، مالکی ، ظاہری ، اہل حدیث وغیرہ کا فقہی اختلاف حدیث اور سنت کے اختلاف ہی کی وجہ سے رونما ہوا ہے حدیث ہی فقہی معاملات میں وجہ اختلاف ہے۔ اس لیے حدیث کو ترک کرنا چاہیے۔ ہمارے لیے قرآن کافی ہے۔

جواب: قرآن کے ساتھ ، حدیث رسول ﷺ بھی ، ایک آسمانی ماخذِ قانون (Divine Source of Law) ہے۔ حدیث کے ماخذِ قانون ہونے پر تمام فقہی مذاہب کے اماموں

اور علماء کا اتفاق ہے، جن میں حنفی، شافعی، مالکی، ظاہری، حنبلی اور اہل حدیث وغیرہ شامل ہیں۔
 شریعتِ محمدی سے مراد، قرآن و سنت کا ابدی قانون (Divine Law) ہے، جو رسولِ معصوم
 کے ذریعے دیا جاتا ہے، جب کہ فقہ (Jurisprudence) سے مراد، استنباطی قوانین
 (Derived Laws) ہیں، جو غیر معصوم فقہاء (Jurists) اور علماء کی فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔
 فقہاء (Jurists) قرآن کی کسی خاص آیت کی تعبیر میں، یا پھر کسی حدیث یا اُس موضوع پر
 موجود دیگر احادیث کی تعبیر میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں، بعض اوقات یہ اختلاف
 سہوئیسیان کارہا ہے اور بعض اوقات یہ اختلاف واقفیت اور عدم واقفیت کارہا ہے۔ لیکن کسی فقیہ نے نہ
 تو کسی قرآنی آیت کا انکار کیا اور نہ رسول ﷺ کی کسی ثابت شدہ حدیث کا انکار کیا، اور نہ ان دونوں
 کے ماخذ قانون ہونے پر اختلاف کیا۔ فقہاء کا یہ اختلاف، رائے کا اختلاف ہے، تعبیر کا اختلاف ہے،
 اجتہادی اختلاف ہے، ایسے اختلاف کے بارے میں رسول ﷺ نے ہمیں خوشخبری سنائی ہے کہ غلطی
 کی صورت میں ایک اجر اور فہم صحیح کی صورت میں دو اجر ملتے ہیں۔

﴿ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ

أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ ﴾ (مسلم، کتاب الأقتضی، باب: 6، حدیث 4584)

”جب حاکم (قاضی، جج) اجتہاد سے (حسن نیت اور شدید غور و فکر سے) فیصلہ کرے اور فیصلہ درست
 ہو تو اسے دوہرا اجر ملے گا، لیکن اگر اجتہاد میں غلطی کر جائے تب بھی اُس کے لیے ایک اجر ہے۔“
 فقہاء کا یہ اختلاف، بنیادی ماخذوں پر ایمان کا اختلاف نہیں ہے۔

مزید براں ان تمام فقہی مذاہب کے ائمہ کرام نے صاف صاف یہ کہہ دیا کہ رسول ﷺ کی ثابت
 شدہ احادیث کے مقابلے میں ہماری رائے، ہمارے اقوال اور ہمارے فتاویٰ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اعتراض 18	احادیث اور سنت سے مسلمانوں کے اختلافات میں اضافہ ہوتا ہے۔
	اس لیے قرآن ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اختلافی معاملات کا فیصلہ صرف
	قرآن کرے گا، احادیث نہیں۔

جواب: اختلافی معاملات کے سلسلے میں خود قرآن مجید نے قرآن و سنت دونوں کو

حکم بنانے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن مجید کی دو آیتیں ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: 59)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی! اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی! اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اُسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو! اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔“

اس آیت میں چند چیزوں پر غور کیجیے:

1- اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ ﴿أَطِيعُوا﴾ کا لفظ دو مرتبہ الگ الگ استعمال کیا گیا ہے، لیکن ﴿أُولَى الْأَمْرِ﴾ کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت مطلق (Absolute) ہے، جبکہ ﴿أُولُوا الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت، مقید اور حدود و قیود کی پابند ہے۔

2- اللہ اور رسول ﷺ سے تنازع اور اختلاف نہیں ہو سکتا۔ البتہ ﴿أُولُوا الْأَمْرِ﴾ (یعنی خلیفہ، فقہاء، علماء، والدین، شوہر وغیرہ) سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔

3- ﴿أُولَى الْأَمْرِ﴾ سے اختلاف کی صورت میں، اللہ اور رسول ﷺ یعنی قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اسی لیے ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ کا حکم دیا گیا ہے۔

4- اگر قرآن و سنت کی طرف رجوع نہ کیا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تنازعہ فریقوں کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں ہے۔

اب دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (النساء: 65)

”اے محمد ﷺ! ہرگز نہیں! آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ ﷺ فیصلہ کریں، اُس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ آپ ﷺ کے فیصلے کو سر بسر (دل کی گہرائیوں کے ساتھ) تسلیم کر لیں۔“

اس آیت میں چند چیزوں پر غور کیجیے:

- 1- رسول ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔ ﴿ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾
- 2- رسول ﷺ کے فیصلوں کی قانونی اور آئینی حیثیت بھی ہے۔ رسول ﷺ قاضی یعنی جج بھی ہیں۔ تمام اختلافی مسائل میں رسول ﷺ کو قاضی اور جج تسلیم کیا جائے گا۔ ﴿ يُحَكِّمُوكَ ﴾
- 3- رسول ﷺ ایک مومن کے لیے، ایسے قاضی اور جج ہیں، جن کے ہر فیصلے کو خوش دلی سے قبول کرنا ضروری ہے، یعنی دل کی کیفیت ایسی ہو کہ اُس میں رسول ﷺ کے فیصلے کے بارے میں کوئی تنگی نہ پائی جائے۔ ﴿ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ ﴾ رسول ﷺ عام قاضیوں کی طرح کے کوئی قاضی نہیں ہیں، جن کے فیصلوں سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں، بالاتر عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔ رسول معصوم کے فیصلے کو کسی برتر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ یہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی زیر نگرانی کیے گئے ہیں، جو عدالت عالیہ ہے۔

4- ﴿ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ مفعول مطلق ہے۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو دل کی گہرائیوں سے رسول ﷺ کے تمام فیصلوں کو تسلیم کرنا چاہیے۔

5- مکرین حدیث ذرا اس بات پر غور فرمائیں کہ وہ حدیث کی اندھی مخالفت میں مکرین حدیث ہی نہیں رہتے، بلکہ مکرین قرآن بھی ہو جاتے ہیں۔ ﴿ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ کے الفاظ سے ہمیں واضح قرآنی ہدایت ملتی ہے کہ ہم اپنے تمام اختلافی مسائل میں، رسول ﷺ اور آپ کی

اجادیت سے رہنمائی حاصل کریں۔

اجادیت اور سنت سے مسلمانوں کے اختلافات میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ ان میں کمی ہوتی ہے یا پھر اختلافات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قرآن میں اللہ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کس قدر کاٹا جائے؟ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے: کندھے تک ہاتھ کاٹا جائے۔ کوئی کہتا ہے: کہنی تک کاٹا جائے۔ کوئی کہتا ہے: کلائی تک کاٹا جائے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ صرف انگلیاں کاٹی جائیں۔ رسول ﷺ کی سنت، اس اختلاف کو ختم کر کے امت کو متحد کرتی ہے کہ ہاتھ کلائی (پہونچے) تک کاٹا جائے۔ اگر صرف قرآن ہی پر اتکنا کیا جائے تو اختلافات بڑھ جائیں گے۔

رسول ﷺ کے انتقال کے بعد اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفنایا جائے؟ حضرت ابو بکرؓ نے حدیث پیش کی: نبی وہیں دفنایا جاتا ہے، جہاں اُس کی روح قبض ہوتی ہے۔ (ترمذی)۔ اختلاف ختم ہو گیا۔ رسول ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ نے اختلاف کیا کہ رسول ﷺ کا ورثہ بھی تقسیم ہونا چاہیے، لیکن جب حدیث پیش کی گئی: ہمارا (انبیاء کا) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں، وہ صدقہ ہے، تو اختلاف ختم ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

رسول ﷺ کے انتقال کے بعد، انصار نے رائے پیش کی کہ ایک امیر قریش میں سے ہوگا اور ایک امیر انصار میں سے ہوگا۔ اس موقع پر حدیث پیش کی گئی: امام اور خلیفہ قریش میں سے ہوں گے۔ اختلاف ختم ہو گیا۔

اس طرح بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی صحیح اور ثابت شدہ احادیث ہمارے لیے رحمت ہیں۔ ان سے اختلافات کم ہوتے ہیں، بلکہ ان سے اختلافات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان سے امت کے اندر اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے، اور گروہ بندی اور فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اعتراض 19 | قرآن نے قیامت تک آنے والی جزئیات کو خود کیوں متعین نہیں کر دیا؟

جواب: منکرین حدیث کا یہ سوال عجیب و غریب ہے، یہ حضرات اپنے آپ کو اہل القرآن کہتے ہیں، احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ اعتراض اب خود قرآن پر ہے، جب کہ

احادیث قرآن کی تشریح کرتی ہیں ، جزئیات بتاتی ہیں۔

محمد ﷺ پر کی گئی وحی ، تمام زمانوں اور مکانوں کے لیے ہے۔ اسی لیے وحی (قرآن و سنت) میں جہاں اصولی احکام ہیں ، وہیں فروری احکام بھی ہیں ، علاوہ ازیں ایسے چک دار اصول و قواعد بھی ہیں ، جن کی روشنی میں امت کے فقہاء اور مجتہدین نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر سکیں۔ چونکہ مسائل اور حوادث ان گنت اور لاتعداد ہوتے ہیں ، اس لیے تمام جزئیات کا جواب نہیں دیا گیا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف قرآن بلکہ احادیث میں بھی ، احکام کے ساتھ ساتھ اصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔

شریعت محمدی ، مندرجہ ذیل چار (4) چیزوں پر مبنی ہے۔

1- قرآن کے حکمت اور نصوص

2- احادیث صحیحہ و ثابتہ پر مبنی ، حکمت اور نصوص۔

3- قرآن کے تمام اصول و قواعد ، جن کی روشنی میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔

جیسے: ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْنَكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: 78)

4- احادیث صحیح و ثابتہ میں موجود اصول و قواعد ، جن کی روشنی میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔

جیسے: ﴿لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ﴾ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب 17، حدیث: 2430)

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا چار (4) چیزوں میں سے ، پہلے دو میں تو صریح احکام عطا کیے ہیں ، جب کہ بقیہ دو میں ، ایسے اصول و قواعد عنایت فرمائے ہیں ، جن کی روشنی میں امت کے مجتہدین و فقہاء اپنے وقت کی ضروریات کے پیش نظر اجتہاد کر سکتے ہیں۔

اجتہاد کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ اجتہاد قرآن و سنت کی محکم تعلیمات کی روشنی میں ان کی چھتری کے نیچے رہ کر کیا جاتا ہے۔ اجتہاد کا مطلب ، شریعت محمدی کی تسخیر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عقائد اور عبادات میں اجتہاد حرام ہے۔ ان امور میں کلی طور پر صرف اور صرف وحی (قرآن اور سنت ثابتہ) ہی پر اعتماد کیا جائے گا۔ البتہ زندگی کے عملی مسائل میں ، نئے حوادث کے پیش نظر مجتہدین امت

مندرجہ بالا دو (2) اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اسی لیے نہ صرف قرآن بلکہ احادیث میں بھی ایسے جامع اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں ، جن سے قیامت تک پیش آنے والے نئے معاملات میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ کسی مجتہد اور کسی غیر نبی کو، وحی میں تبدیلی کا حق حاصل نہیں ہے۔ البتہ قرآن و سنت نے اضطراری حالات کے لیے خصوصی رعایتیں دی ہیں ، اپنے اپنے وقت میں اضطراری حالت کا تعین کرنا اور ان کے مطابق سہولتیں اور رخصتیں فراہم کرنا، مجتہدین کا کام ہے ، لیکن یہ عام حالات کے لیے نہیں ہے۔ عام حالات میں قرآن و سنت کے اصل، محکمات اور نصوص ہی پر عمل کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی لوگوں کو بعض غلط فہمیاں لاحق ہیں۔ دانا دشمنوں کی بھی ان پر کرم فرمائیاں ہیں اور نادان دوستوں کی بھی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کے مخصوص حالات کے پیش نظر، بحیثیت قاضی یعنی جج (Jurist) بعض تعزیری فیصلے کیے۔ ان فیصلوں کی حیثیت شریعت کے ابدی اور دائمی احکامات کی نہیں ہے۔ ان کی حیثیت نظائر کی ہے۔ آج کے فقہاء اور قاضی بھی ، ان جیسے مخصوص حالات میں ان کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ دے سکتے ہیں۔

سوالات

- 1- ثابت کیجیے کہ وحی میں قرآن کے علاوہ حدیث بھی شامل ہے۔
- 2- سب سے پہلے قرآن ہے یا حدیث؟ ہم نے حدیث کی روشنی میں قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم کیا ہے؟ یا قرآن کی روشنی میں حدیث کو؟ دلائل سے ثابت کیجیے۔
- 3- قرآن مجید میں ﴿الْحِكْمَةُ﴾ ، ﴿الْمِيزَان﴾ اور ﴿النُّور﴾ کے الفاظ سے کیا مراد ہے؟ قرآنی آیات کے حوالوں سے وضاحت کیجیے۔

- 4- قرآن سے ثابت کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی اترتی تھی۔
- 5- قرآن کی کتابت کون کون سے صحابہؓ نے کی؟ اور احادیث کی کتابت کی سعادت کن کن صحابہؓ کے حصے میں آئی؟
- 6- قرآن کی کتابت کی تحسین کے مختلف مراحل بیان کیجیے ، پھر احادیث کی کتابت کی تحسین کے مراحل بیان کیجیے۔
- 7- قرآن کی قراءت کے سات (7) مشہور امام کون کون سے ہیں؟ کیا صرف کتابی قرآن پر اکتفاء کر لینے سے قرآن محفوظ ہو جاتا؟ قراءت قرآن کی کیا اہمیت ہے؟
- 8- ثابت کیجیے کہ تو اتر سے بھی یقینی علم حاصل ہوتا ہے اور نیک اور صالح راویوں کی صحیح اور حسن روایت حدیث سے بھی یقینی علم حاصل ہوتا ہے ، ضعیف احادیث سے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا۔
- 9- کسی حدیث کی صحت یا ضعف کے بارے میں ، علمائے حدیث اور محدثین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو عام آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟
- 10- احادیث ہی کی وجہ سے مختلف فقہی مذاہب حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی وغیرہ وجود میں آئے ہیں ، اس لیے کیا احادیث کو چھوڑ دینا چاہیے؟
- 11- ثابت کیجیے کہ احادیث سے اختلافات میں اضافہ نہیں ہوتا ، بلکہ کمی ہوتی ہے ، حدیث باعثِ رحمت ہے۔
- 12- فروری اور ذیلی جزئیات کے حل کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟



مبتدی طلبہ کے لیے نہایت مفید

تازہ ترین پیشکش

معارفِ نبوی ﷺ

(پانچ سو سے زیادہ منتخب احادیث برائے حفظ)

خصوصیات

- | | |
|------------------------------|-------------------|
| (1) متنوع موضوعات | (2) دلچسپ عنوانات |
| (3) متن اور بین السطور ترجمہ | (4) مکمل تخریج |

خلیل الرحمن چشتی

صفحات: 248 قیمت: 100 روپے

پانچواں ایڈیشن

توحید کی مختلف قسموں کو سمجھنے کے لیے ایک مفید کتاب

توحید اور شرک

محمد خان منہاس ، خلیل الرحمن چشتی

- | | | |
|----------------|-----------------|----------------|
| ● توحید ذات | ● توحید صفات | ● توحید ربوبیت |
| ● توحید الوہیت | ● توحید استعاذہ | ● توحید علم |
| ● توحید اختیار | ● توحید حاکمیت | ● تشریحی توحید |

صفحات: 208 قیمت: 100 روپے

پروفہائیڈیشن

قواعد زبان قرآن

یہ کتاب بالغ مبتدیوں کے لیے، قرآنی مثالوں کے ساتھ،
مرتب کی گئی ہے تاکہ تعلیم یافتہ افراد کو لہجہ قرآن میں مدد مل سکے۔

اس کتاب کی خصوصیات

- عربی زبان کے قواعد، آسان اور سلیس زبان میں
- مشقیں (یہ کتاب ایک Work Book بھی ہے)
- مثالوں کی تحلیل اور تجزیہ
- قرآنی مثالیں اور قرآنی مشقیں
- اسباق کے اختتام پر خلاصہ
- دورنگوں کا استعمال

Tables and Charts ●

مرتب: خلیل الرحمن چشتی

حصہ اول: صفحات: 760 کاغذ: معیاری مجلد قیمت: 800 روپے
حصہ دوم: صفحات: 944 کاغذ: معیاری مجلد قیمت: 600 روپے

الفوز اکیڈمی، اسلام آباد

Al-Fawz Academy Tel 051-210-67 83
Between Golra & Police Foundation Tel 051-211-26 50
Street 15, E-11/4, Golra, Islamabad Fax 051-211-26 51

E-mail: chishti@apollo.net.pk

الفوز اکیڈمی کی دیگر مطبوعات

- 1- قواعدِ زبانِ قرآن (اول)
- 2- قواعدِ زبانِ قرآن (حصہ دوم)
- 3- حدیث کی اہمیت اور ضرورت
- 4- معارفِ نبوی ﷺ
- 5- قیادت اور ہلاکتِ اقوام
- 6- تزکیہٴ نفس
- 7- سورۃ یس
- 8- نجات کا تصور اور عقیدہٴ شفاعت
- 9- نصابِ برائے حفظ
- 10- رسالت
- 11- اسلام میں آخرت کا تصور
- 12- نماز
- 13- انفاق فی سبیل اللہ
- 14- درسِ قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟
- 15- مؤثر ابلاغ
- 16- اسلامی تربیت گاہیں
- 17- خلاصۃ القرآن (زیر طبع)

طلبہ ، مکتبہ جات ، اور ڈسٹری بیوٹرز کے لیے خصوصی رعایت